نسبت اولیاء

غلامیٔ مرشد

افادات از

سید سخی چن پیر بادشاہ

فہرست کتاب

فہرست کتاب ۷

اولیا اللہ کے اوصاف ۱۷

ایمان، اصلاح اور تقوی ۱۸

اعمال صالحہ ۱۹

مال خرچ کرنا ۱۹

استقامت ۲۰

مطیع اور صاحب احسان ۲۱

غوث الاعظم سید عبد القادر الجیلانی ۲۳

نام و نسب ۲۳

ولادت باسعادت ۲۴

سفر اور اقامت بغداد ۲۵

علوم اسلامیہ کا حصول ۲۵

ایام خلوت ۲۶

تلاش مرشد ۲۷

شیوخ ۲۸

شیخ حماد الدباس ۲۸
شیخ ابو سعید المخرّمی ۲۹
شجرہ طریقت ۳۰
مرتبہ ولایت وقطبیت ۳۱
احیائے دین ۳۲
کرامات ۳۳
تالیفات ۳۴
وفات ۳۷

خطبات و نصائح شیخ سید عبد القادر الجیلانی ۳۹

اپنی اصلاح سب سے پہلے ہے ۳۹
اللہ اور رسول کی محبت ۳۹
باطنی اور ظاہری لباس ۴۰
دنیاوی نعمتوں کی طلب ۴۰
دنیا سے بچ ۴۰
دین کی بربادی علم سے دوری ۴۱
مومن مومن کا آئینہ ہے ۴۱
مصیبت اور آزمائش ۴۱
رب تعالی سے حیا کرنا ۴۲
تلقین کرنا مگر خود عمل نہ کرنا ۴۲

مخلوق کی پروانہ کر ۴۲
کلام اللہ مخلوق نہیں ۴۳
مرید حق تعالی ۴۳
موت ۴۳
مصائب سے مت بھاگ ۴۴
دنیا آخرت کی کھیتی ۴۴
رزق کی فکر نہ کر ۴۴
تمہارے اعمال تمہارے عُمّال ۴۵
ظاہری اور باطنی جہاد ۴۵
اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے کرتے ہو ۴۵
کم پر قناعت ۴۶
اصل محبت ۴۶
حجاب ۴۷
حساب و عذاب ۴۷
فقر و محتاجی ۴۷
حقیقی صحبت پیر ۴۸
اولیا اللہ کی غلامی ۴۸
شکوہ و شکایت ۴۸
طلب علم ۴۹

مخلوق خدا ۴۹
ولایت کی پہچان ۴۹
خواب میں نصیحت ۵۰
خواب میں شیطان سے ملاقات ۵۰
معرفت ۵۱
تصوف کیا ہے ۵۱
پیر سید لعل حسین شاہ بدر الدین، قادری رزاقی گیلانی • ۵۳
خاندان ۵۳
ولادت باسعادت و ایام بچپن ۵۴
تعلیم و تربیت ۵۴
فوجی نوکری ۵۶
روحانیت کی طرف رجوع ۵۸
کرامت ۵۸
ظاہری مرشد کی تلاش ۶۰
فتنۂ قادیانیت کی بیخ کنی میں آپ کا کردار ۶۱
اسفار رشد و ہدایت ۶۲
راولپنڈی آمد ۶۳
خلافت قادریہ اور حج بیت اللہ کا سفر ۶۴

سند الإجازة والخلافة للشيخ السيد لعل حسين شاه من حضرة الشريفة القادرية في بغداد المحمية ۶۶

دربار غوث الاعظم بغداد شریف سے سندِ اجازت و خلافت ۶۸

مرشد سے خط و کتابت ۷۰

متن خط ۷۰

وفات ۷۱

چند واقعات و کرامات ۷۲

فرمودات سید لعل حسین شاہ صاحب ۷۴

پیر کی پہچان ۷۴

فقیر وہ ہے جو دنیا سے بھاگے ۷۴

صوفیانہ کلام ۷۵

شاعرانہ کلام ۷۶

توحید الٰہی کا نعمہ پر معمہ ۷۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم کشفی نصیحت نامہ پُر از طریقت عامہ ۸۰

غزل ۸۶

غزل ۸۷

پیر سید رفاقت حسین شاہ صاحب (المعروف چن پیر بادشاہ) ۹۱

ولادت باسعادت ۹۱
تعلیم وتربیت ۹۱
دنیاوی تعلیم ۹۲
ریاضت ومجاہدہ ۹۲
خلوت نشینی ۹۲
خدمت مرشد ۹۳
دربار کی خدمت ۹۳
عشق مرشد ۹۴
خلافت قادریہ ۹۴
اسفار وسیاحت ۹۵
سیرت وکردار ۹۵
معمولات ۹۶
ترویج سلسلہ ۹۷
خلفا اور مریدین ۹۷
محافل کا انعقاد ۹۸

ملفوظات سید سخی چن پیر بادشاہ ۹۹

ملفوظ -۱ رسائل ابن العربی ۹۹
ملفوظ -۲ وحدت الوجود کیا ہے؟ ۱۰۰
ملفوظ -۳ اپنے مرشد سے محبت ۱۰۱

ملفوظ-۴ علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین ۱۰۲
ملفوظ-۵ نفس کے مراحل ۱۰۸
ملفوظ-۶ تذکرہ کچھ کتابوں کا ۱۱۲
ملفوظ-۷ اہل ذکر سے پوچھو ۱۱۵
خان ذیلدار بن گیا ۱۱۷
ایک بے اولاد شخص ۱۱۹
ملفوظ-۸ اصلاح خلق ۱۲۰
ٹوبہ ٹیک سنگھ کا ایک واقعہ ۱۲۵
لاہور شاہ جمال کا ایک واقعہ ۱۲۷
ملفوظ-۹ .... ۱۳۲
بڑے حضور کی کشفی گفتگو ۱۳۴
بابا لعل شاہ سے ملاقات ۱۳۵
ملفوظ-۱۰ بڑے حضور کی کرامات ۱۳۷
مرشد کا تذکرہ ۱۳۸
ملفوظ-۹ توکل کی حقیقت ۱۳۹
پیر سید عازب لعل گیلانی (المعروف بادشاہ سرکار) ۱۴۹
پیر سید مدثر حسین گیلانی ۱۵۱
مرشد سے پہلی ملاقات ۱۵۱
بیعت ۱۵۲

خواب ۱۵۳
بیعت کا دن ۱۵۳
صحبت مرشد ۱۵۴
مرشد کا خواب ۱۵۵
رفاقت مرشد ۱۵۶
آستانہ عالیہ ۱۵۷
خاندان ۱۵۷
خطیب مسجد غوثیہ ڈھوک فرمان علی ۱۵۸
انگلینڈ میں قیام ۱۵۸
پیری مریدی ۱۵۸
بڑے حضور پیر سید لعل حسین شاہ سرکار سے ملاقات ۱۵۹
خواب میں قرات کی غلطی درست کروانا ۱۵۹
نعیم الحسن سیٹھی (خادم چن پیر بادشاہ سرکار) ۱۶۰
آداب طریقت از شیخ اکبر محی الدین محمد ابن العربی ۱۶۵
نماز ۱۷۰
کھانا پینا ۱۷۱
کسب اور توکل ۱۷۲
صحبت یا دوستی ۱۷۴
مسجد کی طرف جانا ۱۷۵

سماع کے آداب ۱۷۶

اہل اللہ کی تلاش ۱۷۷

خواطر ۱۷۸

ہدایات شیخ سخی چن پیر بادشاہ سرکار قادری رزاقی گیلانی ۱۸۰

درود شریف ۱۸۲

شجرہ شریف ۱۸۶

اوراد و وظائف ۱۸۸

ذکرِ نورانی ۱۸۹

کتابیات ۱۹۳

تصاویر ۱۹۳

قلمی نسخہ جات ۱۹۳

ابن العربی فاونڈیشن ۱۹۴

اولیا اللہ کے اوصاف

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　　　صلی اللہ علی محمد و آلہ واصحابہ اجمعین

سب تعریف اللہ کے لیے جو ہر چیز کا مالک و خالق ہے، اور درود ہوں ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ، آپؐ کے اہل بیت، اصحاب اور آل پر۔ اللہ تعالی قرآن مجید میں فرماتا ہے: ﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (یونس: ۶۲-۶۴) جان لو کہ اللہ کے ولیوں کو نہ کچھ خوف ہوتا ہے اور نہ وہ غم ناک ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پہلے سے ہی پرہیزگار تھے، ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی، اللہ کے کلمات میں کوئی تبدیلی نہیں، اور یہی سب سے عظیم کامیابی ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالی نے اپنے دوستوں کی دو بڑی صفات بیان کی ہیں: ایک ایمان لانا اور دوسرا ان میں صفتِ تقوی کا موجود ہونا۔ شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "متقی ایسا شخص ہوتا ہے جسے ڈر ہوتا ہے اور اسی وجہ سے وہ احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا، چنانچہ اس کی یہ احتیاط اسے وہ کچھ سوچنے پر مجبور کرتی ہے جس معاملے میں اس کی سعادت پنہاں ہے۔" (اعجاز البیان) لہذا جو لوگ شروع سے ہی مخلوق اور خالق کے معاملے میں احتیاط کا دامن اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑتے وہی لوگ بعد میں اِس منصب پر فائز ہوتے ہیں کہ رب تعالی انہیں اپنے دوستوں میں شامل کرتا ہے، انہیں دنیا اور آخرت میں بشارت دیتا ہے اور انہیں نہ کوئی خوف لاحق ہوتا ہے اور نہ وہ غم ناک ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس جو لوگ ظاہری ایمان تو لاتے ہیں لیکن ان میں یہ دونوں صفات نہیں، اللہ تعالی اِن سے اپنے خطاب میں یہی تقاضا

کرتا ہے، فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ﴾ (الحدید: ۲۸) اے ایمان والو! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور اس کے رسول پر حقیقی ایمان لاؤ۔ حقیقی ایمان سے مراد یہ ہے کہ رسول کی ہر بات کو من و عن تسلیم کرو اور اپنی عقل کے گھوڑے مت دوڑاؤ، اگر تم نے اپنی سمجھ اور عقل پر ہی بھروسا کیا تو پھر تم حقیقی ایمان والے نہیں کیونکہ حقیقی ایمان تو یہی ہے کہ غیب پر ایمان لایا جائے۔

ایمان، اصلاح اور تقوی

اللہ تعالی اپنے ان دوستوں کی مزید نشانیاں بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ فَمَنْ آمَنَ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (الانعام:۴۸) ہم اپنے رسولوں کو خوش خبریاں سنانے والے اور متنبہ کرنے والے بنا کر بھیجتے ہیں، پھر جو لوگ ایمان لے آئیں اور اپنی اصلاح کر لیں تو نہ انہیں کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غم ناک ہوں گے۔ ایک دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿فَمَنِ اتَّقَىٰ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (اعراف: ۳۵) اور جو پرہیز گاری کی روش اختیار کرے اور اپنی اصلاح کرے تو نہ انہیں کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غم ناک ہوں گے۔ ان دونوں آیتوں میں ہر اُس مومن کو ولایت کی خوش خبری دی گئی ہے جو رسول کی دعوت پر ایمان لایا، جس نے پرہیز گاری کی روش اختیار کی اور اپنی اصلاح میں کامیاب ہوا۔ معلوم ہوا کہ ایمان کے بعد اصلاحِ نفس بھی ضروری ہے، اور جو لوگ صرف زبان سے ایمان لائے اور اپنی اصلاح نہ کی تو اللہ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَٰكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ﴾ (الحجرات: ۱۴) یہ دیہاتی لوگ کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے، کہہ دو کہ تم (حقیقی) ایمان نہیں لائے ہاں یہ کہو کہ ہم اسلام لے آئے، ایمان تو ابھی تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔ چنانچہ حقیقی ایمان لانا تو یہ ہے کہ اس کے بعد اصلاحِ نفس ہو اور اگر اصلاحِ نفس نہیں تو یہ

ظاہری ایمان بھی نجات کا ضامن نہیں۔

اعمال صالحہ

اپنے ان دوستوں کی مزید صفات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (البقرۃ: ۲۷۷) بیشک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کیے، جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں، تو ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہی ہے، اور نہ انہیں کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غم ناک ہوں گے۔ اس آیت میں اللہ تعالی نے اپنے دوستوں کے لیے ایمان کے ساتھ عمل صالح، نماز کے قائم کرنے اور زکوۃ کی ادائیگی کو بھی شامل کیا۔ چنانچہ ان نیک اعمال نے نہ صرف انہیں اجر کا مستحق بنایا بلکہ اپنے رب کا قرب بھی بخشا۔

ان لوگوں کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، شیخ اکبر فرماتے ہیں: ”اجر ہمیشہ وہ چیز ہوتی ہے جو کمائی جائے، اگر وہ ذات کچھ ایسا عطا کرے جو کمایا نہ گیا تو ایسی عطا ”نور“ یا ”وہب“ کہلاتی ہے“ (فتوحات مکیہ) اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ﴾ (الحدید: ۱۹) جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، یہی لوگ مرتبہ صدیقیت پر فائز ہیں، اور اپنے رب کے ہاں گواہ ہیں، ان کے لیے اجر اور نور دونوں ہیں۔

مال خرچ کرنا

اپنے انہی دوستوں کی مزید نشانیاں اللہ تعالی ان دو آیتوں میں یوں بیان کرتا ہے: ﴿الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (البقرۃ: ۲۷۴) جو لوگ رات دن پوشیدہ اور ظاہر اپنا مال خرچ کرتے ہیں تو ان کے اس عمل کا اجر بھی ان کے رب کے پاس ہے، اور نہ

انہیں کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غم ناک ہوں گے۔ اس آیت میں اللہ نے اپنے ولیوں کی ایک نشانی مال خرچ کرنا بھی بتائی، لیکن اسے کسی قید سے مقید نہیں کیا کہ وہ کس جگہ اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ دوسری آیت میں اسی خرچ پر قید لگاتے ہوئے کہا: ﴿الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (البقرۃ: ۲۶۲) جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں، اور پھر اس دیئے ہوئے مال پر نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ تکلیف دیتے ہیں تو ایسے لوگوں کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور نہ انہیں کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غم ناک ہوں گے۔ ان دونوں آیتوں میں اللہ کے دوستوں کی ایک نشانی تو یہ بتائی گئی کہ یہ لوگ دل کھول کر خرچ کرتے ہیں، اپنے اوپر بھی اور دوسروں پر بھی۔ پوشیدہ اور علانیہ سے مراد کبھی چھپا کر دینا اور کبھی بتا کر دینا ہے، اس دینے کے بھی درجے ہیں کہ کس سائل کو چھپا کر دینا چاہیے اور کس سائل کو بتا کر دینا چاہیے۔ پھر اگر یہ اللہ والے کسی کو کچھ دیتے ہیں تو اس پر احسان جتلا کر نہ اسے شرمندہ کرتے ہیں اور نہ تقاضا کر کے تکلیف دیتے ہیں، بلکہ اس حدیث نبویؐ پر عمل کرتے ہیں کہ الصدقة تقع بيد الرحمن قبل وقوعها بيد السائل ”صدقہ لینے والے کے ہاتھ میں جانے سے پہلے الرحمن کے ہاتھ میں جاتا ہے۔“ اور جیسا کہ اللہ نے انہیں یہ حکم دیا کہ ﴿وَأَقْرِضُوا اللَّهَ﴾ اللہ کو قرض دو تو یہ اسی حکم کی تعمیل میں صدقہ کرتے ہیں۔

استقامت

اللہ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (الأحقاف: ۱۳) جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اس پر ثابت قدم رہے تو انہیں نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غم ناک ہوں گے۔ اس آیت میں اللہ والوں کی ایک خوبی ثابت قدمی بھی بتائی گئی ہے۔ یہ لوگ اللہ کے معاملے میں کسی کی پروا

نہیں کرتے، چاہے کیسی ہی مشکلات آئیں یہ کبھی اپنے رب سے جڑا تعلق ٹوٹنے نہیں دیتے، یہ اسباب پر تکیہ نہیں کرتے بلکہ ان کا مطمح نظر خالق اسباب کی رضا ہوتی ہے، اور یہی ان کی ثابت قدمی ہے۔ اللہ تعالی کو ان کی یہ ثابت قدمی ایسی پسند آئی کہ اسے ان کی مستقل خوبی بنا دیا۔

مطیع اور صاحب احسان

اللہ والوں کی دو مزید خوبیاں: اللہ کے آگے سر تسلیم خم کرنا اور صاحبِ احسان ہونا ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (البقرۃ: ۱۱۲) بیشک جس کسی نے اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور وہ احسان کرنے والوں میں سے تھا تو اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے اور ایسے لوگوں کو نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غم ناک ہوں گے۔ سر تسلیم خم کرنا مطلب اللہ کے احکام کو جوں کا توں ماننا ہے یہ نہیں کہ جو چیز اپنے مزاج کے مطابق نہ ہو اسے رد کر دیا جائے اور جو چیز مزاج کے موافق ہو اس پر عمل کر لیا جائے یہ مطلق فرمانبرداری نہیں۔ جبکہ اللہ والے مطلق فرمانبرداری کی روش اپناتے ہیں۔ پھر اس آیت میں بیان کردہ ان کی دوسری خوبی یہ ہے کہ احسان کرتے ہیں اور صلے کے طالب نہیں ہوتے، یعنی بے غرض اور بے لوث خدمت کرنا ہی ان کا مقصد حیات ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اس عمل کا اجر انہیں اللہ دے گا۔

قرآن مجید میں لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ کے مضمون کے تحت یہ چند آیات ہیں جو اللہ والوں کے اوصاف بیان کر رہی ہیں۔ انہیں یہاں درج کرنے کا مقصد یہی ہے کہ جب اللہ والوں کو تلاش کیا جائے تو ان میں یہی علامات تلاش کی جائیں۔ تاکہ قرآن کریم کی گواہی سے ہمیں اچھے لوگوں کا ساتھ نصیب ہو۔ اللہ تعالی ہمیں اور آپ کو ان کا وارث بنائے، سب توفیق اور اختیار تو اسی کے ہاتھ ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ آمین

غوث الاعظم

سید عبد القادر الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب

آپ کا نام اور نسب نامہ یوں ہے: محی الدین ابو محمد عبد القادر الجیلانی الحسنی و الحسینی الصدیقی، ابن ابی صالح موسی جنگی دوست، بن امام عبد اللہ بن یحیی بن الزاہد بن محمد بن داود بن موسی الجون بن عبد اللہ المحض بن الحسن المثنی بن الحسن السبط بن علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔

جہاں تک آپ کے القاب کا تعلق ہے تو چند القاب تو ایسے ہیں جن سے آپ اپنی ظاہری حیات میں ہی مشہور تھے اور چند آپ کی وفات کے بعد آپ سے جوڑے گئے۔ ان میں سب سے پہلی نسبت "جیلانی" یا "گیلانی"[1] ہے؛ یہ آپ کی جائے ولادت گیلان کی جانب اشارہ ہے۔ اسی طرح آپ "سبط ابی عبد اللہ" کے لقب سے بھی مشہور ہوئے، یہ لقب بھی شہر گیلان میں ہی آپ کو دیا گیا کیونکہ آپ کے نانا "شیخ ابو عبد اللہ الصومعی الزاہد" نے آپ کی تربیت کی۔ آپ کے نانا شہر گیلان کے اکابرین اور مشائخ میں سے تھے۔ آپ کا تیسرا مشہور لقب "باز اللہ الاشہب" (یعنی شہباز ربانی) ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی اسی لقب کو ترجیح دیتے تھے۔ ایک شعر میں کہتے ہیں:

---

[1] گیلانی اور جیلانی ایک ہی لفظ ہے۔ یہ ایران کا شہر ہے جس کا اصل نام فارسی میں گیلان ہے لیکن عربی میں چونکہ حرف "گ" موجود نہیں تو اس کی کمی حرف "ج" سے پوری کی جاتی ہے یوں گیلان جب عربی میں پڑھا گیا تو جیلان ہو گیا۔

أنا بلبل الأفراح أملا دوحها　　طربا وفي العلياء باز أشهب[1]

جہاں تک ان القابات کا تعلق ہے جو آپ کی وفات کے بعد آپ کی وجہ شہرت بنے، ان میں: غوث، غوث اعظم ، غوث الثقلین، قطب ربانی، قندیل نورانی، محبوب سبحانی، پیران پیر، غوث اعظم دستگیر اور دیگر القابات شامل ہیں۔

ولادت با سعادت

آپ کی تاریخِ ولادت سن ۴۸۰ھ کے لگ بھگ ہے۔ جب آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: "میں حتمی تو نہیں جانتا لیکن میں اس سال بغداد آیا تھا جب تمیمی کی وفات ہوئی تھی اور اس وقت میری عمر ۱۸ سال تھی۔" جبکہ ابن عماد اور چند دیگر مورخین کا کہنا ہے کہ آپ کی تاریخ وفات ۵۶۱ھ ہے اور آپ ۹۰ برس زندہ رہے چنانچہ آپ کی تاریخ ولادت ۴۷۱ھ بنتی ہے۔[2] آپ نے شہر گیلان میں جنم لیا اور اسی نسبت سے آپ گیلانی کہلائے۔ آپ کا خاندان علم و فضل میں ایک امتیازی حیثیت رکھتا تھا، آپ کے دادا شیخ ابو عبد اللہ الصوفی کا شمار علاقے کے علما اور مشائخ میں ہوتا تھا، آپ مجیب الدعوات تھے، اپنی ادھیڑ عمر میں بھی نوافل کی کثرت کرتے اور ذکر میں مشغول رہتے۔ اسی طرح آپ کی والدہ "ام الخیر فاطمہ بنت عبد اللہ" ایک نیک اور صالح خاتون تھیں، انہوں نے تقوی کا درس اپنے والد سے لیا اور آپ کی نیک تربیت کی۔ اسی شہر میں آپ نے اپنی زندگی کے ۱۸ سال گزارے، علم حاصل کیا اور تقوی کا دامن تھاما، ہر بنیادی علم میں مہارت حاصل کی اور مزید تعلیم کے لیے بغداد کا رخ کیا۔

[1] باز الله الأشهب، ص ۲۷.
[2] باز الله الأشهب، ص ۳۵.

سفر اور اقامت بغداد

مورخین بیان کرتے ہیں کہ اسی سفر میں آپ کے ساتھ وہ واقعہ پیش آیا جس میں ڈاکوؤں کے ایک گروہ نے توبہ کی۔ مختصراً یہ کہ آپ کے قافلے پر ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا اور تمام قافلے والوں کا مال و متاع لوٹ لیا۔ ایک ڈاکو آپ کے پاس آیا اور آپ کی تلاشی لینے کے بعد پوچھا: اے لڑکے تیرے پاس کچھ ہے۔ آپ بولے میرے پاس ۴۰ دینار ہیں۔ وہ سمجھا آپ مذاق کر رہے ہیں وہ آپ کو اپنے سردار کے پاس لے گیا۔ سردار نے وہی سوال دہرایا، آپ نے وہی جواب دیا۔ سردار بولا: اچھا چل پھر نکال وہ دینار۔ جب آپ نے وہ دینار اپنی قمیض کے نیچے سے نکال کر اسے دکھائے جو کہ اس میں سلے ہوئے تھے تو وہ بہت پریشان ہوا، کہنے لگا: تم یہ دینار چھپا بھی توسکتے تھے، پھر تم نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ آپ بولے: "میں نے اپنی والدہ سے وعدہ کیا تھا کہ میں ہمیشہ سچ بولوں گا، اور میں اپنا وعدہ نبھا رہا ہوں۔" یہ سن کر وہ سردار سوچ میں پڑ گیا، بولا: یہ لڑکا اپنی ماں سے کیا وعدہ اس وقت بھی نبھا رہا ہے جبکہ اس کو خوف ہے کہ اسے لوٹ لیا جائے گا بلکہ قتل تک کیا جا سکتا ہے اور ایک میں ہوں کہ میں اللہ سے کیا وعدہ بھلائے بیٹھا ہوں، لوگوں کا مال لوٹتا ہوں اور انہیں قتل کرتا ہوں۔" چنانچہ اس سردار نے توبہ کی، لوٹا ہوا سب مال و اسباب واپس کیا اور نیکی کی راہ پر چل پڑا۔[1]

علوم اسلامیہ کا حصول

جب آپ بغداد پہنچے تو یہ وہ دور تھا جب حجت الاسلام ابو حامد محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ نظامیہ کی تدریس ترک کر کے علم تصوف کی تحصیل کے لیے سفر پر جا چکے تھے۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی نے بغداد میں علم کا حصول فقہ کی تعلیم سے شروع کیا اور چار

---

[1] باز الله الأشهب، ص ٤٠.

یہ ایران کے شہر ہمدان کا واقعہ ہے، اور وہاں سید علی ہمدانی کا مزار مشہور ہے۔

مشہور علمائے فقہ کی شاگردی اختیار کی، یہ ابو الوفا بن عقیل، ابو الخطاب الکلودانی، ابو الحسن بن یعلی الفراء اور ابو سعید المخرمی تھے۔ آپ نے فقہ حنبلی میں اختصاص اور مہارت حاصل کی حتیٰ کہ آپ شہر بغداد کے حنبلی فقہا کے امام کے طور پر ابھرے۔ اس کے بعد آپ نے علوم حدیث میں مہارت حاصل کی اور اپنے دور کے بڑے بڑے محدثین کی شاگردی اور صحبت اختیار کی، ان میں: ابی غالب الباقلانی، ابی سعد بن خنیش، ابی الغنائم الرسی، ابی بکر التمار، ابو محمد السراج اور دیگر لوگ شامل ہیں۔ آپ نے احادیث روایت کیئں اور ثقہ کا درجہ پایا، اسی طرح آپ کے بعد آپ کی اولاد اور پوتوں میں بھی ثقہ محدثین ہوئے، مثلاً آپ کے بیٹے شیخ عبد الرزاق اور پوتے قاضی ابو نصر وغیرہ۔ اسی طرح آپ نے علومِ عربیہ، علمِ کلام، علمِ عقائد اور دیگر رسمی علوم میں نام کمایا۔

ایام خلوت

اپنے ایام خلوت کے بارے میں شیخ عبد القادر اپنا حال یوں بیان کرتے ہیں: ”میں عراق کے صحراؤں اور بیابانوں میں ۲۵ سال حالت تجرد میں پھرتا رہا، نہ لوگ مجھے جانتے تھے اور نہ میں انہیں۔ یہ دنیا اپنی تمام تر رنگینی اور شہوات کے ساتھ مختلف صورتوں میں میرے سامنے آتی لیکن اس کی طرف نظر کرنے سے اللہ تعالی مجھے بچائے رکھتا۔ میں نے اپنے حال کی ابتدا میں جن مجاہدات اور ریاضات کو اپنایا، پھر انہیں نہ چھوڑا۔ اسی طرح میں نے ایک مدت مدائن کے ویرانوں میں گزاری اور نفس کو سخت مجاہدات کروائے کہ پورا ایک سال صرف زمین پر پڑی ہوئی چیزیں اٹھا کر کھائیں۔ اسی طرح میں کئی سال کرخ کے بیابانوں میں رہا اور وہاں میری خوراک صرف کھجور ہوا کرتی تھی۔ میں نے تمہاری اس دنیا میں ہزارہا فنون سیکھے یہاں تک کہ میرا دل اس سے ہٹ گیا حتیٰ کہ ایک دور میں مجھے مجنوں پاگل اور نہ جانے کیا کیا پکارا گیا۔ مجھے جو راستہ دشوار لگا میں اسی پر چلا۔[1]

---

[1] بهجة الأسرار ص ۸۵، باز الله الأشهب، ص ۵۰.

یہ آپ کی خلوت کا دور تھا، آپ وقتاً فوقتاً شہر بغداد آتے لیکن آپ کے روز و شب صحراؤں میں ہی گزارتے۔ انہی ایام کا ایک مشہور تاریخی واقعہ ہے، آپ خلوت میں بیٹھے تھے کہ اچانک دیوار سے بہت سی روشنی ظاہر ہوئی، پھر آواز آئی: ”اے عبد القادر! میں تیرا رب ہوں، میں نے تیرے لیے حرام چیزیں بھی حلال کر دیں۔“ آپ اسی وقت بولے: چل بھاگ یہاں سے اے مردود... (یعنی کہ وہ شیطان تھا) چند سال بعد جب کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے اس کی آواز سے اسے کیسے پہچانا، بولے: اس کے اس قول سے کہ ”میں نے تیرے لیے حرام چیزیں بھی حلال کر دیں۔“

تلاش مرشد

یہ وہ دور تھا جب آپ خلوت اور تنہائی کو محفل پر ترجیح دیتے تھے، خود فرماتے ہیں: ”ایک روز میں اپنی کتابیں کندھے پر لٹکائے صحرا میں خلوت کے ارادے سے نکلا، راستے میں آواز آئی: کدھر جارہے ہو؟ اور مجھے ایسا دھکا لگا کہ میں گر گیا، پھر آواز آئی: لوگوں میں لوٹ جاؤ؛ کیونکہ انہیں تم سے فائدہ پہنچے گا۔ پھر مجھے کچھ ایسے معاملات پیش آئے جو حل نہ ہوتے تھے اور میں نے اللہ سے دعا کی کہ مجھے کسی ایسے شخص سے ملا دے جو انہیں حل کر دے۔ اگلے روز جب میں بغداد کے ایک کوچے سے گزر رہا تھا کہ ایک شخص نے دروازہ کھولا اور کہا: عبد القادر! کل کیا مانگا تھا؟ میں خاموش رہا، کچھ سمجھ نہ آئے کہ میں کیا بولوں۔ (میری خاموشی پر) اسے غصہ آیا اور اس نے دروازہ یہ پٹخا کہ اس کی دھول میرے چہرے پر آن پڑی... جب میں واپس جارہا تھا تو مجھے یاد آگیا کہ میں نے کیا مانگا تھا، میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ شخص ضرور اولیا اللہ میں سے ہے، میں اسی وقت واپس لوٹا لیکن جب مجھے وہ دروازہ نہ ملا تو میرا دل بہت تنگ ہوا۔ یہ شیخ حماد بن الدباس ہی تھے، بعد میں میری ان سے جان پہچان ہوئی، میں نے ان کی صحبت میں وقت گزارا اور

میرے تمام معاملات حل ہو گئے۔[1]

شیوخ

سید عبد القادر جیلانی کے دور میں بغداد ہر طرح کے علوم و حکمت اور رجال تصوف سے بھرا پڑا تھا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان سب کا ہی آپ سے کچھ تعلق تھا۔ وہ ہستیاں جن سے آپ کا تعلق اور نسبت ثابت ہے ان کے اسما یہ ہیں: محمود الکردی، بقا بن بطو النہر ملکی، عدی بن مسافر، علی بن الہیتی، ابو نجیب السہروردی، صدقہ البغدادی، محمد بن قائد الأوانی، عثمان الطریفنی، احمد الصرصری وغیرہ۔ ہم ان میں سے دو مشہور ہستیوں کا تذکرہ کرتے ہیں:

شیخ حماد الدباس

آپ حماد بن مسلم بن ددوہ الدباس الرحبی (وفات ۵۲۵) ہیں۔ آپ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ میں سے تھے جیسا کہ بہجۃ الاسرار میں لکھا ہے: شیخ عبد القادر نے ابو الخیر حماد بن مسلم الدباس کی صحبت اختیار کی اور ان سے علم طریقت اخذ کیا۔ آپ ان کا نہایت احترام کیا کرتے اور ان کے ساتھ آبرو سے پیش آتے، شیخ حماد آپ پر جتنی سختی کرتے آپ ان کے آگے سر تسلیم خم ہی رکھتے۔ جب ان سے پوچھا گیا تو بولے: میں عبد القادر کے ساتھ سختی اس لیے کرتا ہوں تاکہ انہیں آزماؤں، لیکن وہ تو ایک پہاڑ کی طرح ہیں۔" اس کے بعد شیخ عبد القادر جب بھی آپ کے سامنے آتے آپ کہتے: مرحبا اے بلند و راسخ پہاڑ جسے تزلزل نہیں۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ الدباس نے ہی میدان تصوف میں آپ کے بلند مرتبت ہونے کی گواہی دی، ایک دفعہ آپ کے سامنے عبد القادر جیلانی کا تذکرہ ہوا، آپ اس وقت جوان تھے، شیخ حماد بولے: میں اس جوان کے

[1] قلائد الجواهر، ص ١٥ باز الله الأشهب، ص ٥١.

سر پر ولایت کے دو پرچم دیکھ رہا ہوں جو بہموت اسفل سے لے کر ملکوتِ اعلی تک محیط ہیں، اور میں سن رہا ہوں کہ ولایت کے پہرہ دار افق اعلی میں چیخ چیخ کر آپ کا نام صدیق پکار رہے ہیں۔[1]

شیخ ابو سعید المخرّمی

آپ بغداد کے حنابلہ شیوخ میں سے تھے۔ آپ کا مکمل نام ابو سعید المبارک بن علی بن الحسن بن بندار المخرمی تھا، مخرّم بغداد کا ایک مشہور علاقہ تھا اسی نسبت سے بہت سے علما مخرمی کہلائے۔ حضرت عبد القادر جیلانی شیخ مخرمی سے اپنی پہلی ملاقات کا قصہ یوں بیان کرتے ہیں: ”میں ایک بُرج – جسے اب برج عجمی کہا جاتا ہے – میں گیارہ سال مقیم رہا اور میرے اس قیام سے ہی اس کا نام بُرجِ عجمی پڑا؛ میں نے اس قیام کے دوران اللہ سے یہ عہد کر رکھا تھا کہ میں اس وقت تک نہیں کھاؤں پیؤں گا جب تک کوئی مجھے نہ کھلائے پلائے... حتی کہ میں نے خود میں اپنی بھوک کی ایک چنگھاڑ سنی لیکن اس نفس کی ایک نہ مانی۔ اسی دوران ابو سعید المخرمی کا وہاں سے گزر ہوا تو انہوں نے میرے باطن کی یہ پکار سن لی، آپ میرے پاس تشریف لائے اور بولے: عبد القادر یہ کیا ہے؟ میں بولا: یہ تو نفس کی پریشانی ہے، جبکہ روح تو اپنے مولی کے پاس سکون میں ہے۔ بولے: چل میرے ساتھ باب ازج۔ میں نے دل میں سوچا: مجھے اس وقت تک یہاں سے نہیں جانا چاہیے جب تک کہ حکم نہ ہو۔ تو حضرت خضر علیہ السلام آئے اور گویا ہوئے: اٹھ اور ابو سعید کے ساتھ جا۔ جب میں آپ کے پاس پہنچا تو آپ اپنے گھر سے باہر دروازے پر ہی میرا انتظار کر رہے تھے، بولے: کیا میرا کہنا کہ ”اٹھ چل“ تیرے لیے کافی نہ تھا! پھر انہوں نے اپنے ہاتھ سے مجھے خرقہ پہنایا اور اس کے بعد میرا آپ کے ہاں آنا جانا شروع ہوا۔[2]

---

[1] باز الله الأشهب، ص ٦٠.

[2] قلائد الجواهر، ص ٣٢ باز الله الأشهب، ص ٦٢.

شجرہ طریقت

یوں شیخ عبد القادر جیلانی کے بیان کے مطابق آپ نے شیخ المخرّمی سے خرقہ پہنا۔ اس بات کی تائید شیخ اکبر محی الدین ابن العربی کے رسالے نسب الخرقہ سے بھی ہوتی ہے، آپ لکھتے ہیں:

میں نے خرقہ شیخ جمال الدین یونس بن یحیی بن ابی الحسن القصار العباسی سے حرم شریف کے پاس کعبہ المعظمہ کے سامنے پہنا، اور انہوں نے شیخ الوقت السید عبد القادر بن ابی صالح بن عبد اللہ الجیلانی سے پہنا تھا، اور انہوں نے شیخ ابو سعید المبارک بن علی المخرمی سے وصول کیا، اور انہوں نے یہ ابی الحسن علی بن محمد بن یوسف القرشی الهکاری سے اخذ کیا، اور انہوں نے شیخ ابی الفرج الطرطوسی سے، اور انہوں نے ابی الفضل عبد الواحد بن عبد العزیز التمیمی سے، اور انہوں نے ابی بکر محمد بن خلف بن جحدر الشبلی سے، اور انہوں نے ابی القاسم الجنید کی صحبت اختیار کی، انہوں نے اپنے خالو سری السقطی سے ادب سیکھا، اور انہوں نے معروف بن فیروز الکرخی کی صحبت اختیار کی، اور انہوں نے علی بن موسی کی صحبت پائی اور ادب سیکھا، اور انہوں نے اپنے والد موسی بن جعفر سے ادب پایا، اور انہوں نے اپنے والد جعفر بن محمد سے ادب سیکھا، اور انہوں نے اپنے والد محمد بن علی سے ادب پایا، اور انہوں نے اپنے والد علی بن حسین سے صحبت پائی، اور انہوں نے اپنے والد حسین بن علی سے صحبت اور ادب پایا، جبکہ حسین بن علی نے اپنے نانا حضرت محمد ﷺ کی صحبت بھی پائی اور اپنے والد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی ادب سیکھا، اور حضرت علی بن ابی طالب نے بھی رسول خدا ﷺ کی صحبت اختیار کی، ان سے ادب سیکھا اور اخذ کیا، آپؐ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اخذ کیا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یہ علم الٰہی اللہ تعالی سے براہ راست اخذ کیا۔ شیخ اکبر کہتے ہیں: میں نے شیخ یونس سے پوچھا کہ اِن سے کیا اخذ کیا؟ بولے یہی سوال میں نے شیخ عبد القادر جیلانی سے کیا تھا کہ ان سے کیا اخذ کیا؟

فرمایا: ان سے علم اور ادب اخذ کیا۔[۱]

مرتبہ ولایت وقطبیت

شیخ عبد القادر جیلانی اپنے شیخ ابو سعید المخرمی کی وفات کے بعد ان کا مدرسہ سنبھالنے کے ساتھ ہی آسمان ولایت پر چھاگئے؛ آپ بروز سوموار ۱۶ شوال سن ۵۲۱ھ کو پہلی دفعہ منبر پر تشریف فرما ہوئے، اس وقت آپ کی عمر مبارک ۵۰ برس کے لگ بھگ تھی۔ اس بارے میں مورخین نے مختلف روایات لکھی ہیں۔ شیخ عبد القادر اپنا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں: مجھے اپنے اندر سے آواز آئی: اے عبد القادر! بغداد جا اور لوگوں کو وعظ کر۔ جب میں بغداد پہنچا تو لوگوں کی حالت دیکھ کر کچھ متاثر نہ ہوا، چنانچہ واپس چلا آیا۔ پھر دوسری دفعہ آواز آئی: یا عبد القادر! جا اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کر، بیشک انہیں تیری وجہ سے فائدہ ہو گا۔ میں نے کہا: مجھے لوگوں سے کیا غرض، مجھے تو بس اپنے دین کی سلامتی سے غرض ہے۔ مجھے کہا گیا: لوٹ جا کہ اسی میں تیرے دین کی سلامتی ہے۔[۲]

پھر دوسرا واقعہ یہ ہے کہ میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کو دیکھا اور آپؐ نے مجھ سے کہا: اے میرے بیٹے! تو لوگوں سے کلام کیوں نہیں کرتا؟ میں نے کہا: ابا جی! میں تو عجمی شخص ہوں، بھلا میں بغداد کے فصحا کے سامنے کیسے بول سکتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: بول، حکمت اور نیک نصیحت سے اپنے رب کے راستے کی طرف بلا۔ میرے ظہر پڑھنے کے بعد بہت سے لوگ میرے ارد گرد جمع ہو گئے، میں نے یوں بات شروع کی:

"تفکیر کا غوطہ خور دل کے سمندر میں معارف کے موتیوں کی تلاش میں غوطہ لگاتا ہے اور ان موتیوں کو سینے کے ساحل پر لے کر آتا ہے، تو زبان کا ترجمان بولی کے لیے ان کی آواز لگاتا ہے، پھر حسن طاعت کی قیمت پر یہ بیش قیمت موتی ان گھروں میں خریدے

---

[۱] رسالة نسب الخرقة للشيخ الأكبر ابن العربي، مخطوط نسخة فخر الدين الخراساني، ص ۲۳۹.
[۲] قلائد الجواهر ص ۱٦. باز الله الأشهب ص ۷۱.

جاتے ہیں جہاں اللہ کا حکم ہے کہ یہاں یہ بیچے جائیں۔"

یوں آپ کی شہرت لوگوں میں پھیلنا شروع ہوئی اور آپ کی موتیوں جیسی بیش قیمت باتیں سننے کے لیے لوگوں کی کثیر تعداد آنے لگی حتی کہ وہ وسیع مدرسہ بھی تنگ پڑ گیا اور اغنیا کے مال و دولت سے اس کی توسیع کا کام شروع ہوا اور پایہ تکمیل تک پہنچا۔ آپ اس مدرسے سے متصل خانقاہ میں بھی درس دیا کرتے تھے۔ اس خانقاہ کا نام قبہ الاولیا (یعنی گنبدِ اولیا) پڑ گیا کیونکہ تمام جہان سے اہل اللہ کی ایک کثیر تعداد آپ کی زیارت کو آنے لگی۔ اس دور کے واقعات بیان کرتے ہوئے آپ کے خادم خضر الموصلی بیان کرتے ہیں: میں نے سیدی شیخ عبد القادر الجیلانی کی ۱۳ سال خدمت کی، اس عرصہ کے دوران میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے (میرے سامنے) ناک صاف کیا ہو یا تھوک پھینکا ہو اور نہ ہی کبھی آپ پر مکھی بیٹھی، نہ کبھی آپ کسی بڑے شخص کے لیے کھڑے ہوئے اور نہ ہی سلطان کی زیارت کو گئے۔ بلکہ آپ تو بادشاہوں یا ان کے حاشیہ برداروں کے ساتھ بیٹھنا اور وقت گزارنا سزا تصور کرتے تھے۔[1]

یوں شیخ مراتب ولایت میں ترقی کرتے کرتے غوثیت اور قطبیت کے اس مقام پر پہنچے کہ ایک روز خانقاہ میں منبر پر کھڑے ہو کر آپ نے یہ جملہ کہہ ہی دیا

قدمي هذه علي رقبة كل ولي الله. میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اس دور کے تمام حاضر اور غیر حاضر اولیا نے تصدیق کے لیے اپنی گردنیں جھکا لیں۔

احیائے دین

اس مقام قطبیت اور غوثیت کے حصول کے بعد آپ پر احیائے دین کی ذمہ داری ڈالی گئی اور آپ نے اپنے خطبات اور دروس سے احیائے دین کا کام شروع کیا۔ آپ کے

[1] باز الله الأشهب، ص ٧٢.

دروس اور وعظ میں ایسا اثر ہوتا کہ مسلم تو مسلم غیر مسلم بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ الفتح الربانی میں لکھا ہے کہ آپ کے ہاتھ پر کم از کم ۵۰۰ لوگوں نے اسلام قبول کیا اور ۲۰ ہزار سے زائد نے توبہ کی۔ ابن العماد لکھتا ہے: آپ کے ہاتھ پر اکثر اہل بغداد نے توبہ کی اور بغداد کے اکثر یہودی اور عیسائی مسلمان ہوئے۔ بہجۃ الاسرار میں شیخ عبد القادر جیلانی کا یہ قول درج ہے: "اللہ تعالی نے چاہا کہ مجھ سے سب مخلوق کا بھلا ہو، چنانچہ میرے ہاتھ پر ۵۰۰ سے زائد یہودیوں اور عیسائیوں نے اسلام قبول کیا اور جو لوگ تائب ہوئے ان کی تعداد تو ایک لاکھ سے بھی زائد ہے... اور یہ بہت بڑی نیکی ہے۔"[1]

کرامات

جہاں تک شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات کا تعلق ہے تو ان کی ایک کثیر تعداد ہے اور یہ تواتر سے نقل ہوئی ہیں۔ آپ کی کرامات سے کتابیں بھری پڑی ہیں اور ان پر مستقل کتب لکھی گئی ہیں۔ آپ کی کرامات کا سلسلہ تو آپ کی ولادت سے ہی شروع ہو گیا تھا۔ ہم یہاں پر اختصار کے پیش نظر آپ کی کرامات بیان نہیں کر رہے جو کوئی آپ کی کرامات کے بارے میں پڑھنا چاہتا ہے تو وہ بہجہ الاسرار، قلائد الجواہر یا اس طرح کی دیگر کتب کا مطالعہ کرے، البتہ ہم یہاں کرامت کے بارے میں شیخ عبد القادر جیلانی کا نظریہ نقل کرتے ہیں، بہجہ الاسرار میں شیخ عبد القادر جیلانی سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون کے مطابق عمل پر استقامت ہی ولی کی اصل کرامت ہے۔ راز ولایت کا افشا خامی ہے اور ولایت کی خوشبو کی طلب میں رہنا کرامت ہے۔ کرامت در اصل فیض الہی کے واسطے سے، نور کلی کے سر چشمے سے نور حق کا ولی کے قلب پر انعکاس ہے، اور یہ ولی پر اس کے اختیار کے بغیر ظاہر ہوتا ہے۔"[2]

---

[1] بهجة الأسرار، ص ٩٦ . باز الله الأشهب، ص ٧٦.
[2] بهجة الأسرار، ص ٣٩ باز الله الأشهب، ص ٨٠.

پھر آپ کرامت کی طرف نظر کرنے کو بھی حجاب تصور کرتے ہیں فرماتے ہیں:
مرید صادق کا مطمح نظر کبھی کرامت نہیں ہونی چاہیے، ... کیونکہ یہ اس وقت تک رب سے حجاب کا باعث ہے جب تک وہ حق تعالی تک نہ پہنچ جائے، جب وہ حق تک پہنچ گیا پھر اسے کرامات نقصان نہیں پہنچا سکیں گی... کرامت اس کا اور اس کے رب کا معاملہ ہے اسے عام لوگوں کے سامنے ظاہر نہیں کرنا چاہیے ہاں اگر ظہور کا ہی حکم ہو؛ کیونکہ کرامت چھپانا ہی ولایت کی اولین شرط ہے، جیسا کہ معجزات کا اظہار نبوت اور رسالت کی شرط ہے، تاکہ نبوت اور ولایت کا فرق قائم رہے۔ [1]

تالیفات

ڈاکٹر یوسف محمد طہ زیدان اپنی کتاب باز اللہ الاشہب میں لکھتے ہیں: ہمارے شیخ سید عبد القادر الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بہت سی کتب منسوب کی جاتی ہیں، جن میں سے کچھ صحیح النسبت اور مستند ہیں جبکہ کچھ دیگر غلط منسوب ہیں۔ ہم یہاں پر ان کتابوں کا تذکرہ کرتے ہیں جن تک ہماری رسائی ممکن ہو سکی۔

۱- فتوح الغیب: یہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مقالات کا مجموعہ ہے جس میں ۷۸ مقالات رشد و ہدایت درج ہیں۔ اس کتاب کی نسبت آپ کی جانب درست ہے اور اس کی سب سے پہلی شرح امام ابن تیمیہ نے کی۔ اس کتاب کے بہت سے خطی نسخے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں جن میں پیرس، استنبول، قاہرہ اور مکتبہ الحضرۃ القادریہ بغداد اہم ہیں۔

۲- الفتح الرباني والفيض الرحماني: یہ شیخ کی مشہور کتاب ہے جس میں ۳ شوال سن ۵۴۵ھ سے لے کر یکم رجب ۵۴۶ ہجری کے درمیان آپ کے خطبات اور ملفوظات

[1] الغنية لطالبي طريق الحق، ص ١٢٤٨ باز الله الأشهب، ص ٨٠.

کو جمع کیا گیا۔ بعض مصادر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آپ کے خلیفہ عفیف الدین بن المبارک نے جمع کیے اور شاید اس کتاب کا عنوان الفتح الربانی بھی انہی کا تجویز کردہ ہے۔ ترکی کے مختلف کتب خانوں میں اس کتاب کے خطی نسخے موجود ہیں جن میں داماد زادا، سلیم آغا اور مکتبہ آصفیہ اہم ہیں۔

۳- جلاء الخاطر في الباطن والظاهر: یہ شیخ کی مجالس کا تیسرا مجموعہ ہے جن میں وہ مجالس شامل ہیں جو سن ۵۴۶ھ کے ماہ رمضان المبارک میں خطبات کی شکل میں بیان ہوئیں۔ اس نسبت سے یہ کتاب "الفتح الربانی" کی تکمیل ہے کیونکہ دونوں کا انداز ایک سا ہے۔ یہ کتاب سن ۱۹۹۴ میں عربی میں دمشق سے شائع ہوئی۔ اس کا ایک بہترین نسخہ مکتبہ سلیمانیہ استنبول اور دوسرا مکتبہ الحضرۃ القادریہ بغداد میں موجود ہے۔

٤- الغُنية لطالبي طريق الحق: یہ آپ کی سب سے مشہور کتاب ہے جس میں آپ نے شریعت اور طریقت کو یکجا کیا ہے۔ آپ نے یہ کتاب چند احباب کی فرمائش پر تالیف کی جو طریقت اور حقیقت، فرائض و سنن، معرفت عزو جل، قرآن و حدیث اور اخلاق صالحین کی معرفت کے طلب گار تھے۔[1]

٥- أوراد الجيلاني: اس سے مراد وہ تمام اوراد، وظائف یا دعائیں ہیں جو شیخ عبد القادر جیلانی سے منسوب کی جاتی ہیں۔ ان کی حتمی نسبت کے بارے میں ہم کچھ کہنے سے قاصر ہیں، ان میں یہ اوراد شامل ہیں:

a. أوراد الأيام السبعة

b. أوراد الأوقات الخمسة

---

[1] بعض محققین کی رائے میں اس کتاب میں الحاقی عبارات شامل ہیں لہذا اس کے قدیمی مخطوطات اور تحقیق شدہ عربی متن پر ہی بھروسا کرنا چاہیے۔

c. ورد الصلاۃ الکبریٰ

d. حزب الرجاء

e. حزب الوسیلۃ

f. الصلاۃ الصغریٰ

g. الصلوات التسع

اب ہم کچھ اُن کتابوں کا تذکرہ کرتے ہیں جن کی نسبت حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی جانب درست نہیں، لیکن بہت سے اداروں نے یہ آپ کے نام سے شائع کر دی ہیں۔

۱- سر الأسرار: فاضل ڈاکٹر زیدان کی رائے میں یہ ایسا عنوان ہے جس کے تحت مختلف رسالے شیخ عبد القادر جیلانی سے منسوب کیے گئے ہیں۔ اسی طرح جلاء الخاطر کے محقق خالد الزرعی اور عبد الناصر السری لکھتے ہیں کہ ہماری تحقیق سے طبع شدہ کتاب سر الاسرار بھی شیخ عبد القادر جیلانی کی کتاب نہیں اس بات کا اندازہ ہمیں کتاب کو طبع کرنے کے بعد مزید تحقیق سے ہوا۔[1]

۲- الفیوضات الربانیۃ: کچھ حضرات اسے سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف لکھتے ہیں لیکن یہ ایک مشہور کتاب ہے جس میں شیخ کے اوراد، قصائد اور مناقب کو جمع کیا گیا ہے اور اسے شیخ اسماعیل بن محمد سعید القادری نے جمع کیا ہے۔

۳- تفسیر القران الکریم: حال ہی میں محمد فاضل جیلانی کی تحقیق سے ترکی اور بعد میں عرب دنیا سے شیخ عبد القادر کے نام سے شائع ہونے والی عظیم تفسیر بھی ان کی حقیقی

[1] جلاء الخاطر فی الظاهر والباطن، ص ۱۲.

تالیف نہیں بلکہ منسوب ہے۔ عرب دنیا کے بہت سے محققین کے نزدیک یہ بالیقین منسوب ہے۔

اسی طرح مزید منسوب کتابوں کے نام کچھ یوں ہیں:

۱- تنبیه الغبي إلى رؤية النبي: نسخة مخطوطة بمكتبة الفاتيكان بروما.

۲- الرد على الرافضة: منسوب له وهو لمحمد بن وهب نسخة مخطوطة في المكتبة القادرية ببغداد.

۳- معراج لطيف المعاني.

٤- يواقيت الحكم.

۵- الكبريت الأحمر

٦- جوهرة الكمال

۷- مختصر في المعادن

۸- جواهر الرحمن

۹- تحفة المتقين وسبيل العارفين

۱۰- المواهب الرحمانية

۱۱- خصائص المصطفى

وفات

آپ کی وفات سن ۵۶۱ ھ میں ہوئی، اس وقت آپ کی عمر مبارک ۹۱ برس تھی۔ آپ کا سن پیدائش ووفات اس شعر کے اعداد سے ظاہر ہوا۔

إن باز الله سلطان الرجال   جاء في عشق ومات في كمال

آپ ربیع الآخر کی ۱۰ تاریخ کو شب ہفتہ اپنے رب سے جاملے۔ اس رات آپ کی اولاد اور احباب آپ کے سرہانے ہی تھے، آپ نے فرمایا:

میں مغز ہوں جس پر چھلکا نہیں
میرے، تمہارے اور مخلوق کے درمیان
اتنی دوری ہے جتنی زمین و آسمان میں حائل ہے
مجھے کسی جیسا مت کہنا
اور نہ ہی کسی کو مجھ جیسا سمجھنا

جب آپ کے بیٹے عبد العزیز نے آپ کی بیماری کا پوچھا تو بولے:

کوئی مجھ سے کچھ نہ پوچھے
میں اللہ عزوجل کے علم کے مطابق چل رہا ہوں
میری بیماری کوئی نہیں جانتا، اور نہ ہی انسانوں جنوں اور فرشتوں میں سے کوئی اسے سمجھ سکتا ہے۔
اللہ کا حکم اس کے حکم کے سوا مکمل نہیں ہوتا
حکم تبدیل ہوتا ہے لیکن علم نہیں
وہ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے لکھتا ہے اسی کے پاس ام الکتاب ہے۔

خطبات و نصائح

شیخ سید عبد القادر الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ

کتاب الفتح الربانی آپ کی ان مجالس کا مجموعہ ہے جو آپ نے خاص و عام کو نصیحت کی غرض سے منعقد کیں۔ یہاں ہم آپ کے انہی خطبات سے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں:

اپنی اصلاح سب سے پہلے ہے

(اے غلام!) سب سے پہلے اپنے نفس کو نصیحت کر پھر دوسروں کو، تجھے خاص اپنے نفس کی فکر کرنی چاہیے اور جب تک اپنی اصلاح مکمل نہ ہو جائے دوسروں کی اصلاح کی فکر نہ کر کیونکہ تو خود اندھا ہے دوسروں کو کیا راہ دکھائے گا؟

(اے غلام!) تیری توجہ صرف انہی کاموں میں نہ ہو کہ تو کیا کھائے گا، کیا پیئے گا، کیا پہنے گا، کس سے شادی کرے گا؟ تیرا گھر کیسا ہونا چاہیے اور تیرے پاس کتنا مال و متاع ہو؟ یہ سب تو نفسانی خواہشات ہیں۔ تجھ میں حق تعالی اور قلبی معاملات کی طلب کہاں، تیری طلب رب عزو جل اور اس کا قرب ہونا چاہیے۔ (مجلس-۱)

اللہ اور رسول کی محبت

ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور بولا: میں آپؐ سے محبت کرتا ہوں، آپؐ نے فرمایا: "فقر کی چادر اوڑھنے کے لیے تیار ہو جا۔" ایک دوسرا شخص آیا اور بولا: میں اللہ عزو جل سے محبت کرتا ہوں، فرمایا: "مصائب کی چادر اوڑھنے کی تیاری کر۔" اللہ اور رسول کی محبت فقر اور مصائب کے ساتھ ہے۔ (مجلس-۱)

باطنی اور ظاہری لباس

(اے غلام!) تیرے پھٹے پرانے کپڑوں اور سادہ خوراک میں بڑائی نہیں بلکہ دل کا زہد ہی بڑائی ہے۔ سب سے پہلے باطن میں اونی لباس پہن پھر اس کو ظاہر پر لا، پہلے اپنے باطن کی اصلاح کر، پھر اپنے قلب کی، پھر اپنے نفس کی اور پھر اپنے اعضا کی۔ (مجلس-۲)

دنیاوی نعمتوں کی طلب

اے فقیر! امیری کی طلب مت رکھ کیونکہ یہ تیری بربادی کی وجہ بن سکتی ہے۔ اے مریض! عافیت کا طالب مت ہو کہیں یہ تیری تباہی کا موجب نہ ہو، عقل سے کام لے اپنے ثمر کو سنبھال تیری تعریف کی جائے گی، جتنا تجھے حاصل ہے اس پر قناعت کر اور زیادہ کا طالب مت ہو۔ (مجلس-۳)

دنیا سے بچ

(اے غلام!) کبھی خالق کا شکوہ مخلوق سے نہ کر بلکہ مخلوق کا شکوہ خالق سے کر؛ کیونکہ وہی ہر ایک پر قادر ہے۔ اسی طرح دنیا کے سمندر سے بچ؛ کیونکہ اس میں ایک کثیر تعداد غرق ہوئی اور چند لوگ ہی بچ پائے۔ یہ ایسا گہرا سمندر ہے کہ اس سے کوئی نہیں بچ سکتا، ہاں جسے اللہ تعالیٰ خود بچانا چاہے۔

(اے غلام!) دنیا کی طلب میں اس جیسا نہ ہو جو رات کو لکڑیاں اکھٹی کرنے نکل پڑے، وہ نہیں جانتا کہ اندھیرے میں وہ کیا اکٹھا کر رہا ہے، میں دیکھ رہا ہوں کہ تو اندھیری رات میں لکڑیاں اکٹھی کر رہا ہے۔ تجھے دن کی روشنی میں لکڑیاں اکٹھی کرنی چاہییں تاکہ تجھے کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اپنے معاملات میں توحید، شریعت اور تقویٰ کے سورج کو ساتھ رکھ، یہ نہ ہو کہ خواہش، نفس، شیطان اور شرک تجھے اپنے جال میں پھنسا لیں۔

دین کی بربادی علم سے دوری

تمہارے دین کی بربادی چار چیزوں میں ہے:

۱- جو تم جانتے ہو اس پر عمل نہیں کرتے۔

۲- اور جو عمل کرتے ہو وہ جانتے نہیں۔

۳- اور جو نہیں جانتے وہ سیکھتے نہیں، اور جاہل بنے رہتے ہو۔

۴- اور تم لوگوں کو علم سکھانے والے علما کو بھی ایسا کرنے سے روکتے ہو۔ (مجلس-۵)

مومن مومن کا آئینہ ہے

مومن اپنے بھائی کا آئینہ ہے اسے وہ کچھ دکھلاتا ہے جو اس سے مخفی ہے، اس کی نیکیوں اور برائیوں میں فرق کرتا ہے، جانتا ہے کہ اس کے حقوق اور فرائض کیا ہیں۔ پاک ہے وہ ذات جس نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ میں اس کی مخلوق کو نصیحت کروں اور اسے میرا عظیم مقصد بنایا۔ میں تمہارا خیر خواہ ہوں اور اس عمل پر تم سے بدلے کا خواہاں نہیں، اپنی آخرت میں اپنے رب کے پاس پا چکا، نہ میں دنیا کا طالب ہوں اور نہ ہی اس کا اور آخرت کا بندہ ہوں۔ میں اللہ عزوجل کے سوا کسی کا غلام نہیں، میں تو بس الواحد الاحد القدیم خالق کا عبادت گزار ہوں۔ تمہاری کامیابی میں مجھے خوشی ہے اور تمہاری بربادی مجھے غم ناک کرتی ہے۔ (مجلس-٦)

مصیبت اور آزمائش

مومن کو اس بات کا یقین ہے کہ اللہ عزوجل اسے جس مصیبت میں بھی مبتلا کرتا ہے تو اس میں اس کی کوئی مصلحت ہوتی ہے، چاہے یہ دنیاوی ہو یا اخروی، چنانچہ وہ آزمائش سے راضی رہتا ہے مصیبت پر صبر کرتا ہے اور اپنے رب عزوجل کو مورد الزام نہیں

ٹھہراتا۔ (مجلس۔۹)

رب تعالیٰ سے حیا کرنا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم مجھ سے اسی طرح حیا کر جس طرح تو اپنے نیک پڑوسی سے حیا کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب بندہ اپنے گھر کے دروازے بند کر لیتا ہے، کھڑکیوں پر پردے ڈال دیتا ہے، سب لوگوں سے چھپ جاتا ہے اور اکیلے میں کوئی گناہ کرتا ہے تو اللہ عزوجل فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو نے مجھے دیکھنے والوں میں بھی سب سے کم رتبہ دیا۔ (یعنی تو سب سے چھپ کر میرے سامنے گناہ کرتا ہے اور مجھ سے حیا نہیں کرتا)۔ (مجلس۔۹)

تلقین کرنا مگر خود عمل نہ کرنا

خرابی ہو تیری! تو قرآن حفظ تو کرتا ہے لیکن اس پر عمل نہیں کرتا۔ تو رسول خدا ﷺ کی احادیث یاد تو کرتا ہے لیکن ان پر عمل نہیں کرتا۔ پھر تو یہ کیوں کرتا ہے؟ لوگوں کو نیک اعمال کی ترغیب دلاتا ہے اور خود نہیں کرتا، انہیں برائیوں سے بچنے کا کہتا ہے پر خود نہیں بچتا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: ﴿اللہ کے ہاں یہ چھوٹی بات نہیں کہ تم وہ باتیں کرو جو خود نہیں کرتے﴾ (الصف:۳)(مجلس۔۱۰)

مخلوق کی پروانہ کر

(اے غلام!) اگر تو سینے کی وسعت اور دل کی پاکیزگی چاہتا ہے تو لوگوں کی باتوں پر کان مت دھر، اور نہ ہی ان کی طرف متوجہ ہو۔ کیا تو نہیں جانتا کہ وہ تو اپنے خالق سے راضی نہیں تجھ سے راضی کیا ہوں گے؟ کیا تو نہیں جانتا کہ ان میں سے اکثر نہ تو عقل رکھتے ہیں نہ نظر رکھتے ہیں اور نہ ہی ایمان؟ بلکہ تکذیب کی روش اختیار کیے ہوئے ہیں اور تصدیق سے دور ہیں۔ (مجلس۔۱۰)

کلام اللہ مخلوق نہیں

(اے لوگو!) کتاب اللہ کا احترام اور ادب کرو کیونکہ یہی تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان رابطہ ہے۔ اسے مخلوق مت کہو، اللہ عزوجل تو کہتا ہے یہ میرا کلام ہے اور تم کہتے ہو کہ نہیں۔ جس کسی نے اللہ عزوجل کی بات رد کی اور قرآن کو مخلوق کہا تو اس نے کفر کیا اور قرآن اس سے بری ہے۔ یہی قرآن تلاوت کیا جاتا ہے، پڑھا جاتا ہے سنا جاتا ہے دیکھا جاتا ہے اور یہ کلام مصاحف میں لکھا ہے۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے: قلم مخلوق ہے لیکن اس نے جو لکھا وہ مخلوق نہیں، قلب مخلوق ہے لیکن اس نے جو حفظ کیا وہ مخلوق نہیں۔ (مجلس -۱۱)

مرید حق تعالی

(اے غلام!) تیری حق تعالی سے ارادت درست نہیں اور نہ ہی تو اس کا مرید ہے، کیونکہ جو کوئی ارادۂ حق ہونے کا دعوی کرے لیکن اس کے غیر کا طالب ہو تو اس کا دعوی جھوٹا ہے۔ دنیا کے مرید تو بہت ہیں لیکن آخرت کے مرید تھوڑے ہیں، جبکہ حق تعالی کے مرید جو کہ اپنے ارادے میں سچے ہیں وہ قلیل میں سے قلیل ہیں بلکہ نہ ہونے کے برابر ہیں، جیسے کہ کبریت احمر ہوتی ہے۔ (مجلس -۱۲)

موت

(اے غلام!) شاید کل تو روئے زمین پر نہ ہو، شاید یہ تیرا آخری وقت ہو۔ یہ کیسی غفلت ہے، تمہارے دل کس قدر سخت ہیں۔ ... تم صبح و شام قرآن سنتے ہو، تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں اور پہلوں کے قصے سنائے جاتے ہیں، لیکن تم غور نہیں کرتے، نہ گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہو اور نہ تم میں تبدیلی نظر آتی ہے۔ جو جو یہاں موجود ہے اگر اس نے نصیحت نہ پکڑی تو وہ برا ساتھی ہے۔ (مجلس -۱۲)

مصائب سے مت بھاگ

مصائب سے مت بھاگ کیونکہ مصائب اور صبر ہی ہر بھلائی کی اساس ہے۔ نبوت، رسالت، ولایت، معرفت اور محبت کی بنیاد مصیبت ہے، اگر تو نے تکالیف پر صبر نہ کیا تو تیری کوئی بنیاد نہیں۔ اور عمارت بنیاد پر ہی قائم کی جاسکتی ہے، کیا تو نے کبھی کوڑے کے ڈھیر پر بھی کوئی گھر تعمیر ہوتا دیکھا ہے؟ تو مصیبتوں اور آفات سے اسی لیے بھاگتا ہے کیونکہ تجھے ولایت، معرفت اور قرب الٰہی کی ضرورت نہیں۔ صبر کر اور عمل کیے جا تاکہ تیرے دل اور تیری روح میں قرب حق تعالیٰ کا دروازہ کھل سکے۔ (مجلس-۱۲)

دنیا آخرت کی کھیتی

(اے غلام!) دنیا پر آخرت کو ترجیح دے تو ان دونوں میں کامیاب ہوگا۔ لیکن اگر تو نے آخرت پر دنیا کو برتری دی تو اس کی سزا میں ان دونوں کا خسارہ اٹھائے گا۔ تو کیسے اس چیز کی طلب میں مصروف ہو سکتا ہے جس کا تجھے حکم ہی نہیں دیا گیا۔ (مجلس-۱۳)

رزق کی فکر نہ کر

(اے غلام!) کبھی اپنے رزق کی فکر نہ کر کیونکہ وہ تجھے اس سے زیادہ شدت سے ڈھونڈ رہا ہے جتنی شدت سے تو اسے ڈھونڈ رہا ہے۔ جب آج کا رزق حاصل ہو جائے تو کل کے رزق کی پروا چھوڑ دے۔ جیسے تو نے گزرے کل کی فکر چھوڑ دی، آنے والے کل کا کیا بھروسا تو دیکھ بھی پائے گا یا نہیں، بس آج کی فکر کر۔ اگر تو حق تعالیٰ کی معرفت رکھتا تو رزق کی فکر چھوڑ کر اس میں مشغول ہوتا، اس کی ہیبت تجھے اس سے مانگنے سے روکتی ہے؛ کیونکہ جو اللہ کی معرفت حاصل کر لیتا ہے اس کی زبان گنگ ہو جاتی ہے۔ عارف حق تعالیٰ کے سامنے گونگا ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اسے مخلوق کے فائدے کے لیے ان کی طرف بھیجے۔ پھر جب وہ اس پر مخلوق کو نصیحت کرنے کی ذمہ داری ڈالتا ہے تو اِس کی زبان سے ہر

طرح کا گونگا پن اور لکنت دور ہو جاتی ہے۔ (مجلس-۱۷)

تمہارے اعمال تمہارے عمّال

تمہارے اعمال تمہارے عمال ہیں، عمل تو دوزخیوں والے ہوں اور اللہ سے جنت کی امید ہو، تو جنتیوں کے اعمال کے بغیر کیسے جنت کی امید رکھ سکتا ہے؟

ظاہری اور باطنی جہاد

(اے غلام!) اللہ تعالی نے تجھے دو طرح کے جہاد کا حکم دیا: ایک ظاہری جہاد اور دوسرا باطنی جہاد۔ باطنی جہاد نفس، خواہش، مزاج، طبیعت اور شیطان کے خلاف ہے؛ یہ تیرا گناہوں، کوتاہیوں سے توبہ کرنا، اس توبہ پر قائم رہنا اور شہوات اور حرام چیزوں کو ترک کرنا ہے۔

جبکہ ظاہری جہاد تیروں، تلواروں، نیزوں ڈھالوں کے ذریعے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں کے خلاف لڑنا ہے جس میں تم بھی مارے جاتے ہو اور وہ بھی۔ بیشک باطنی جہاد ظاہری جہاد سے مشکل ہے، اور مشکل بھی کیوں نہ ہو یہ تو ہر ہر لمحے کا جہاد ہے جس میں نفس کی پسندیدہ چیزوں کو چھوڑنا پڑتا ہے اور شریعت کے اوامر اور نواہی کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ جو کوئی ان دونوں جہادوں میں اللہ کا حکم مانتا ہے تو وہ دنیا اور آخرت میں اس کا صلہ پاتا ہے۔ (مجلس-۱۸)

اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے کرتے ہو

(اے لوگو!) میری بات مانو کیونکہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں، مجھے طعنہ مت دو کیونکہ میں تمہارے لیے بھی وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں، نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ”کسی ایمان والے کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے کرتا ہے۔“ یہ ہمارے

آقا، ہمارے سربراہ، ہمارے بڑے، ہمارے سردار، ہمارے سفیر اور ہمارے شفیع، وقت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک تمام انبیا مرسلین اور صدیقین کے امام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ آپؐ نے اس شخص کے ایمان کے کامل ہونے کی نفی کی جو اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہ پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے کرتا ہے۔ اگر تم میں سے کوئی اپنے لیے مزیدار کھانے، بہترین کپڑے، اچھا گھر، خوبصورت چہرے اور بہت سامال پسند کرتا ہے لیکن اپنے مومن بھائی کے لیے یہ چیزیں پسند نہیں کرتا تو وہ اپنے کمالِ ایمان کے دعوے میں جھوٹا ہے۔ (مجلس -۱۸)

کم پر قناعت

کم پر قناعت کر اور اپنے نفس کو اسی پر مجبور کر اگرچہ سابق علم یعنی تیری تقدیر کی وجہ سے زیادہ بھی آجائے، لیکن اگر تو نے کم پر قناعت کی تو تیرا نفس ہلاک نہ ہو گا اور یہ وہ سب بھی پائے گا جو اس کی تقدیر میں لکھا ہے۔

حسن البصری رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے: ایک مومن کے لیے اتنا ہی کافی ہے جتنا ایک صدمے کے مارے کو کافی ہوتا ہے؛ ایک مٹھی کھجور اور ایک گھونٹ پانی۔ مومن اپنا پیٹ پالتا ہے جبکہ کافر مزے لیتا ہے، مومن اس لیے پیٹ پالتا ہے کیونکہ وہ سفر میں ہے ابھی منزل تک نہیں پہنچا، اسے پتا ہے کہ جس جگہ وہ جا رہا ہے وہاں اس کے لیے سب کچھ موجود ہے۔ جبکہ کافر کی نہ کوئی منزل ہے اور نہ کوئی مقصد۔ (مجلس - ۱۸)

اصل محبت

(اے غلام!) یہ جو تو حسین چہرے دیکھ کر انہیں دل دے بیٹھتا ہے تو یہ ناقص محبت ہے۔ ایسی کامل محبت جس میں کبھی کمی نہیں آتی وہ اللہ عزوجل کی محبت ہے، جسے تو اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھتا ہے، یہی سچے روحانی لوگوں کی محبت ہے، وہ صرف ایمان (یعنی بغیر دیکھے ہی) محبت نہیں کرتے بلکہ دیکھ کر یقین سے محبت کرتے ہیں، جب ان کی

آنکھوں سے پردے ہٹے تو انہوں نے غیب میں وہ کچھ دیکھا جس کا بیان ممکن نہیں۔ (مجلس-۲۰)

حجاب

دنیا آخرت کا حجاب ہے اور آخرت دنیا اور آخرت کے رب کا حجاب ہے۔ ساری مخلوق خالق عزوجل کا حجاب ہے، تو کسی طرح بھی اس کے پاس جا وہ حجاب ہے، لہذا مخلوق کی طرف نظر مت کر، اور خود کو دنیا اور ماسوا حق تعالی سے بے پروا کر لے یہاں تک کہ تو حق تعالی کے دروازے تک نہ پہنچ جائے۔ (مجلس-۲۱)

حساب و عذاب

(اے لوگو!) عنقریب تم مرنے والے ہو! اس سے پہلے کہ کوئی تم پر روئے تم اپنے نفوس پر آنسو بہاؤ۔ ایک انجان انجام پر تم کثرت سے گناہ کیے جا رہے ہو۔ تمہارے دل دنیا کی حرص اور محبت میں بیمار ہیں لہذا ترک دنیا، زہد اور حق تعالی کی طرف لوٹ کر ان کا علاج کرو۔ دین کی سلامتی ہی اصل سرمایہ ہے جبکہ نیک اعمال تو منافع ہیں۔ جس چیز کی طلب تمہیں سرکش بنائے اسے چھوڑ دو اور جس سے تمہارا گزارا چل سکے اُسی پر قناعت کرو۔ عقل مند تو (دنیا کی) کسی چیز پر خوشی نہیں مناتا؛ اس کا حلال حساب ہے اور اس کا حرام عذاب ہے، تم میں سے اکثر یہ حساب اور یہ عذاب بھلا بیٹھے ہیں۔ (مجلس-۲۲)

فقر و محتاجی

جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعوی کیا تو اپنا تمام مال و متاع آپ کی خدمت میں پیش کر دیا یہاں تک کہ خود پر آپؐ کا رنگ یعنی رنگِ فقر چڑھا لیا، پھر ظاہر اور باطن، پوشیدہ اور علانیہ آپ کی موافقت کی۔ اور ایک تو ہے کہ صالحین کی محبت کا دعوی کرتا ہے اور ان سے اپنے درہم اور دینار چھپاتا ہے جبکہ تو ان کا

قرب اور صحبت بھی چاہتا ہے، ہوش کر یہ تو جھوٹی محبت ہے۔ محبت کرنے والا بھی کبھی اپنے محبوب سے کچھ چھپاتا ہے بلکہ وہ تو ہر چیز پر اپنے محبوب کو ترجیح دیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ فقر و فاقہ تو ایسا لگا کہ الگ نہ ہوا، اسی وجہ سے آپؐ نے فرمایا: ''جو مجھ سے محبت کرنا چاہتا ہے تو فقر اسے میرے قریب اتنی جلدی لے آئے گا جتنی جلدی پانی اوپر سے نیچے نہیں گرتا۔'' ... لہذا رسول اللہ ﷺ سے محبت کی شرط فقر ہے جبکہ اللہ سے محبت کی شرط مصیبتوں میں گھِر جانا ہے۔ (مجلس-۲۸)

حقیقی صحبت پیر

(اے غلام!) تو نے میرے ہاتھ پر توبہ کی پھر میری صحبت اختیار کی، اگر تو میری بات ہی نہیں مانے گا تو تجھے کیا فائدہ، کیا تو بغیر معنی کے صورت کا متلاشی ہے؟ جو میری صحبت اختیار کرنا چاہتا ہے وہ میری بات مانے اور اس پر عمل کرے، اور جیسا میں بتاؤں ویسا کرے نہیں تو میری صحبت بھی چھوڑ دے، ورنہ فائدے کی بجائے الٹا نقصان ہو گا۔ ... میں تمہارا کیا کروں؟ میں تمہیں کتنا بتاتا ہوں لیکن تم میری بات ہی نہیں سنتے، یہ سب میں تمہارے لیے ہی کر رہا ہوں ؛نہ مجھے تمہارا کوئی خوف ہے اور نہ تم سے کچھ امید، میں دیہاتی یا شہری، امیر و غریب، آقا و غلام کے درمیان فرق نہیں کرتا، اور یہ معاملہ بھی تمہارے ہاتھ نہیں۔ (مجلس-۴۳)

اولیا اللہ کی غلامی

اے غلام! اولیا اللہ کی غلامی اختیار کر، کیونکہ دنیا اور آخرت ان کی خادم ہے، یہ جب چاہتے ہیں اللہ کے حکم سے اس میں سے لے لیتے ہیں۔ (مجلس-۴۵)

شکوہ و شکایت

کبھی کسی سے شکوہ و شکایت نہ کر، کیونکہ اگر تو کسی سے شکوہ و شکایت کرے گا تو

حق تعالی کی نظر سے گر جائے گا اور کچھ حاصل وصول نہ ہو گا۔ اپنے کسی عمل پر غرور یا فخر مت کر کیونکہ غرور اعمال کو برباد کر دیتا ہے۔ (مجلس - ۴۹)

طلب علم

(اے غلام!) پہلے مخلوق سے سیکھ اور پھر خالق سے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے تو اللہ اسے وہ علم سکھاتا ہے جو وہ نہیں جانتا۔" سب سے پہلے مخلوق سے سیکھنا ضروری ہے اور یہی حکم ہے، پھر دوسرے نمبر پر خالق سے سیکھ؛ جو کہ علم لدنی ہے؛ یہ دلوں سے مخصوص علم اور رازوں سے مخصوص راز ہے۔ تو استاد کے بغیر کیسے کچھ سیکھ سکتا ہے؟ تو دار حکمت میں ہے لہذا علم کی طلب میں رہ کیونکہ اس کا طلب کرنا فرض ہے، نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: "علم کی طلب میں رہ چاہے تجھے چین ہی جانا پڑے۔" (مجلس-۴۹)

مخلوق خدا

(اے غلام!) مخلوق خدا کی طرف بقا کی نظر سے مت دیکھ بلکہ انہیں فنا کی نظر سے دیکھ۔ ان کو نفع اور نقصان کی نظر سے مت دیکھ بلکہ انہیں عاجزی اور کمزوری کی نظر سے دیکھ۔ اللہ کو یکتا جان اور اسی پر بھروسا کر۔ (مجلس-۵۲)

ولایت کی پہچان

آزمائش اور مصیبت تو لازم ہے خاص طور پر دعوے داروں کے لیے، اگر آزمائش اور مصیبت نہ ہوتی تو کثیر تعداد میں لوگ ولایت کے دعوے دار ہوتے۔ ولی کی نشانی یہ ہے کہ وہ مخلوق کی اذیتوں پر صبر اور در گزر کرتا ہے۔ اولیا اللہ تو مخلوق کی ایذا رسانیوں سے اندھے ہوتے ہیں ان کی طرف سے کی گئی باتوں پر بہرے، یہ تو اپنا آپ ان کو سونپ چکے ہوتے ہیں۔ "تیرا کسی چیز سے محبت کرنا تجھے اندھا بہرہ کر دیتا ہے۔" انہوں نے حق

تعالی سے محبت کی لہذا اس کے ماسوا سے اندھے اور بہرے ہو گئے۔ یہ مخلوق کے ساتھ نرم دلی اور اچھے اخلاق سے پیش آتے ہیں لیکن کبھی کبھار غیرت الٰہی کی وجہ سے ان پر غضبناک بھی ہوتے ہیں۔ یہ طبیب کی طرح ہیں اور جانتے ہیں کہ ہر مرض کی الگ دوا ہے۔ کیا کبھی طبیب تمام مریضوں کا علاج ایک ہی دوا سے کرتا ہے؟ (مجلس-۵۳)

خواب میں نصیحت

حضرت شیخ سید عبد القادر الجیلانی فتوح الغیب میں لکھتے ہیں: میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک مسجد میں کھڑا ہوں اور وہاں منقطع لوگوں کی ایک جماعت ہے، میں کہتا ہوں: کاش فلاں شخص ہوتا اور ان کی رہنمائی کرتا، میں ایک صالح شخص کی طرف اشارہ کرتا ہوں لیکن یہ لوگ میرے ارد گرد جمع ہو جاتے ہیں، ان میں سے ایک بولتا ہے: آپ کس وجہ سے بات نہیں کر رہے؟ میں کہتا ہوں: اگر تم لوگ مجھے راضی کرو تو میں بات کروں گا۔ پھر میں کہتا ہوں: جب تم مخلوق خدا کو چھوڑ کر خدا کی طرف آ جاؤ تو پھر لوگوں سے اپنی زبان سے بھی کچھ نہ مانگو، اور جب ایسا کر لو تو پھر اپنے دلوں میں بھی ان سے سوال نہ کرو کیونکہ دل کا مانگنا بھی زبان کے مانگنے جیسا ہی ہے۔ (فتوح الغیب، مقالہ-۱۵)

خواب میں شیطان سے ملاقات

شیخ عبد القادر الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے ابلیس مردود کو خواب میں دیکھا، میرے ساتھ بہت لوگ تھے، میں نے اسے جان سے مارنا چاہا تو وہ لعین بولا: آپ مجھے کیوں مارتے ہیں؟ میرا کیا قصور ہے؟ اگر تقدیر شر پر جاری ہے تو کسی کے لیے میں اسے خیر کی جانب نہیں موڑ سکتا اور اگر تقدیر خیر پر جاری ہے تو میں اسے شر میں تبدیل نہیں کر سکتا، میرے ہاتھ کیا ہے؟

اس کی شکل کھسروں کی سی تھی اور انہی کی طرح بنا بنا کر بول رہا تھا، بدصورت چہرے، حقیر صورت اور برے کردار کا مالک۔ (فتوح الغیب، مقالہ-۲۱)

معرفت

شیخ عبد القادر الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کہہ رہا تھا: اے وہ جو اپنے نفس سے باطن میں اپنے رب سے شرک کرتا ہے، اور اپنے اخلاق سے ظاہر میں شرک کرتا ہے اور اپنے ارادے سے اپنے عمل میں شرک کرتا ہے۔ میرے ساتھ بیٹھے ایک شخص نے پوچھا: یہ کیسی بات ہے؟ میں نے کہا: یہ معرفت کی بات ہے۔ (مقالہ-۶۳)

تصوف کیا ہے

شیخ فرماتے ہیں: تصوف قیل و قال سے نہیں آتا بلکہ بھوک، مانوس اور اچھی لگنے والی چیزوں کو چھوڑنے سے آتا ہے، تصوف آٹھ خصلتوں پر مبنی ہے:

۱. سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سخاوت۔
۲. سیدنا اسحاق علیہ السلام کی رضا۔
۳. سیدنا ایوب علیہ السلام کا صبر۔
۴. سیدنا زکریا علیہ السلام کا اشارہ۔
۵. سیدنا یحیی علیہ السلام کی وطن دوری۔
۶. سیدنا موسی علیہ السلام کا تصرف۔
۷. سیدنا عیسی علیہ السلام کی سیاحت۔
۸. اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر۔

(مقالہ-۷۵)

پیر سید لعل حسین شاہ
بدر الدین، قادری رزاقی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

حضور سید لعل حسین شاہ بدر الدین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نجیب الطرفین سید ہیں۔ آپ سن ۱۹۱۳ء کو سید گل حسن شاہ صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کی طرف سے نسب حضور غوث صمدانی قندیل نورانی، قطب الطرائق و غوث الخلائق و شمس فلک الحقائق، صاحب سر سبحانی، ابو صالح محی الدین الغوث الاعظم الباز الاشہب، السید شیخ عبد القادر جیلانی، الحسنی والحسینی قدس سرہ العالی سے جا ملتا ہے۔ آپ جناب ابو بکر حافظ تاج الدین سید عبد الرزاق الحسینی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد پاک میں سے ہیں۔ جب کہ آپ کی والدہ ماجدہ کا سلسلہ نسب حضرت شاہ عبد اللطیف المعروف حضرت بری امام سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے ہے۔ اس طرح آپ کو نجیب الطرفین سید ہونے کا شرف حاصل ہے۔

خاندان

آپ کا خاندان عرصہ دراز تک ضلع گجرات کے موضع سونک کلاں میں قیام پذیر رہا لیکن آپ کی ولادت سے قبل آپ کے دادا اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کر کے بارہ کہو کے شمال مغرب میں واقع سُبّن نامی بستی میں آ بسے۔ یہ جگہ اپنی شادابی اور ہریالی کی وجہ سے رہائش کے لیے انتہائی موضوع تھی۔ آج بھی یہاں پر آپ کے خانوادے کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ بستی میں آپ کے آبائی مزارات دیکھے جا سکتے ہیں جن میں زیادہ مشہور حضرت سخی گل شیر بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار اقدس ہے۔

ولادت باسعادت وایام بچپن

شیخ سید لعل حسین شاہ صاحب نومبر سن ۱۹۱۳ء کو پیدا ہوئے۔ بچپن سُبن شریف میں ہی گزرا۔ بچپن سے ہی آپ کو نماز روزہ اور دیگر ارکان اسلام کی پابندی کی تعلیم دی گئی۔ عمر مبارک ابھی آٹھ یا نو برس بھی نہ ہونے پائی تھی کہ آپ پانچ وقت کی نماز مسجد میں با جماعت ادا کرتے۔ آپ کا دل مسجد میں ایسا لگا کہ آپ کے ایام لڑکپن مسجد اور نمازیوں کی خدمت میں ہی بسر ہونے لگے۔ آپ تہجد کے وقت اٹھ جاتے، نماز تہجد اور مناجات کے بعد فجر کی نماز سے پہلے مسجد جاتے اور آنے والے نمازیوں کے لیے پانی گرم کرتے۔ صبح دم جب نمازی آتے اور گرم پانی موجود پاتے تو بہت خوش ہوتے کہ سید گل حسن شاہ صاحب کا بیٹا کتنا خدمت گزار ہے۔ نماز کے بعد آپ کتاب عزیز میں سے معمول کی تلاوت کرتے، اپنے روزانہ کے وظائف پڑھتے اور سورج نکلنے کے بعد گھر آتے اور ناشتہ کرتے۔

بچپن میں آپ کو والد صاحب کی طرف سے یہ حکم ہوا کہ بکریاں چرانے جایا کریں۔ ایک روز آپ بکریاں چرانے گئے، انہیں ایک جگہ جا کر چھوڑ دیا اور خود مطالعے یا وظائف میں مشغول ہو گئے۔ جب شام کو بکریاں واپس لائے تو وہ بھوکی تھیں اور ان کا شکم سیر نہیں ہوا تھا۔ جب والد صاحب کو پتا چلا تو وہ بہت خفا ہوئے۔ دوسرے دن جب آپ گئے تو اس پہاڑی کو فرمایا تیری وجہ سے میری بکریاں بھوکی رہیں اب تجھ پر کبھی گھاس نہیں اُگے گی۔ کہتے ہیں وہ دن تھا اور آج کا دن ہے کہ سرسبز علاقے کی اس پہاڑی پر گھاس نام کی کوئی چیز نہیں۔[1]

تعلیم وتربیت

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے علم دوست گھرانے میں پیدا کیا کہ ہوش سنبھالتے ہی

[1] راوی: مرزا عبد الواحد صاحب۔

آپ کی ابتدائی تعلیم کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ والد ماجد کے ساتھ ساتھ آپ اپنی والدہ کے بھی بہت لاڈلے تھے، آپ کے والدین کو جلد ہی آپ کی پوشیدہ صلاحیتوں کا ادراک ہو گیا، یوں آپ کی ابتدائی دینی اور دنیاوی تعلیم کا مناسب بندوبست کر دیا گیا۔ آپ نے پرائمری امتحان سبن شریف سے ہی پاس کیا لیکن گاؤں میں کوئی مڈل سکول نہ تھا چنانچہ آپ کو مزید تعلیم کے لیے موضع بسالی بھیج دیا گیا جہاں آپ نے اپنے چچا کے گھر میں رہتے ہوئے مڈل اور میٹرک کا امتحان پاس کیا۔

میٹرک پاس کرنے کے بعد آپ سُبن شریف واپس تشریف لے آئے۔ یہ بات زیر نظر رہے کہ آپ کے والد اپنے علاقے کی معزز اور مشہور شخصیت تھے اور لوگوں کو ان سے خاصی عقیدت تھی۔ اس دور کا ایک رواج یہ بھی تھا کہ اکثر پیر اپنے مریدین کے ہاں جاتے تھے جہاں اہل علاقہ سے ملاقات بھی ہو جایا کرتی تھی اور مریدین یا عقیدت مند نظر و نیاز میں بھی اپنا حصہ ڈال دیا کرتے تھے۔ اسی دور کا ایک واقعہ ہے کہ والد صاحب نے آپ کو آپ کے بھائی کے ساتھ کسی مرید کے ہاں بھیجا۔ راستے میں آپ کو یہ خیال آیا کہ سید زادہ ہو کر میں کیوں مانگنے جاؤں۔ آپ نے اپنے بھائی صاحب سے کہا: میں نہیں جا رہا اور واپس چل دیئے۔ ابا جی سے عرض کی: شاہ جی آپ دعا کریں مجھے اللہ تعالی دینے والا ہاتھ دے مانگنے والا نہیں۔ چنانچہ آپ کے والد صاحب نے دعا دی: بیٹا ایسا ہی ہو گا، انشاء اللہ۔ پھر آپ اس غرض سے کبھی کسی کے ہاں نہیں گئے۔ اس دعا کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ فوجی نوکری کے لیے منتخب کر لیے گئے اور آپ کی گزر بسر کا مناسب بندوبست ہو گیا۔[1]

سید لعل حسین شاہ

[1] راوی: مرزا واحد صاحب۔

فوجی نوکری

ابھی عمر مبارک ۱۶ برس کے لگ بھگ تھی جب سن ۱۹۲۹ء میں فوجی بھرتی کی مہم چلی۔ روز گار کے دیگر مواقع نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے نوجوان فوجی نوکری کو ترجیح دینے لگے۔ آپ بھی اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ بھرتی کے لیے گئے اور اِس نوکری کو اپنے لیے بہتر جانا۔ آپ کی سروس بک سے معلوم ہوتا ہے کہ Indian Marine Act کے تحت ۱۸ مارچ ۱۹۲۹ء میں آپ کا اندراج ہوا۔ سب سے پہلے آپ کو HMIS Dalhousie میں seaman boy کے طور پر بھرتی کیا گیا۔ انگریزوں کے قانون کے مطابق بھرتی کے وقت جس لڑکے کی عمر ۱۸ سال سے کم ہو اسے یہی رینک دیا جاتا تھا۔ ۱۸ نومبر ۱۹۲۹ء میں آپ کو اس جہاز سے ڈسچارج کر کے HMIS Baluchi پر تعینات کر دیا گیا۔ آپ نے اس دوسرے جہاز پر تقریباً دو ماہ کا عرصہ ڈیوٹی کے امور سر انجام دیئے اور پھر ۱۰ جنوری ۱۹۳۱ء کو آپ کی ٹرانسفر HMIS Bornwallio پر کر دی گئی۔ اسی جہاز پر تعیناتی کے دوران جب آپ کی عمر ۱۸ سال ہوئی تو قانون کے مطابق آپ کو ۱۸ مارچ ۱۹۳۱ء کو ترقی دے کر Ordinary seaman کا رینک دے دیا گیا۔ پھرے ماہ اس جہاز پر فرائض سر انجام دینے کے بعد آپ کو HMIS Pathan پر ٹرانسفر کر دیا گیا۔

HMIS Hindustani

نوکری کے دوران آپ بھی دیگر ساتھیوں کے ساتھ ضروری کورسز کرتے رہے۔ اسی طرز کے ایک کورس کے لیے ۳۰ نومبر ۱۹۳۱ء کو آپ کو دو ماہ کے لیے Depot Gunnery School بھیج دیا گیا۔ کورس سے واپسی پر آپ نے ۲۹ جنوری ۱۹۳۲ء کو دوبارہ HMIS Pathan پر ڈیوٹی رپورٹ کی۔ ایک ماہ کی مزید سروس کے بعد آپ کا تبادلہ ایک نئے جہاز HMIS Hindustani پر کر دیا گیا۔ دسمبر ۱۹۳۳ء میں آپ کو دوبارہ کورس کے لیے جانا پڑا۔ اس جہاز پر تقریباً دو سال کا عرصہ گزار لینے کے بعد یکم اپریل ۱۹۳۴ء میں آپ کو دوبارہ ترقی نصیب ہوئی اور آپ نے Able Seaman کا عہدہ سنبھالا۔ اسی جہاز پر فرائض سر انجام دیتے ہوئے ۲۷ ستمبر ۱۹۳۴ء کو آسٹریلیا پہنچے اور ۱۸ اکتوبر تک آپ کا قیام جہاز کے ساتھ آسٹریلیا میں ہی رہا۔ اور پھر جنوری ۱۹۳۵ء کو یہ جہاز سنگاپور پہنچا جہاں آپ نے بھی جنگی مشقوں میں حصہ لیا۔[1]

غالباً یہی وہ جہاز تھا جس پر آپ سے کرامات کا ظہور ہوا اور جس کے بعد آپ نے مزید نوکری سے انکار کر دیا اور نوکری سے مستعفی ہو گئے۔ آپ کو ۶ نومبر ۱۹۳۵ء میں HMIS Blive میں ٹرانسفر کر دیا گیا اور ۲۴ نومبر ۱۹۳۵ کو ساحل سمندر پر اتار دیا گیا۔ آپ کی سروس بک سے یہ بات بھی واضح ہے کہ آپ کو ریٹائرمنٹ کے بعد کوئی پنشن یا مالی فائدہ حاصل نہ ہوا، بلکہ آپ نے کچھ بھی لینے سے انکار کر دیا۔

نوکری کے دوران بھی آپ کی عبادت و ریاضت، وردو وظائف، نماز و روزہ حسن اخلاق اور دیگر معمولات میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ ڈیوٹی کے بعد آپ کا زیادہ وقت تنہائی میں گزرتا اور آپ کھیل تماشے یا وقت کے ضیاع کی محافل میں جانے سے گریز کرتے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے بہت جلد اپنے ساتھیوں میں اپنا ایک نمایاں مقام بنا لیا۔ وہ سب آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے، آپ سے اپنے دکھڑے بیان کرتے اور دعا کے خواستگار ہوتے۔ اللہ نے آپ کی دعامیں اکسیر کی سی تاثیر رکھی تھی کہ جس کسی کے حق میں بھی

[1] یہ تمام تاریخی واقعات آپ جناب کی سروس بک سے اخذ شدہ معلومات پر مبنی ہیں۔

دعا فرماتے وہ قبول ہوتی۔ اللہ تعالی بھی اپنے بندوں کے حق میں یہی فرماتا ہے کہ میرا کوئی ایسا بندہ جس نے اپنا سر میرے آگے جھکایا ہو، اپنی زندگی میری اطاعت میں گزاری ہو اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکا ہو، جب وہ میرے سامنے اپنے ہاتھ بلند کرتا ہے تو مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس کے ہاتھوں کو خالی لوٹاؤں۔ یوں اللہ کے کرنے سے آپ کی دعائیں قبول ہوتیں اور آپ کے ساتھیوں کی مشکلات سہل ہوتیں۔ بہت جلد ہی آپ کے ساتھ کام کرنے والوں کو اس بات کا یقین ہوگیا کہ آپ مستجاب الدعوات ہیں، یوں آپ کے ارد گرد لوگوں کا مجمع بڑھنے لگا۔ فارغ اوقات میں وہ لوگ آپ کی صحبت سے مستفیذ ہوتے۔

روحانیت کی طرف رجوع

آپ کے شب و روز اسی طرز پر گزرتے رہے؛ یاد الہی میں مستغرق اور مخلوق خدا کی خدمت میں مستعد۔ کہ اچانک بلاوے کا سال اور مہینہ آن پہنچا۔ یہ شعبان کا مبارک مہینہ اور شب برأت کی مبارک رات تھی۔ حسب عادت یہ رات بھی آپ نے یاد الہی میں بسر کی ؛ویسے تو آپ کی ہر رات ہی یاد الہی میں گزرتی تھی لیکن مخصوص راتوں کا اہتمام بھی خاص ہوتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے اس رات میں عجائب اور غرائب کا مشاہدہ کیا اور اللہ تعالی نے آپ کو ملک اور ملکوت کی نشانیاں دکھائیں، تجلیات الہیہ کا ظہور اور انوار ربانیہ کا صدور ہوا، آپ پر وہ راز ہائے نہاں منکشف ہوئے جن کے آپ متلاشی تھے۔ رات آپ کو بارگاہ غوث اعظم میں اِذن حضوری نصیب ہوا اور آپ کی طرف سے حکم ہوا کہ اب یہ دنیا کی نوکری چھوڑ کر ہماری نوکری میں آ جاؤ۔ آپ نے فوراندائے غیبی پر لبیک کہا اور نوکری چھوڑنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

کرامت

غالباً اسی مقام پر آپ سے وہ کرامت ظاہر ہوئی جو آپ کی نوکری ترک کرنے کا

باعث بنی۔ آپ شریعت مطہرہ کے بہت پابند تھے، کبھی نماز قضا نہ کرتے۔ چونکہ جہاز میں تقریباً سارا دن ہی ڈیوٹی ہوتی اور الگ سے چھٹی نہ ملتی، تو آپ تھوڑا سا وقت نکال کر نماز پڑھ لیا کرتے تھے تاکہ کام کا بھی زیادہ حرج نہ ہو۔ یہ بات بھی ڈھکی چھپی نہیں کہ اہل اللہ کے حاسد اور دشمن بھی ان کے آس پاس ہی پیدا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک شخص کو آپ کی نیک نامی اور حسن کردار ایک آنکھ نہ بھاتا اور وہ اسی تاک میں لگا رہتا کہ آپ کو رسوا کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جائے۔ ایک مرتبہ آپ معمول کے مطابق ڈیوٹی کے وقت میں نماز ادا کر رہے تھے کہ اس کی نظر آپ پر پڑ گئی اس نے یہ موقع غنیمت جانا اور آپ کی شکایت بڑے افسر سے لگا دی کہ آپ ڈیوٹی چھوڑ کر اپنی عبادت میں مشغول ہیں۔ وہ افسر آپ کی ادائیگی فرائض سے متاثر تھا، پہلے تو اس نے یہ بات نہ مانی لیکن جب اس حاسد نے پُر زور انداز میں کہا کہ جناب ایک دفعہ میرے ساتھ چل کر دیکھ تو لیں تو وہ اس کے کہنے پر یہ دیکھنے آ ہی گیا، جب وہ ڈیوٹی کی جگہ پہنچا تو دیکھتا ہے کہ آپ اپنی ڈیوٹی کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ افسر مطمئن ہو گیا اور واپس چلا گیا۔ لیکن یہاں معاملہ کچھ اور تھا اس حاسد نے آپ کو جہاز کے عرشہ پر نماز پڑھتے دیکھا تھا چنانچہ وہ افسر سے اصرار کرنے لگا کہ آپ ایک دفعہ عرشہ پر جا کر بھی دیکھیں پھر وہاں کون ہے؟ جب یہ دونوں عرشہ پر پہنچے تو آپ وہاں نماز میں مشغول دکھائی دیئے۔ دونوں بہت حیران ہوئے کہ ایک شخص دو جگہ کیسے ہو سکتا ہے۔ جب آپ نے نماز پڑھ لی تو اس افسر نے آپ سے پوچھا یہ کیا ہے؟ آپ اس کا اشارہ سمجھ گئے اور بولے: یہ میرے رب کا احسان ہے۔ حاسد بولا اگر تجھ پر تیرے رب کا اتنا ہی احسان ہے تو پھر سمندر میں نماز پڑھ کر دکھا یہاں عرشہ پر تو ہر کوئی پڑھ سکتا ہے۔ یہاں معاملہ حق تعالی کی حقانیت ثابت کرنے کا تھا کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے نہ کہ اپنی شہرت اور مشہوری کا۔ چنانچہ آپ نے مصلا اٹھایا اور ہوا پر بچھا کر اس پر کھڑے ہو گئے۔ ان لوگوں کی نظروں کے سامنے آپ نے سمندر کی لہروں پر باقی نماز ادا کی۔ یہ دیکھ کر سب لوگ حیرانی کی تصویر بن گئے جیسا کہ انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہ رہا ہو۔

جب آپ نماز ادا کر کے واپس عرشہ پر آئے تو کیا انگریز اور کیا مسلمان، سب آپ کی ولایت کے معتقد ہو چکے تھے سوائے اس حاسد کے۔ اس کے فورا بعد ہی آپ نے اپنے افسر سے کہا کہ: اب میں مزید یہ نوکری نہیں کر سکتا کیونکہ جو راز اب عیاں ہو چکا ہے اس کو چھپایا نہیں جا سکتا، چنانچہ میرا استعفی قبول کیا جائے اور فی الفور فارغ کیا جائے۔[1]

ظاہری مرشد کی تلاش

آپ نوکری چھوڑ کر بمبئی پہنچے، اگرچہ اس وقت تک آپ سے کرامات کا ظہور ہو چکا تھا لیکن راہ طریقت میں کسی ظاہری استاد کا ہونا بھی لازمی ہے اور صدیوں سے صوفیا اسی طریق پر عمل پیرا رہے ہیں۔ آپ نے بھی مرشد کامل کی تلاش شروع کر دی، درویشوں کے ٹھکانوں کا پتا لگانا شروع کیا اور بزرگوں سے ملاقاتوں کا سلسلہ چل نکلا۔ اسی دوران آپ کو معلوم ہوا کہ شہر میں ایک بزرگ رہتے ہیں جو دن کا سارا حصہ تنہائی میں گزارتے ہیں لیکن صرف ایک گھنٹہ سائلین کو ان سے ملنے کی اجازت ہوتی ہے۔ چونکہ ان بزرگ کو اس دور میں شہرت حاصل تھی تو آپ نے ان سے ملاقات کی ٹھانی۔ جب آپ جائے ملاقات

---

[1] راوی: سید سخی چن پیر بادشاہ، مرزا عبد الواحد صاحب، کتاب انوارِ قمر۔ چونکہ حضور سید لعل حسین شاہ صاحب نے خود کبھی اس کرامت کو تفصیل سے ذکر نہیں کیا، اور اس کی وجہ واضح ہے کہ ولی کو اپنی کرامت چھپانے کا حکم ہے لہذا یہ بیان ان لوگوں کی زبانی ہے جو آپ کے ساتھ ملازمت کرتے رہے۔ اسی لیے حالات و واقعات میں تھوڑا بہت اختلاف ہو سکتا ہے البتہ یہ بات حتمی ہے کہ آپ نے سمندر پر مصلہ بچھا کر نماز پڑھی۔ جو لوگ اس واقعے کے عینی شاہد ہیں ان کے نام یہ ہیں: ۱- کمانڈر نیاز علی صاحب ۲- مختار صاحب چنگا بنگیال ۳- مولوی عبد الغنی صاحب کھوٹہ ۴- بابو رحمت اللہ صاحب لس کٹھار مری والے ۵- چیف صاحب پنڈ مرزاروات والے، ان سے میں (یعنی سید رفاقت حسین شاہ صاحب المعروف چن پیر بادشاہ) بذاتِ خود ملا اور انہوں نے بھری محفل میں یہ واقعہ بیان کیا۔ ایک صوبیدار عبد اللہ صاحب کھنہ روالپنڈی والے بھی عینی شاہد ہیں، آپ نیوی میں کمانڈر تھے۔

پہنچے تو دیکھا کہ ایک ہجوم ہے اور ہر طرف دھکم پیل ہے، ہر شخص کی یہ خواہش ہے کہ وہ سب سے پہلے ان بزرگ سے ملاقات کر لے۔ آپ نے عافیت اسی میں جانی کہ ذراہٹ کر کسی اونچی جگہ پر کھڑے ہو جائیں جہاں سے آپ ان بزرگ کو دیکھ سکیں اور وہ آپ کو۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جونہی ان بزرگ کی نظر آپ پر پڑی تو انہوں نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا اور ایک سگریٹ آپ کو دیا، بولے: یہ پی لو تمہیں تمہارا مقصود مل جائے گا۔ آپ چونکہ بچپن سے ہی شریعت مطہرہ پر سختی سے کاربند تھے اور سگریٹ سے آپ کو سخت نفرت تھی، بولے: ہم اہل سادات ہیں، شریعت رسول ﷺ کے پابند بھی ہیں اور اس کے محافظ بھی، لہذا ہم کوئی ایسا کام نہیں کر سکتے جو ظاہر شریعت کے خلاف ہو۔ ہمیں اس کے بغیر بھی ہمارا مقصود مل جائے گا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں وہ سگریٹ پی لیتا تو واقع ہی میں مجھے ان کا فیض مل جاتا لیکن یہ اولاد رسول کے شایان شان نہیں۔[1]

فتنۂ قادیانیت کی بیخ کنی میں آپ کا کردار

پوٹھوہار کے اس خطے میں اللہ تعالی کا خصوصی کرم رہا کہ اللہ والوں کو یہاں بھیجتا رہا۔ ایک طرف آپ کو بری امام سرکار جیسی مشہور و معروف ہستی کا مزار مبارک ملتا ہے اور دوسری طرف اس دور میں حضرت پیر مہر علی شاہ طالبان حق اور بندگان خدا کو اپنی طرف متوجہ کیے ہوئے تھے۔ پیر مہر علی شاہ صاحب نے فتنہ قادیانیت کے رد میں جو کام کیا وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ نوکری سے واپسی پر آپ کا قیام اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کمانڈر نیاز علی صاحب کے گاؤں چنگا بنگیال میں رہا۔ وہاں ایک قادیانی مولوی صاحب کے علم کا بڑا چرچا تھا۔ جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ اس مولوی کی کوششوں سے سارا گاؤں ہی قادیانی ہو گیا ہے تو آپ نے اس سے بات کرنے کی ٹھانی۔ اُس وقت آپ جناب لعل حسین شاہ صاحب کی عمر مبارک صرف ۲۳ سال کے لگ بھگ تھی۔ اُن ایام میں وہاں

---

[1] راوی: سید سخی چن پیر بادشاہ۔

ضلع گجرات کے سجادہ نشین میاں نواب علی نوشاہی بھی اپنے مریدین کے ساتھ موجود تھے۔ آپ نے چنگا میں کمانڈر نیاز علی کے مکان میں قیام کیا اور یہ قیام دو ماہ طویل تھا۔ چنانچہ جب آپ اور میاں نواب علی کی محفل ہوتی تو لوگ آتے اور اس محفل کی برکت سے اپنا کھویا ہوا ایمان واپس پاتے۔ جب اس مولوی کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی کہ لوگ کسی سید زادے کے ہاتھ پر دوبارہ مسلمان ہو رہے ہیں اور یہ لازما کوئی صاحب تصرف بزرگ ہیں تو وہ چھپ گیا اور سامنے نہ آیا۔ آپ نے اس کو متعدد بار دعوت بھیجی کہ تم بھی آ کر ایک ملاقات کر لو۔ ابھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ لہذا جب کافی دن گزر گئے اور اسے یہ یقین ہو گیا کہ یہ سید صاحب تو مجھے ملے بغیر جانے والے نہیں تو وہ باہر نکل ہی آیا۔ جب اس نے آپ کو دیکھا تو اس پر وجد طاری ہو گیا اور اس کی حالت غیر ہو گئی۔ بالآخر جب یہ حالت اس کی برداشت سے باہر ہو گئی تو آپ کے پاس آیا اور قادیانیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے چند دن اس کو بھی اپنی صحبت سے میں رکھا اور پھر واپس سبن شریف اپنے آبائی گھر تشریف لے آئے۔[1]

اسفار رشد و ہدایت

اپنے آبائی گاؤں واپس پہنچ کر آپ نے تبلیغ دین اور لوگوں کی رشد و ہدایت کا باقاعدہ سلسلہ شروع کر دیا۔ اس وقت تک آپ کی کرامات بھی زبان زدعام ہو چکی تھیں۔ عام عوام کا ہمیشہ سے یہی طریقہ رہا ہے کہ جب وہ کسی اللہ والے کی کرامات سنتے ہیں تو اس سے ملاقات کی خواہش ان کے دل میں پیدا ہوتی ہے، انہیں یہ یقین ہوتا ہے کہ یہ اللہ کا خاص بندہ ہے اور اللہ تعالی کبھی اس کی دعا رد نہیں کرتا، یوں وہ اللہ والوں کی زیارت اور اپنے مسائل کے حل کے لیے ان اللہ والوں کے در پر حاضری دیتے ہیں۔ جب آپ کی

---

[1] راوی: سید رفاقت حسین شاہ صاحب المعروف چن پیر بادشاہ، مرزا عبد الواحد، مولوی خدا داد صاحب۔

شہرت پھیلی تو سبن شریف میں بھی سوالیوں اور حاجت مندوں کا ایک سلسلہ چل نکلا۔ لوگ دور دراز سے آپ کی زیارت کو آنے لگے، وہ اپنے مسائل بیان کرتے اور آپ سے دعا کے ملتمس ہوتے۔ آپ اللہ سے ان کے لیے نہ صرف دعا کرتے بلکہ اسی بہانے انہیں اپنی صحبت سے فیض یاب بھی کرتے۔

راولپنڈی آمد

اپنے آبائی گاؤں میں چار پانچ سال کا عرصہ گزار لینے کے بعد آپ کو حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے یہ باطنی حکم صادر ہوا کہ اب آپ تبلیغ دین اور مخلوق خدا کی رہنمائی کے لیے اپنے گاؤں کو چھوڑ کر راولپنڈی کا رخ کریں۔ دین کا کام کرنے والوں کو اللہ تعالی انہی مراحل سے گزارتا ہے جن سے اس نے اپنے انبیا کو گزارا اور اسی نسبت سے تو ان انبیا کی اتباع کا حکم ہے۔ چنانچہ سنت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں آپ نے راولپنڈی کی طرف ہجرت کی اور اسے اپنا مستقل وطن بنایا۔

یہ سن ۱۹۴۲-۱۹۴۳ کی بات ہے کہ تقسیم ہندوستان سے پہلے کا راولپنڈی ایک چھوٹا سا قصبہ ہوا کرتا تھا، شہر کا یہ علاقہ تو بالکل ہی ویران تھا، ایک چھوٹی سے سڑک اس طرف کو آتی تھی اور زیادہ آمد و رفت نہ تھی۔ آپ نے زمین کے مالک کی اجازت سے ایک ٹیلے پر خیمہ لگایا اور یہاں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنا شروع کر دیا۔ فارسی کہاوت ہے کہ ”خوشبو آن است کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید“ خوشبو وہ ہے جو خود بولے نہ کہ وہ جس کی عطار تعریف کرے۔ اللہ والے اللہ کی خوشبو کی مانند ہوتے ہیں جہاں بھی جاتے ہیں ان کی خوشبو اللہ کے بندوں تک پہنچ ہی جاتی ہے اور خدا کے متلاشی خود ان تک پہنچ جاتے ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ علاقہ آباد ہونے لگا، لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ بھی چل نکلا اور آج یہ مقام شہر کا گنجان آباد علاقہ اور شہر کے عین وسط میں موجود ہے۔

خلافت قادریہ اور حج بیت اللہ کا سفر

سید احمد شرف الدین صاحب
دربار غوث الاعظم بغداد شریف

۱۹۴۹ء میں آپ بغداد شریف کے سفر کو روانہ ہوئے اور اپنے جد امجد محبوب سبحانی، قطب لا مکانی، شہنشاہ ولایت پیران پیر حضرت غوث الاعظم میراں محی الدین شیخ سید عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہ کے مزار اقدس پر حاضری دی۔ آپ کا طرز عمل درویشوں کا سا تھا، کسی سے اپنا تعارف نہ کرواتے۔ یوں آپ ۱۳ یوم مزار اقدس پر بیٹھے رہے اور وہاں کے گدی نشین اور دیگر خدام کو یہ تک نہ بتایا کہ آپ جناب غوث اعظم کے حکم پر ہی یہاں تشریف لائے ہیں۔ ۱۳ ویں دن آپ وہاں بیٹھے قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف تھے کہ ایک خادم حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ کو سجادہ نشین دربار غوثیہ، کلیدار جناب سید احمد شرف الدین[1] رحمۃ اللہ علیہ بلا رہے ہیں۔ آپ تلاوت مکمل کر کے اٹھے اور نہایت ادب اور احترام سے ان کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سامنے ہی بیٹھ گئے۔ انہوں نے نہایت شفقت اور محبت سے آپ کو اپنے ساتھ گدی پر بیٹھنے کو کہا۔ آپ نے نہایت عجز و انکساری کا اظہار فرمایا اور نیچے بیٹھنے پر ہی اصرار کیا، بولے: حضور آپ کے قدموں میں ہی جگہ مل جائے تو کافی ہے۔ یہ سن کر شیخ احمد شرف الدین بولے: «الأمر فوق الأدب» "حکم کی بجا آوری ادب سے بڑھ کر ہے" پھر آپ حضرت کے ساتھ بیٹھ گئے۔ شیخ شرف الدین بولے: مجھے حضور غوث پاک نے یہ حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ راولپنڈی سے ہمارا

[1] سید لعل حسین شاہ صاحب کو بیعت کرنے کے ایک سال بعد ہی آپ کا وصال ہو گیا۔

بیٹا تشریف لایا ہے اس کی خاطر تواضع کرو، اس کو خلافت قادریہ عطا کرو اور اچھے سے رخصت کرو۔ اس کے بعد شیخ احمد شرف الدین نے قلم اور کاغذ منگوایا اور ادھر بیٹھے بیٹھے سند خلافت و اجازت تحریر فرما کر آپ کو "بدر الدین" کے عالی لقب سے نوازا۔

اس کے بعد انہوں نے حکم دیا کہ آپ اب لنگر خانے جائیں، وہاں آپ کے لیے بہترین کھانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ آپ نے اصرار کیا کہ اگر اجازت ہو تو آپ کے ساتھ ہی کھانا کھالیں تاکہ آپ کی صحبت میں زیادہ سے زیادہ وقت گزارنے کا موقع مل سکے۔ وہ بولے میں پرہیزی کھانا کھاتا ہوں آپ لنگر خانے میں جائیں وہ آپ کے لیے بہتر ہے۔ لیکن آپ نے کہا جو آپ کھائیں گے ہم بھی وہی کھالیں گے۔ کچھ دیر بعد شیخ احمد شرف الدین کا کھانا آگیا جس میں ایک سوکھی روٹی اور یخنی نما سالن تھا۔ انہوں نے آدھی روٹی آپ کو دی اور اپنے ساتھ کھانے میں شریک کیا۔ بیان کیا جاتا ہے شیخ احمد شرف الدین گزشتہ ۱۰ سال سے اسی قسم کا کھانا کھاتے آرہے تھے۔

کھانے کے بعد سید لعل حسین شاہ صاحب نے ان سے عرض کی کہ حضور میں بغداد شریف اسی نیت سے آیا ہوں کہ یہیں رک جاؤں اور اپنی باقی زندگی اسی آستانے پر گزار دوں۔ شیخ احمد بولے: نہیں، آپ کی زیادہ ضرورت آپ کے ملک میں ہے۔ مجھے حضرت غوث اعظم کی طرف سے حکم ہوا ہے کہ جلد از جلد آپ کو واپسی کا حکم دوں بلکہ آپ ایسا کریں کہ آج ہی روانہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ظاہری اور باطنی اولاد میں فیض کا سلسلہ رکھ دیا ہے، اور اس فیض سے بڑا کام لیا جانا ہے لہٰذا آپ تیاری باندھیں۔ آپ نے عرض کی کہ اگر اجازت ہو تو ہم یہاں سے حج بیت اللہ کی زیارت کو چلے جائیں اور حج کی ادائیگی اور روضہ رسول ﷺ کی زیارت کے بعد اپنے وطن لوٹیں۔ آپ کو اس بات کی اجازت مل گئی اور آپ حج کے لیے روانہ ہوئے۔ اسی سال حج بیت اللہ کی ادائیگی کی اور دربار رسالت مآب سرور کونین حضور نبی کریم ﷺ کے روضہ مبارک پر حاضری دی۔ جہاں آپ کو بے شمار باطنی عنایات اور فیوض و برکات عطا ہوئیں۔

سند الإجازة والخلافة للشيخ السيد لعل حسين شاه من حضرة الشريفة القادرية في بغداد المحمية

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيدنا محمد أشرف المخلوقين وسيد المرسلين، وعلى آله صحبه أجمعين.

أما بعد: فيقول العبد الفقير، المعترف بالعجز والتقصير، الراجي عفو ربه، الولي السيد أحمد شرف الدين القادري - كليدار الحضرة الشريفة القادرية في بغداد المحمية - ابن السيد مصطفى القادري ابن السيد عبد القادر ابن السيد عبد الله ابن السيد عبد القادر ابن السيد سلطان ابن السيد عبد القادر ابن السيد عبد الرزاق ابن السيد محمود ابن السيد فرج الله ابن السيد محمد ابن السيد شمس الدين ابن السيد شرف الدين قاسم ابن السيد محي الدين يحيى ابن السيد بدر الدين حسين ابن السيد علاء الدين علي ابن السيد شمس الدين محمد ابن السيد سيف الدين يحيى ابن السيد شهاب الدين أحمد بن السيد أبو صالح نصر ابن السيد عبد الرزاق ابن السيد الشيخ العالم العامل المحقق المدقق المرشد الكامل العارف بالله - تعالى - الغوث الأعظم السيد الشيخ عبد القادر الجيلاني قدس الله سره النوراني ابن السيد أبي صالح موسي جنكى دوست ابن السيد عبد الله الجيلي ابن السيد يحيى الزاهد ابن السيد محمد ابن السيد داؤود ابن السيد موسى ابن السيد عبد الله ابن السيد موسى الجون ابن السيد عبد الله المحض ابن السيد حسن المثنى ابن الإمام الحسن ابن الإمام أمير المؤمنين علي ابن أبي طالب- رضي الله عنه وكرم الله وجهه - أما بعد:

فإن الرجل الصالح الفالح التقي النقي الوفي البهي الخليفة السيد لعل حسين عرف بدر الدين شاه كيلاني قدم بغداد الشريف وزار حضرة جدي الغوث الأعظم سلطان الأولياء والعارفين السيد الشيخ عبد القادر الجيلاني. ثم بعد الزيارة الشريفة وبحسب الأمر من حضرة الغوث الأعظم أدخلته في الطريقة العلية القادرية، وجعلته خليفتي في سلك الطريقة الشريفة القادرية، وأقمته مقام نفسي وأجلسته علي سجادتي، وأجزته أن يلقن الذكر الشريف ويعطي الطريقة الشريفة القادرية لمن أتىٰ إليه وطلب منه تلقين العهد الشريف والدخول في سلك الطريقة الشريفة القادرية؛ فيده يدي ولسانه لساني، وهو قائم مقام عيني. وأجلسته علىٰ سجادتي وأذنته بتلاوة الأذكار والأوراد والوظائف، واستعمال الخلوة.

فالمأمول من كل من يقف علىٰ هذه الإجازة الشريفة وسند الشريف القادري أن يعززه ويجله ويحترمه ويتمثل أوامره؛ لأن محبته محبتنا وطاعته طاعتنا. واسل الله – تعالىٰ الكريم رب العرش العظيم – أن يرزقه الثبات والفتوح والاستقامة والكرامة، ويفيض عليه من فيوضاته الربانية ويجعله موفقا بكل خير وبركة. آمين

وصلىٰ الله – تعالىٰ – علىٰ سيدنا محمد وعلىٰ آله وصحبه أجمعين. حسبنا الله ونعم الوكيل، نعم المولىٰ ونعم النصير. والحمد لله رب العالمين.

حررته في شهر رمضان الشريف يوم الخميس ليلة الجمعة ١٣٦٨ هـ.

السيد شرف الدين القادري.

حضرة الشريفة القادرية في بغداد المحمية

دربار غوث الاعظم بغداد شریف سے سندِ اجازت و خلافت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب تعریف اللہ رب العالمین کے لیے اور درود وسلام ہوں ہمارے آقا سید المرسلین اور اشرف المخلوقین حضرت محمد ﷺ پر، آپؐ کی آل اور تمام اصحاب پر۔

اما بعد: بندہ فقیر و پر تقصیر، عجز کا معترف اور اپنے رب کی مغفرت کا طالب، الولی السید، احمد شرف الدین القادری – جو شہر بغداد میں درگاہ غوث اعظم کا کلید بردار ہے – ابن سید مصطفی القادری ابن سید عبد القادر ابن سید عبد اللہ ابن سید عبد القادر ابن سید سلطان ابن سید عبد القادر ابن سید عبد الرزاق ابن سید محمد ابن سید فرج اللہ ابن سید محمد ابن سید شمس الدین ابن سید شرف الدین قاسم ابن سید محی الدین یحیی ابن سید بدر الدین حسین ابن سید علاء الدین علی ابن سید شمس الدین محمد ابن سید سیف الدین یحیی ابن سید شہاب الدین احمد ابن سید ابو صالح نصر ابن سید عبد الرزاق ابن سید الشیخ العالم العامل المحقق المدقق، مرشد کامل عارف باللہ، غوث اعظم سید شیخ عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہ نورانی ابن سید صالح موسی جنگی دوست ابن سید عبد اللہ الجیلی ابن سید یحیی زاہد ابن سید محمد ابن سید داؤد ابن سید موسی ابن سید عبد اللہ ابن سید موسی الجون ابن سید عبد اللہ المحض ابن سید حسن المثنی ابن سید امام حسن ابن الامام امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ و کرم اللہ وجہ۔

اما بعد: بیشک نیک و پرہیز گار، پاک و وفا شعار، بامراد صاحب جمال خلیفہ، سید لعل حسین المعروف بدر الدین شاہ گیلانی بغداد تشریف لائے اور میرے دادا غوث اعظم، سلطان الاولیاء والعارفین، السید شیخ عبد القادر جیلانی کی روضہ اقدس کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ اب اس زیارت کے بعد اور حضرت غوث اعظم کے حکم کے عین مطابق میں نے انہیں طریقہ عالیہ القادریہ میں داخل کر لیا ہے، انہیں طریقہ قادریہ الشریفہ میں اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے، انہیں اپنی جگہ پر کھڑا کیا اور اپنی گدی پر بٹھایا ہے، انہیں اس بات کی اجازت دی ہے کہ جو کوئی ان سے تلقین عہد اور طریقہ قادریہ الشریفہ میں داخلے کا طالب

ہو تو یہ اسے ذکر شریف بھی دیں اور اس طریقے میں داخل بھی کریں؛ ان کا ہاتھ میرا ہاتھ (بیعت میں ہاتھ میں ہاتھ ڈالنے کی طرف اشارہ) اور ان کی زبان میری زبان (بیعت کے بعد تلقین ذکر کی طرف اشارہ) ہے، اور آپ میرے قائم مقام ہیں۔ اسی طرح میں نے آپ کو اپنی مخصوص نشست پر بٹھایا ہے اور مخصوص اذکار، اوراد، وظائف اور خلوت نشینی کی اجازت بخشی ہے۔

لہذا جو کوئی اس اجازت نامے اور اس قادری سند شریف کو پائے تو اسے چاہیے کہ ان کی مدد کرے، ان کے ساتھ عزت واحترام سے پیش آئے اور ان کا کہا مانے، کیونکہ ان سے محبت ہم سے محبت ہے اور ان کی اطاعت ہماری اطاعت ہے۔ اسی طرح میں اللہ کریم، رب عرش عظیم سے یہ دعا کرتا ہوں کہ آپ کو ثابت قدمی، کشف، استقامت اور کرامت سے نوازے، آپ پر ربانی فیوضات کا نزول فرمائے اور آپ کو ہر خیر و برکت کے حصول کی توفیق دے، آمین۔

درود و سلام ہوں ہمارے سردار حضرت محمدﷺ، اور آپؐ کی آل اور تمام اصحاب پر۔

ہمارے لیے اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہتر کارساز ہے، بہتر آقا اور بہتر مددگار ہے، اور سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ میں نے یہ (اجازت نامہ) ماہ رمضان شریف، جمعرات کے دن سن ۱۳۶۸ھ میں تحریر کیا۔

سید شرف الدین القادری
دربار غوث اعظم بغداد شریف

مرشد سے خط و کتابت

آپ اپنے مرشد احمد شرف الدین کی محبت میں اس حد تک گرفتار ہوئے کہ آپ نے حجاز سے ہی ایک چھٹی مرشد کی بارگاہ میں روانہ کی جس کے جواب میں آپ کے مرشد جناب احمد شرف الدین نے اپنے ایک خادم جہاں داد خان کے ہاتھوں اردو میں ایک محبت نامہ ارسال کیا۔ چھٹی سے واضح ہے کہ جہاں داد خان کو بھی اردو کچھ زیادہ نہیں آتی لیکن ہم یہاں متن درست اردو میں پیش کر رہے ہیں۔

متن خط

الحمد لله رب العالمین، ونصلي علیٰ رسوله الکریم

امابعد، مخلص بااخلاص عقیدت مند سید لعل حسین شاہ خلیفہ القادری دام اقبالہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ یہاں ہر طرح سے خیریت ہے اور آپ کی خیریت مطلوب ہے۔ آپ کے لیے ہر وقت پیر دستگیر، جد امجد (شیخ سید عبد القادر الجیلانی) رضی اللہ عنہ کے حضور دعائے خیر کرتا رہتا ہوں، خداوند کریم قبول و منظور فرمائے۔

جدہ شریف سے آپ کی ارسال شدہ چھٹی ملی، دیکھتے ہی دل کھل اٹھا، الحمد للہ خداوند کریم نے آپ کو آپ کے دلی مقصد اور قبولیت کی جگہ پہنچا دیا تاکہ اس ذات کبریا کا شکر ادا کر سکیں، یہ سب اس ذات جل جلالہ کی مہربانی، شفقت بطفیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ کا صدقہ ہی ہے۔ انشاء اللہ میں ہر وقت آپ کے لیے دعاگو ہوں، خداوند کریم آپ کو امن و سلامتی سے حج شریف اور مزار اقدس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مالا مال کرے اور واپس اپنی جگہ پر بخیر و عافیت پہنچائے۔ اپنی خیریت سے ضرور آگاہ کیجئے گا۔

یہاں سب حاضرین کی طرف سے آپ کو بہت بہت سلام قبول ہو۔ اور آپ کے

ساتھیوں، حاضرین اور مریدین اور تمام مسلمانوں کو میری طرف سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جواب ضرور دیجئے گا۔

الراقم السيد احمد شرف الدين القادري

كليدار حضرة الغوث الأعظم قدس الله سره

باب الشيخ، بغداد الشريف،

عراق.

حضور پرنور کے غلام جہاں داد خان کی طرف سے سید صاحب اور تمام حاضرین آپکی جماعت اور جملہ مسلمین کو السلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

وفات

آپ نے اپنی زندگی کا ایک بڑا عرصہ راولپنڈی میں گزارا، کئی ممالک کا سفر کیا اور بغداد شریف میں حضرت غوث پاک کے روضے پر بھی متعدد بار حاضری دی۔ اپنی آخری حاضری کے بعد آپ نے راولپنڈی میں اپنے صاحب زادے سید رفاقت حسین شاہ صاحب (المعروف چن پیر بادشاہ) کو خلافت دی اور خود لاہور سے باہر ملتان روڈ پر سندر نامی بستی میں گوشہ نشین ہو گئے۔ آپ آخر دم تک مخلوق کی رشد و ہدایت میں سرگرم عمل رہے جب تک کہ آپ پر حالت استغراق کا مکمل غلبہ نہ ہو گیا، بالآخر ۱۸ نومبر ۱۹۹۶ء کو آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، اللہ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون

چند واقعات و کرامات

سید لعل حسین شاہ صاحب کو پردہ فرمائے بھی اب کافی عرصہ ہو گیا ہے اور وہ لوگ بھی خال خال ہی دکھتے ہیں جنہوں نے آپ کی زیارت کی اور صحبت سے فیض اٹھایا۔ انہی میں ایک رحمت خان بھی تھا جس نے اپنی زندگی کا ایک طویل عرصہ آپ کی معیت میں دربار شریف کی خدمت میں گزرا۔ جب ہم نے ان سے بڑے حضور کی کچھ باتیں پوچھنا چاہیں تو اس نے اپنے ساتھ پیش آئے یہ چند واقعات سنائے۔

وہ کہتے ہیں: میں اور چیف صاحب دربار شریف کے کام کاج کیا کرتے تھے، صبح سے شام ہو جاتی، ظاہر سی بات ہے کوئی نہ کوئی غلطی تو ہو ہی جاتی تھی جس پر بڑے حضور خفا ہو جاتے اور ہم سمجھتے کہ سارے دن کی محنت رائیگاں گئی۔ ہم آپس میں یہ باتیں کرتے کہ سارا دن کام کرتے ہیں لیکن ایک غلطی ہو جائے تو حضور خفا ہو جاتے ہیں، اور اس محنت کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ایک دن بڑے حضور نے مجھے اور چیف صاحب کو بلوایا اور کہا: دونوں کام کاج چھوڑ کر ادھر میرے پاس بیٹھو۔ آپ نے فرمایا: چیف صاحب! خان صاحب! میں تم دونوں کو اپنی اولاد کی طرح سمجھتا ہوں، پھر اپنے تمام بیٹوں کے نام لے کر فرمایا میں تم دونوں سے خفا کیوں ہوں گا۔ جب میں پردہ کر جاؤں گا تو تم لوگ میرے مزار پر لگی مٹی کو اپنے ہاتھوں اور کپڑوں سے صاف کرو گے۔

خان صاحب کہتے ہیں: اس بات کو ۳۰ سال بیت گئے، بڑے حضور بھی دنیا سے پردہ کر گئے اور میں بھی یہ بات بھول گیا۔ پھر ایک دن میں سندر شریف بڑے حضور کے مزار پر حاضر ہوا، دربار شریف میں جھاڑو دیا اور صفائی کی۔ پھر دعا کرنے کے لیے بیٹھا ہی تھا کہ میں نے دیکھا کہ قبر مبارک کے قریب ٹائل پر مٹی لگی ہوئی ہے، میں اٹھا اور اپنے کپڑوں سے وہ مٹی صاف کرنے لگا۔ اچانک سے میرے ذہن میں آپ کی وہ بات آ گئی جو

آپ نے مجھے ۳۵ سال پہلے کہی تھی۔ یہ جان کر میں بہت حیران ہوا کہ آپ کو ۳۵ سال قبل یہ سب کیسے پتا تھا۔ یہ ہوتی ہے کامل اللہ والوں کی نشانی۔

خان صاحب بتاتے ہیں: ایک دن صبح صبح بڑے حضور دربار تشریف لے آئے، اُن دنوں بری امام کا عرس جاری تھا۔ چیف صاحب نے دبے لفظوں میں پوچھا: سرکار بری امام کے عرس پر لاکھوں کے حساب سے حاضری ہوتی ہے جبکہ ہمارے ہاں عرس پر صرف ہزار ڈیڑھ ہزار بندے ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: خان صاحب! چیف صاحب! اگر ہم ایک نظر کریں تو کمیٹی چوک سے لے کر یہاں دربار شریف تک اتنی دنیا ہو کہ اگر چاول کے دانوں کو آسمان کی طرف پھینکا جائے تو ایک دانہ بھی زمین پر نہ گرے۔ خان صاحب کہتے ہیں بڑے حضور کے پردہ کر جانے کے بعد اب وہ بات پوری ہوتی نظر آتی ہے۔ ہر سال جون کے پہلے ہفتے میں عرس مبارک ہوتا ہے اور بڑی تعداد میں لوگ شرکت کرتے ہیں۔

فرمودات سید لعل حسین شاہ صاحب

پیر کی پہچان

حضور سید لعل حسین شاہ صاحب ایک دن اپنے مریدین کے ہمراہ بیٹھے تھے کہ آپ سے پیر کی پہچان کے بارے میں پوچھا گیا؟ آپ نے فرمایا: کسی پیر کے ہاتھ میں ہاتھ دینے سے پہلے بالخصوص تین باتوں کا یقین کر لیں تاکہ آپ کو بعد میں کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

۱. ان پیر صاحب کا صحیح نام کیا ہے اور حسب نسب کیا ہے؟
۲. دوسرا ان کا آبائی وطن کون سا ہے جہاں سے ان کی خاندانی عظمت اور آبائی پیشے کے متعلق معلوم کیا جا سکتا ہو؟
۳. تیسرا وہ کس صاحب طریقت سے فیض یافتہ ہیں؟

ان تین باتوں کی تسلی کر لینے کے بعد کچھ وقت ان کی صحبت میں گزاریں، ان کے معمولات دیکھیں اور اندازہ لگائیں کہ ان کی زندگی دین حنیف کے کتنے قریب ہے؟ ان کے معتقدین اور سائلین ان سے کس قدر متاثر ہیں؟ یہ سب باتیں معلوم کر کے اگر آپ کا دل اطمینان پکڑے تو پھر ایسے شخص کی بیعت اختیار کریں۔

فقیر وہ ہے جو دنیا سے بھاگے

اسی طرح ایک دفعہ میں بڑے حضور کی خدمت میں حاضر تھے، دیگر احباب بھی موجود تھے جن میں عبد الواحد صاحب اور بھی کافی لوگ تھے، آپ نے فرمایا: فقیر وہ ہے جو دنیا سے بھاگے، اور جو دنیا کی طلب میں رہے وہ فقیر نہیں۔ پھر آپ نے ہم سب کو ایک

وظیفہ دیا، فرمایا: سب پڑھا کرو «اللهم أحسن عاقبتنا في الأمور كلها وأجرنا من خزي الدنيا».[1]

صوفیانہ کلام

آپ کو صوفیانہ شعر و شاعری سے کافی لگاؤ تھا، کبھی کبھار آپ مختلف صوفی شعرا کے اشعار ترنم سے گنگنا کر پڑھا کرتے تھے۔ اس پڑھنے کا کوئی خاص وقت نہ تھا لیکن جب کبھی موج میں ہوتے تو اشعار پڑھتے، ایک جگہ آپ یہ اشعار پڑھ رہے ہیں:

بلھے شاہ جی ہس کے کہندے: اُو سُن میرے دلدارا
ریوڑیاں دا ایک تے دے نہیں سکدا اُس دل کی دینڑا یارا
دل دلبر نوں عاشق دیندے او جنہاں لگدا ای یار پیارا

تشریح: اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ عشق زبانی کلامی نہیں اس کے لیے بڑی تکالیف اٹھانا پڑتی ہیں۔ جو بندہ راہ طریقت کی چھوٹی چھوٹی آزمائشوں سے ڈر جائے وہ کیا مرتبہ پائے گا۔ محبوب کے ایک اشارے پر اپنی جان نچھاور کر دینے والے سچے عاشق کم ہی ہوا کرتے ہیں۔

اے دنیا خواب و خیالی اے
نہ کوئی اس دا مالک اے
تے نہ کوئی اس دا والی اے

تشریح: اس شعر کا مطلب یہ ہے صرف دنیا کی طلب میں کوشاں رہنے والوں کے ہاتھ کبھی کچھ نہیں آتا۔ وہ اپنی زندگی میں جتنا مال و متاع اکٹھا کر لیں آخر کار انہیں وہ سب مال یہیں چھوڑ کر خالی ہاتھ جانا پڑتا ہے کیونکہ اس دنیا کو بقا نہیں اس کا مقدر ہی فنا ہے۔

---

[1] راوی: پیر سید مدثر حسین گیلانی۔

شاعرانہ کلام

توحید الٰہی کا نغمہ پر معمہ [1]

دو جہاں کا تو ہے خالق، تو ہے مالک بے گماں
تیرے حکمِ کُن سے پیدا ہیں زمین و آسماں
تو نے اپنے عشق سے پیدا کیے ہیں خاکیاں
نوریوں اور ناریوں کا بھی خدا ہے تو ہی تو

یا الٰہی! بس رہا ہے نام تیرا سو بہ سو
جس طرف میں دیکھتا ہوں تو ہی تو ہے کو بہ کو

عرش و کرسی، فرش و پستی، دوزخ و خلد بریں
لوح و قلم، طوبیٰ و کوثر، پل صراط محشریں
غرض سب کا تو ہے مخزن [2]، تو ہے قالب بالیقیں
مجھ میں تو ہے، تجھ میں میں ہوں، بے ریا ہے گفتگو [3]

---

[1] یہ کلام سید لعل حسین شاہ صاحب کے ہاتھ سے لکھے قلمی نسخہ سے نقل کیا گیا ہے۔
[2] مخزن: ذخیرہ کرنے کی جا، یہاں مراد یہ ہے کہ تو نے سب کا احاطہ کر رکھا ہے۔
[3] یہ شعر وحدت الوجود کی طرف لطیف اشارہ ہے۔ ”مجھ میں تو ہے“: ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾ (ق:۱۶) اور ہم انسان سے اس کی رگ جاں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ ”تجھ میں میں ہوں“: یہ اس دور کی طرف اشارہ ہے جب انسان کی تخلیق نہ ہوئی تھی اور وہ ذات باری تعالیٰ کے علم میں موجود تھا۔ ”بے ریا ہے گفتگو“ یعنی اس گفتگو کا کوئی فائدہ نہیں جب تک یہ حالت اور کیفیت نصیب نہ ہو۔

یاالٰہی! بس رہا ہے نام تیرا سو بہ سو
جس طرف میں دیکھتا ہوں تو ہی تو ہے کو بہ کو

مہر وماہ وہر ستارہ میں تیرا ہی نور ہے
نور تیرے سے ہی نور ونور کوہِ طور ہے
لعل و گوہر میں بھی تیرا نور ہی مستور ہے
تو ہی گوناگوں[۱] ہے بے چوں[۲] تو ہی یوں ہے ہو بہ ہو[۳]
یاالٰہی! بس رہا ہے نام تیرا سو بہ سو
جس طرف میں دیکھتا ہوں تو ہی تو ہے کو بہ کو

خاک و باد و آب و آتش کا ہے تجھ سے ہست و بود
ابر و باراں، رعد و برق و ژالہ باری کا نمود
برف و کہر و نَم و قوس وہالہ زاری کا وجود
غرض سب کا تو وجودِ بے شبیہ ہے مو بہ مو
یاالٰہی! بس رہا ہے نام تیرا سو بہ سو
جس طرف میں دیکھتا ہوں تو ہی تو ہے کو بہ کو

دست وصحرا میں ہے تیری شکل دہشت رونما
تیری ہیبت کے ہیں پتلے سب درندے اژدہا
غرض تیرے ہول کی ہے بری بحری ہر بلا
دہر کی نیرنگیاں[۱] ہیں رنگ تیرے کا نمو

---

[۱] گوناں گوں: کثیر الانواع؛ یہاں وحدت میں کثرت کی طرف اشارہ ہے
[۲] بے مثل جس کی تخلیق میں کوئی حیل وحجت نہ ہو۔
[۳] یہ شعر اس آیت کی طرف اشارہ کرتا ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (الشوری: ۱۱) اس کے مثل جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ سنتا دیکھتا ہے۔

یاالٰہی! بس رہاہے نام تیرا سو بہ سو
جس طرف میں دیکھتا ہوں تو ہی تو ہے کو بہ کو

چمن میں تیرے تجلّٰی کا ہے جلوہ آشکار
تیری ہے ہر برگ و گل میں رنگ و بو کی خوش بہار
تیری لذت سے ہی ہے ہر ثمر و پھل خوش طعم دار
ہر پرندہ کہتا ہے: حق اللہ ہو، حق اللہ ہو

یاالٰہی! بس رہاہے نام تیرا سو بہ سو
جس طرف میں دیکھتا ہوں تو ہی تو ہے کو بہ کو

مسجدوں میں ہو رہی ہے تیری وعظ و قیل و قال
مندروں میں ہو رہی ہے تیری پند و بول چال
غرض ہر جا ہو رہی ہے نام تیرے کی اکال[۲]
سب خدائی کر رہی ہے تیری ہر جا جستجو

یاالٰہی! بس رہاہے نام تیرا سو بہ سو
جس طرف میں دیکھتا ہوں تو ہی تو ہے کو بہ کو

عارفاں پاتے ہیں تیرے فضل سے شیریں سخن
عالماں پاتے ہیں تیرے فیض سے سخنِ ذ قن
حسن تیرے سے ہی پایا ہے حسینوں نے حسن
تو دو عالم کے حسینوں سے ہے خوش خو، خوبرو

یاالٰہی! بس رہاہے نام تیرا سو بہ سو
جس طرف میں دیکھتا ہوں تو ہی تو ہے کو بہ کو

---

[۱] زمانے کا فسوں، انقلاب ایام۔
[۲] اکال بمعنی کثرت؛ یعنی کثرت سے تیرا ذکر ہو رہا ہے۔

عاشقوں کے دل میں رہتا ہے تو مخفی درد ساں[۱]
درمیان مشک و عنبر تیری خوشبو ہے نہاں
غرض ہر تن من کے اندر رہتا[۲] ہے تو گم نشاں
میں نے پائی ہے ترے اس راز و سرّ کی درد و بُو

یا الٰہی! بس رہا ہے نام تیرا سو بہ سو
جس طرف میں دیکھتا ہوں تو ہی تو ہے کو بہ کو

تیرے دام دائرہ میں سب خدائی قید ہے
مثل نقطہ سب خدائی تیرا ادنی صید ہے
الغرض تو سب خدائی کا معظم سید ہے
تیری ذات کبریا کی بے بہا ہے آبرو

یا الٰہی! بس رہا ہے نام تیرا سُو بہ سُو
جس طرف میں دیکھتا ہوں تو ہی تو ہے کو بہ کو

(سید لعل حسین شاہ)

---

[۱] درد ساں: مطلب درد کی طرح۔

[۲] بستا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کشفی نصیحت نامہ پُر از طریقت عامہ

میانِ اللہ و بندہ نیارا ہے یہ پندارا[۱]
چنانچہ آب کے اوپر حبابِ[۲] آب ہے تارا
حقیقت میں حبابِ آب خود آبِ سمندر ہے
ولیکن جزو و کل کا ہے یہ عقدہ[۳] نیز دشوارا
یہ بندہ اپنی فطرت میں خدا ہے خود حقیقت میں
نہیں ہے پر خدا بندہ، یہ بندہ اک ہے بے چارہ
ہمہ[۴] اشیائے دو عالم کا خالق ہے خدا یکتا
ہمہ مخلوق کے اندر خدا کا ہے یہ کوکارا
مثال برق بستا ہے خدا ہر دو جہاں اندر
ضیائے حق سے ہے مہر و مہ و انجم میں چمکارا
خدا ہے اوّل و آخر، خدا ہے ظاہر و باطن
خدا دائم و قائم ہے، خدا خود آپ ہے مختارا
خدا بینا و شنوا ہے، خدا دانا توانا ہے
خدا حاضر و ناظر ہے بہر حالت نگاہ دارا[۵]

---

[۱] پندار مطلب تصور۔
[۲] حباب مطلب بلبلا۔
[۳] گھتی، راز، بھید۔
[۴] تمام
[۵] دیکھ بھال کرنے والا، نگہبان، محافظ، خبر رکھنے والا، حفاظت کرنے والا، نگاہ رکھنے والا۔

جسے چاہے وہ دے عزت، جسے چاہے وہ دے ذلت
خدا کا ہے کرشمہ یہ نیارا ناز بردارا
خدا کے ہاں تکبر ہے عظیم الشان گناہ گاری
شعارِ خاکساری ہے نیکو کاری کا آثارا[۱]
خدا از بس گناہوں سے غضب ڈھاتا ہے خلقت پر
خدا ہے قہرواں کمتر، خدا ہے مہربان بھارا
خدا ہمدرد انساں کو بناتا ہے صنم[۲] اپنا
خدا کا خاص دشمن ہے مُظالِم[۳] بندہ ناکارہ
جو مارے نفس اپنے کو، کرے جو زیر شیطاں کو
اسے ہوتا ہے حرم دل کے اندر حق کا آنندارا[۴]
وظیفے خشک کرنے سے خدا ملتا نہیں ابدا
خمار عشق صادق سے خدا ملتا ہے پُر بارا[۵]
ہمہ کثرت میں وحدت کا تماشا ہے یہ بوالعجبی[۶]
دلِ عشاق میں ہوتا ہے اکثر حق کا اوتارا[۷]
دل عشاق صادق ہے مکانِ لامکاں حق کا

---

[۱] علامت یا نشانی۔
[۲] صنم بمطلب مجسمہ، بت، مورت، یعنی قالب۔
[۳] مطلب ظلم کرنے والا یہ عربی کا لفظ ہے۔
[۴] آنند بمعنی خوشی، مسرت، مزہ، لطف۔
[۵] پر بار بمعنی پھلوں سے لدا ہوا بھرا ہوا۔
[۶] انوکھا پن نرالا پن۔
[۷] پیغام بر۔

خدا کا یہ ادارہ ہے خدا کا یہ ہے راہ دارا
دیکھ اکثر ہوس ابلیس کے باطل نظارے ہیں
شکار وصل حق پانا نہایت ہے گراں کارا[1]
عیاں دیدار اللہ کا مگر ہوتا ہے خاصوں کو
خدا کی بے نیازی کا ہے خاصا نیز یہ نیارا
خدا سے جس کو الفت ہے خدا کو اس سے الفت ہے
خدا جس کو پیارا ہے خدا کو ہے وہی پیارا
برائے خدمت خلقت فلک[2] پر ہے مَلک پیدا
خدا کے امر سے کرتے ہیں نیکوں سے وہ دوچارا
میان پردہ پندار جِنّوں کی ہے پیدائش[3]
خدا نے خود ہی اک حد تک انہیں چھوڑا ہے آوارہ
بطالت کے کرشمے سب دکھاتے ہیں یہ بندوں کو
یہ گندے مَندے بندے کو بنا لیتے ہیں گہوارہ
خدا کے پاک بندوں کو یہ کر سکتے نہیں ششدر
وہ ان کے پھندۂ آوارہ سے پا لیتے ہیں چھٹکارہ
برائے ہر بشر فائد طریقہ پیر کامل کا
برائے پیر لازم ہے کرے خلقت کو بیدارا
کرے مرشد مریدوں کی مکمل رہبری دائم
خدا کی ذات کامل پر بنائے ان کو سرشارا

---

[1] گراں کار یعنی نہایت مشکل۔
[2] ملک بمعنی فرشتے۔
[3] یعنی جنوں کی پیدائش غرور تکبر اور خودپسندی کے حجاب میں ہے۔

غرض مرشد مریدوں کو بنائے اپنا شیدائی
خدا کی آشنائی کا سکھائے ان کو اطوارا[۱]

کرو تم ہر کلام و کام با امر و نہی یارو
خدا ہر نیک بندے سے سدا کرتا ہے دوچارا[۲]

ہمہ جذبات رحمانی کرو تم جذب تن من میں
کسی پر وجد اپنے کا نہ چھوڑو جوشی فوارا

سدا نغمات حقا کی قوالی کے بنو شائق
نشہ توحید اللہ کا کرو پُر سر میں سُر[۳] دارا

خدا کے عشق کا سودا کرے گا تم سے خود باتیں
مری گھاتیں[۴] خدائی یہ کرو تم دل میں انبارا[۵]

کسی پر دیدہ و دانستہ کرو مت تم ستم رانی
ہمیشہ داد خواہی سے کرو ہر کارا گفتارا[۶]

طمع سے دل اُڑاو[۷] تم قناعت پر رہو قانع
خدا کی راہ پر کیجئے خدائی گنج راہوارا[۸]

---

۱ طریقہ، چلن، ڈھنگ۔
۲ یعنی کسی نہ کسی صورت میں ان کے سامنے آتا رہتا ہے۔
۳ سُر مطلب نغمہ، دھن، لے۔
۴ گھات مطلب رمز، راز بھید۔
۵ انبار ڈھیر کو کہتے ہیں یہاں مراد یہ ہے کہ میری یہ خدائی رمزیں اپنے دل میں بٹھاؤ۔
۶ یعنی ہر کام اور ہر بات ایسی کرو جس پر تمہاری تعریف ہی کی جائے۔
۷ یعنی اپنے دل سے طمع اور لالچ نکال باہر کرو۔
۸ یعنی اللہ کی طرف سے دیا گیا مال اللہ کی راہ میں ہی خرچ کرو۔

خدا کی بندگی اکثر کرو خفیہ خلائق سے
نمازِ بے ریا حق کی پڑھو خلقت میں اظہارا
خدا کی راہ پر اکثر کرو خیر و سخا مخفی
کسی مجذوب مسکیں کو کرو مت دَر سے دُر کارا
مثالِ حاتم طائی سخاوت بے ریا کیجئے
سخائے خود نمائی سے بنو مت تم نمودارا[1]
ہمہ مخلوق اللہ سے کرو بے غرض ہمدردی
مگر ہر یارساں انساں سے خوش کیجئے نہ برتارا
خصوصاً عاجزوں پر تم مہربانی کرو وہ زائد
مُظالِم[2] پر رحم کرنا ہے حق کے ہاں گناہ بھارا
غرض باطل پرستی سے بچو ہر دم فراست سے
بجاؤ حق پرستی کا سیاست خوش سے یکتارا[3]
ریاکاری کا ہر شیوہ عمل اپنے میں مت لاؤ
ہمیشہ بے ریا رویہ بناؤ اپنا خوش سارا
خیال اپنا بناؤ تم ہمیشہ صلح کل عادل
تعصب اپنے مذہب کا اڑاؤ دل سے پُر خارا[4]
طبع تبلیغ دیں کی تم بناؤ نرم دنیا میں
شرع اسلامِ حق کی تم چلاؤ بن کے غم خوارا

---

[1] یعنی اپنا مال دکھا دکھا کر اپنی مشہوری کے لیے صدقہ مت کرو۔
[2] یہاں بھی مظالم ظلم کرنے والوں کے معنی میں ہے۔
[3] اک تارا۔
[4] یعنی اپنے دل سے اپنے مذہب کا بغض سے بھرا تعصب باہر نکالو۔

کسی اغیار مذہب سے کرو مت تم کبھی الفت
سبھوں کو دائرے اپنے میں لاؤ بن کے پُر کارا[۱]
ہمہ مخلوق کو کیجئے خدائی نقطہ پر قائم
ہمہ اقوام کو باہم ملاؤ بن کے سالارا[۲]
ہمیشہ بردباری سے کرو تبلیغ حقانی
یہ کفر و دین کا جھگڑا مٹاؤ کر کے پَرچارا
گزارو زندگی اپنی نکوکاری[۳] کی سیرت سے
کرو پرہیز بدکاری سے مارو نفس امارہ
خلیفہ بن کسی کے سنگ جنگ و جدل مت کیجئے
کرو اخلاق کی اصلاح کرو شیطاں سے پیکارا
ولیکن جنگ تنگ کرنی خلیفہ بن بھی ہے جائز
غزا کی ہے جزا کم تر صبر کا ہے اجر بھارا[۴]
خدا کے امر سے کرنی غزا[۵] کی ہے جزا افضل
برے کاموں سے پر اول کرو توبہ کا ایثارا[۶]
غرض غیرت کے ہر موقع پر لڑ مرنا شہادت ہے
عدل سے لو بدل لیکن جدل کیجئے نہ آوارہ

---

[۱] ایک پرکار کی مانند ایسا دائرہ کھینچو کہ ہر ایک کو اس کے مقام پر لے آؤ۔
[۲] ایک قائد اور لیڈر کی طرح تمام قومیتوں کو ایک کرو۔
[۳] نیکی اور حسن اخلاق پر زندگی گزارو۔
[۴] یہاں جہاد اکبر اور جہاد اصغر کی طرف اشارہ ہے کہ نفس سے جہاد ہی سب سے بڑا جہاد ہے۔
[۵] غزا مطلب دین کے دشمنوں سے جنگ کرنا، لڑنا۔
[۶] یعنی برے کاموں سے توبہ کرو۔

سدا احکام اللہ پر رہو پابند با کوشش
وطن آزاد رکھنے کا کرو تم ہر دوا، چارہ
ہمہ اقوام مل جل کر کرو گزراں جہاں اندر [1]
امارت سے بناؤ تم خلیفہ؟ جوش شہریارا
دیگر ہر گدی پر بھی مت بناؤ جدّی ملکیت [2]
بناؤ بانکا گدی کا مالک نیک کردارا
وگرنہ نظم خلقت میں خلل پڑ جائے گا آخر
فجور و فسق بڑھ جائے گا خلقت میں حشر وارا
لعل حسین شاہ گدا کی یہ صدا ہے فی سبیل اللہ
عمل کیجئے یا نہ کیجئے ابھی میں ہوں سبک بارا

غزل

صدق سے عشق کی منزل کو طے کر ڈالا ہے میں نے
صنم کا سخن مر مر کر صنم سے پالا ہے میں نے
ابھی میں اور صنم دونوں بہم رہتے ہیں مل جل کر
پریم و پیار اک سانچے میں دل کے ڈھالا ہے میں نے
مسلماں جائے کعبہ کو نہائے ہندو گنگا میں

---

[1] یہاں آپ بقائے باہمی کی بات کر رہے ہیں جسے coexistence کہا جاتا ہے، جو آج کی مہذب دنیا کا ایک جانا مانا اصول ہے۔

[2] گدی نشینی درباروں پر بھی چلتی ہے اور سیاست میں بھی۔ آپ یہی کہہ رہے ہیں کہ گدی کو اپنی آبائی ملکیت نہ بناؤ بلکہ نیک اور اہل لوگوں کو اس پر بٹھاؤ کیونکہ نااہل نظام کو برباد کر دیتے ہیں جس سے مخلوق میں فتنہ و فساد بڑھ جاتا ہے۔

رحیم ورام حرم دل کے اندر بھالا ہے میں نے
رقیبوں کے فریبوں کا مجھے کھٹکا نہیں ہر گز
ہلا کو ڈاکو نفس ابلیس کو پامالا ہے میں نے
ابھی میں نے بجھانا ہے دیا باطل پرستی کا
خلق میں حق پرستی کا جلانا لالا ہے میں نے
(سید لعل حسین شاہ)

غزل

خدا کے عشق میں اک بار جو سرشار ہوتا ہے
خدا کا سر خوش مخفی اسے اظہار ہوتا ہے
یہ وردِ خشک بر تسبیح خدا کو خوش نہیں اصلا
ریا کے ہر وظیفے سے خدا بیزار ہوتا ہے
خدا بے غرض ہمدردی سے ہوتا ہے سدا شاداں
خدا بے درد انساں پر سدا قہار ہوتا ہے
خدا کا وصل ہوتا ہے ہمیشہ عشق صادق سے
جو دل ہے عشق سے خالی وہ دل بیکار ہوتا ہے
یہ عبرت ناک گفتہ ہے مری بلبل غزلخواں کا
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے
خدا اب کاٹ ڈالے گا ریا کا نخلِ شیطانی
نہال عشق رحمانی سدا پُر بار ہوتا ہے
خدا اب بند کر دے گا ہوس کی جملہ دوکانیں
خدا کے عشق کے سودا کا خوش بیوپار ہوتا ہے

غرض زائل کرے گا اب خدا باطل پرستی کو
خلق میں حق پرستی کا گرم بازار ہوتا ہے
اب دین کا ڈنکا بجے گا اس جہان میں
یہ مژدۂ خدا مجھ کو سکندر وار ہوتا ہے
لعل حسین شاہ قلندر کی صدا ہے یہ خداوندی
مجھے دلدار ازلی کا سدا دیدار ہوتا ہے
(سید لعل حسین شاہ)

پیر سید رفاقت حسین شاہ صاحب
(المعروف چن پیر بادشاہ)

ولادت باسعادت

حضرت سید لعل حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر یکم نومبر ۱۹۶۵ کو فجر کے وقت غوث آباد راولپنڈی میں ایک ایسا چاند نمودار ہوا جس کی روشنی تاریک دلوں کو منور کرتی ہے۔ آپ کا نام سید رفاقت حسین شاہ رکھا گیا۔ اس دور میں بڑے حضور کے پاس ایک مولوی صاحب رہا کرتے تھے، وہ دربار شریف کی خدمت کرتے اور اُن کی بیوی آپؒ کے گھر کے کام کاج اور آپ کی والدہ صاحبہ کی خدمت کیا کرتی تھی۔ جب اس خادمہ نے آپؒ کو دیکھا تو کہا: "چن ور گا بچہ" اور انہوں نے آپ کو "چن پیر" کہہ کر پکارنا شروع کر دیا چنانچہ آپ اِسی نام سے مشہور ہو گئے۔

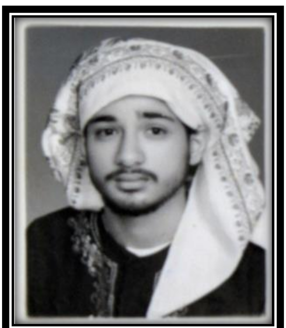

سید رفاقت حسین شاہ

تعلیم و تربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد و پیر و مرشد جناب سید لعل حسین شاہؒ صاحب سے حاصل کی، آپ ایسے عالی مرتبت گھرانے کے چشم و چراغ ہیں جو سالکین کی روحانی تربیت میں اپنا مقام رکھتا ہے، لہذا آپ کی روحانی تربیت کا آغاز آپ کے گھر سے ہی ہوا، آپ کے والد آپ سے بہت پیار کرتے تھے اور آپ اپنی زندگی کے ابتدائی دور سے ہی ان کی نگاہ کا مرکز تھے، چونکہ آپ ہر وقت گھر میں موجود رہتے اور آتے جاتے کھیلتے کودتے آپ ان

کی نظروں میں رہتے۔ آپ نے جب سے ہوش سنبھالا خود کو روحانیت کی طرف ہی مائل پایا۔

دنیاوی تعلیم

آپ نے ابتدائی تعلیم چکلالہ ٹیکنیکل بوائز سکول راولپنڈی سے حاصل کی اور اسی سکول سے میٹرک پاس کیا۔

ریاضت و مجاہدہ

رب کی خوشنودی و رضا کے حصول کے لیے آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ ریاضات و مجاہدات میں گزرا۔ لڑکپن سے ہی دنیاوی عیش و عشرت سے کنارہ کش ہو کر یادِ الٰہی میں ایسے مشغول ہوئے کہ آپ کی نظر میں دنیا کی وقعت نہ رہی۔ بچپن میں آپ کی تربیت اس طرز پر کی گئی کہ آپ نے ہمیشہ ہی صوم وصلاۃ کی پابندی کی، آپ اپنے مریدین کو بھی یہی تاکید کرتے ہیں۔

خلوت نشینی

ایام ریاضت و مجاہدہ میں تسکین قلب و روح کے لیے آپ نے راولپنڈی سے چند کلو میٹر دور درکالہ نامی جگہ کو منتخب کیا، اور درکالہ کے جنگل میں خلوت نشینی اختیار کی۔ اِس دوران آپ دربار شریف (اپنے گھر) آتے جاتے رہے۔

مذکورہ بالا مدت کے بعد دربار شریف واپس آئے تو رات کے قیام کو اپنا معمول بنا لیا۔ آپ کے خادم نعیم الحسن سیٹھی بتاتے ہیں کہ اِن برسوں میں آپ کی راتیں قیام و سجود میں گزرتیں۔ آپ اپنے نفس پر اس قدر سختی کرتے کہ پاؤں مبارک میں ورم آ جاتا۔ خادم عرض کرتے حضور پاؤں کی مالش کر دیں تو فرماتے: ”مالش سے ملنے والی راحت شب بیداری کی لذت کو ختم کر دیتی ہے، اس درد و اکڑن سے یار کی یاری اور پکی ہوتی ہے، اور

سرور بڑھتا ہے۔" میاں محمد بخشؒ نے کیا خوب کہا ہے:

رات پوے تے بے درداں نوں نیند پیاری آوے
درد منداں نو یاد سجن دی سُتیاں آن جگاوے
اک دن مرنا اوڑک سب نے کیا اگے کیا پچھے
رِیت پریت سجن وچ مریے جے پتا سجن نو لگے

خدمت مرشد

تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

آپ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں ہر دم مستعد رہتے۔ مرشد پاک کے حجرے کی صفائی کرتے، تو دربار کے خادم عرض کرتے: حضور خدمت کے لیے ہم غلام جو موجود ہیں۔ آپ فرماتے: "یہ کوئی تردد نہیں، میں تو اپنے پیر و مرشد کا ادنی غلام ہوں۔ خادم عرض کرتے: سرکار آپ تو سید لعل حسین بادشاہ کے بیٹے اور جانشین ہیں، فرماتے: "میں بیٹا تو ہوں مگر سید لعل حسین بادشاہ، میرے پیر و مرشد اور رہبر بھی ہیں، طریقت کی رو سے میں اپنے مرشد کے قدموں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔"

دربار کی خدمت

دربار عالیہ میں حضور سید لعل حسین شاہ صاحب نے جانور پال رکھے تھے۔ چن پیر بادشاہ جانوروں کا خاص خیال رکھتے، ان کے چارے پانی کا بندوبست کرتے، اپنے ہاتھ سے ان کا دودھ دوہتے۔ پھر بڑے حضور کے لاہور جانے کے بعد دربار کے انتظامی امور آپ کے حوالے کر دیئے گئے جنہیں آپ نے نہایت احسن طریقے سے سنبھالا۔ مسجد کی تعمیر کروائی، دربار شریف کی توسیع اور تعمیر کو ایک فرض جان کر پورا کیا۔

عشق مرشد

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر

وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

کم عمری میں ہی آپ نے اپنے پیر و مرشد کی صحبت و محفل میں بیٹھنا شروع کر دیا۔ آہستہ آہستہ مرشد کے عشق نے آپ کے دل میں ایسا گھر کیا کہ آپ ہر وقت دیدارِ مرشد کی تڑپ میں بے تاب رہنے لگے۔ سکول سے واپسی پر شام کے اوقات میں پڑھائی سے فارغ ہو کر آپ اپنے مرشد کے حضور دہلیز پر خادم کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے۔ قربِ مرشد میں ایسے محو ہوتے اور آپ پر سرشاری کی ایسی کیفیت طاری ہوتی کہ کئی کئی گھنٹے کھڑے رہتے حتیٰ کہ آپ کی ٹانگیں سُن ہو جاتیں، لیکن نگاہیں مرشد کے اشارے کی منتظر رہتیں۔ جس قدر آپ کی عمر مبارک بڑھتی جا رہی ہے اسی قدر آپ کا اپنے مرشد سے عشق بڑھتا جا رہا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: ”ہمیں تو اپنے مرشد کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا۔“ اسی طرح آپ کے روز مرہ کے وعظ و نصیحت کا مرکزی خیال مرشد سے رشتہ جوڑنا اور مرشد کی نظر میں شرفِ قبولیت حاصل ہونا ہوتا ہے۔ آپ اپنے مریدین کو بھی یہی کہتے ہیں کہ ”بس اپنے مرشد سے رابطہ مضبوط رکھیں؛ کیونکہ جو ادھر پاس ہو گیا وہ بارگاہِ غوث پاک میں بھی پاس ہے، وہ بارگاہِ نبوت ﷺ میں بھی پاس ہے اور وہ بارگاہِ خداوندی میں بھی پاس ہے۔“ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے مرشد کا سچا عشق نصیب فرمائے۔ آمین

خلافت قادریہ

آپ کی عمر مبارک تقریباً ۱۶ سال تھی جب سید لعل حسین شاہ صاحب نے آپ کو غوث پاک سید عبد القادر جیلانیؒ کے حکم پر خلافت قادریہ عطا کی۔ محرم کی ۱۰ تاریخ تھی سید لعل حسین بادشاہؒ بغداد شریف جانے کے لیے تیار تھے، اس روز دربار شریف میں

اچھے خاصے لوگ موجود تھے، ان میں مولانا محمد شفیع، خواجہ محمد یوسف، مولوی خدا داد صاحب اور مرزا عبد الواحد بھی شامل تھے۔ آپ کے والد اور پیر و مرشد نے فرمایا: ہمیں حضرت غوث پاکؒ کی طرف سے حکم ہوا ہے کہ آپ کو طریقہ قادریہ عالیہ میں خلافت دی جائے۔ آپ نے اپنے والد کے حکم پر سر تسلیم خم کیا اور آپ کے والد دربار شریف کا انتظام و انصرام آپ کے حوالے کر کے بغداد شریف روانہ ہو گئے۔

اسفار و سیاحت

آپ تقریباً پورا پنجاب، خیبر پختونخوا، سندھ کے مشہور شہر اور بلوچستان کے چند علاقوں میں گئے، اِن اسفار میں آپ کے ہمراہ دربار شریف کے عقیدت مند بھی ہوتے تھے۔ آپ نے پاکستان میں خصوصاً پنجاب کے تمام مزاراتِ اولیاء پر حاضری کی غرض سے سفر کیے جن میں لعل شہباز قلندر، داتا علی ہجویری، حضرت امام بری سرکار، پاک پتن شریف، حضرت سخی سلطان باھو، حضرت بابا بلے شاہ، عبد اللہ شاہ غازی کراچی، حضرت بابا لعل شاہ مری، سخی سرور ڈیرہ غازی خان، خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن، شاہ شمس تبریز سبزواری ملتان، شاہ رکنِ عالم ملتان، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، حضرت بابا فضل دین چشتی کلیامی، میاں محمد بخش کھڑی شریف قابل ذکر ہیں۔ اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے اور آپ وقتاً فوقتاً مختلف مزارات کی زیارت کو جاتے رہتے ہیں۔

سیرت و کردار

آپ سادہ مزاج، عاجز، نرم گفتار اور کم گو ہیں۔ نہایت دھیمے لہجے میں ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے ہیں، آپ کا انداز تکلم اتنا پُر اثر ہوتا ہے کہ آپؒ کے منہ مبارک سے نکلنے والا ایک ایک لفظ سننے والے کے دل میں اترتا جاتا ہے، اور سننے والا آپ کی باتوں کے سحر میں کھو جاتا ہے۔

آپ ملنے والوں سے نہایت شفقت کا برتاؤ کرتے ہیں، زائرین کے مسائل – خواہ

دینی ہوں یا دنیاوی — بڑی توجہ سے سنتے ہیں۔ دنیاوی معاملات کے لیے بہترین مشورہ دیتے ہیں اور روحانی معاملات میں اس شخص کی استعداد کے مطابق رہنمائی کرتے ہیں۔ آپ کسی سائل کو دربار شریف سے کچھ کھلائے پلائے بغیر نہیں جانے دیتے، فرماتے ہیں: ”یہ ہمارے مہمان ہیں اس لیے ان کی تواضع ضروری ہے۔“ خادمین کے ساتھ آپ کا برتاؤ مثالی ہے، ان کا ہر طرح سے خیال رکھتے ہیں اور ان کی ہر جائز ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ کا یہ حسن سلوک صرف غیروں تک ہی محدود نہیں بلکہ آپ اپنے گھر والوں کا اس سے بھی بڑھ کر خیال رکھتے ہیں۔

آپ کو تکلف اور بناوٹ بالکل پسند نہیں، جس طرح لوگ روایتی پیروں کی آؤ بھگت کرتے ہیں آپ اس کو بھی ناپسند فرماتے ہیں، کہتے ہیں: ”ہمیں بالکل اچھا نہیں لگتا کہ جب ہم کسی محفل میں آئیں تو لوگ ہمارے لیے کھڑے ہوں اور ہمیں اہمیت دیں۔“ آپ ظاہری نمود و نمائش کو بالکل پسند نہیں کرتے، سادہ لباس سادہ خوراک اور سادہ طرز زندگی آپ کو پسند ہے۔

آپ خود بھی شریعت کے پابند ہیں اور اہل طریقت میں سے باشریعت لوگوں کو پسند کرتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے: ”مومن وہ ہے جس کو دیکھ کر اللہ یاد آ جائے۔“ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا پُر نور اور پُر کیف چہرہ عطا کیا ہے کہ آپ کی صورت دیکھ کر اللہ یاد آ جاتا ہے۔ آپ سے ملنے والا پہلی ملاقات میں ہی آپ کا گرویدہ ہو جاتا ہے اور آپ کے اخلاق سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ پاتا۔

معمولات

آپ روزانہ صبح ۱۰ بجے سے لے کر ظہر کی نماز تک آنے والے سائلین سے ملاقات کرتے ہیں۔ پھر ظہر کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کرتے ہیں۔ دوپہر کے کھانے کے بعد کچھ دیر آرام کرتے ہیں۔ اگر شام کو کسی محفل میں جانا ہو تو اس کی تیاری کرتے

ہیں۔ رات عشاء کے بعد آپ سو جاتے ہیں، دو تین گھنٹے کی نیند کر لینے کے بعد اٹھ کر اپنے ورد و ظائف پڑھتے ہیں۔ پھر آدھی رات کے وقت کچھ دیر آرام کرتے ہیں اور فجر سے پہلے تہجد کے لیے اٹھتے ہیں۔

ترویج سلسلہ

آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ کی ترویج کے لیے مثالی کردار ادا کیا؛ راولپنڈی میں واقع دربار شریف کی تعمیر اور توسیع کا سہرا آپ ہی کے سر ہے۔ آپ نے اپنے مرشد کے حکم پر دربار شریف میں ایسی ڈیوٹی دی کہ کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ روزانہ صبح ۱۰ بجے سے لے کر نماز ظہر تک آپ کی ایک عوامی نشست ہوتی ہے جس میں آپ کبھی ناغہ نہیں کرتے، الا یہ کہ آپ شہر سے باہر ہوں۔ آپ کے دور میں ہی دربار شریف میں ایک عالی شان مسجد پایہ تکمیل تک پہنچی اور حیران کن بات یہ ہے کہ اس مسجد کی تعمیر کے لیے کبھی کسی سے مانگ کر چندہ نہیں لیا گیا۔ پھر آپ نے دربار شریف میں سائلین اور عرس پر آنے والے زائرین کے لیے تین منزلہ کمپلکس تعمیر کروایا۔ اگرچہ عین مرکز شہر میں ہونے کی وجہ سے جگہ کے مسائل ہیں لیکن پھر بھی اب کافی تعداد میں زائرین اس میں رہ سکتے ہیں۔

خلفا اور مریدین

آپ نے اندرون ملک اور بیرون ملک کافی سیاحت کی، اس طرح آپ کے عقیدت مندوں کی تعداد میں کئی گنا اضافہ ہوا۔ آپ کے خلفا کی تعداد ۱۰۰ سے زائد ہے جن میں سے ۱۰ سے ۱۵ تو کافی مشہور ہیں۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں آپ کے خلیفہ واحد صاحب کے اپنے ہزاروں مریدین ہیں۔ اسی طرح آپ کے خلیفہ پیر مدثر حسین شاہ صاحب نے بھی بہت شہرت پائی؛ وہ برطانیہ میں مقیم ہیں، سلسلے کی ترویج میں ان کا اہم کردار ہے اور ان کے حلقہ ارادت میں علما اور درویشوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے۔ تمام خلفا کا مختصر

تذکرہ بھی اس کم ضخامت کتاب میں ممکن نہیں، چند نام یہ ہیں: ۱- حافظ محمد شفیق صاحب، کوٹ رادھاکرشن لاہور، ۲- خلیفہ محمد سلیم صاحب، اچھرہ لاہور، ۳- خلیفہ پیر محبوب سبحانی صاحب، منڈی بھلوال سرائے عالمگیر، ۴- خلیفہ پیر رمضان صاحب، میرپور۔ ان خلفا کی درباری انتظامات میں بہت خدمات ہیں اور یہ تقریباً ہر مجلس اور محفل میں شامل ہوتے ہیں۔

جہاں تک مریدین کی تعداد کا تعلق ہے تو ایک محتاط اندازے کے مطابق اب بھی دربار شریف میں سات ہزار ایسے مریدین ہیں جو مکمل رابطے میں ہے اور جو لوگ کبھی کبھار آتے ہیں ان کی تعداد پچیس ہزار سے بھی زائد ہے۔

محافل کا انعقاد

آپ ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو دربار غوثیہ میں ختم شریف کی بڑی محفل منعقد کرواتے ہیں جسے ”گیارہویں شریف کا ختم“ کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ہر سال جون کے پہلے ہفتے غوث پاک سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ عرس منعقد کیا جاتا ہے جس میں پاکستان اور دنیا بھر سے مریدین کی ایک بڑی تعداد شرکت کرتی ہے۔ چونکہ حضرت سید لعل حسین شاہ صاحب کا دربار لاہور سندر شریف میں ہے تو آپ کا سالانہ عرس نومبر کے مہینے میں بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ آپ محافلِ میلاد، ختم شریف اور دیگر محافل میں بھی بھرپور شرکت کرتے ہیں۔ محافل میں بلانے والوں سے آپ کا اصرار یہ ہوتا ہے کہ محافل کو مختصر رکھا جائے اور حاضرین کو غیر ضروری انتظار نہ کروایا جائے۔ آپ ان لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں جو محافل کو غیر ضروری طول دیں۔ آپ فرماتے ہیں اگر بات مختصر اور جامع ہو تو لمبی اور تھکا دینے والی بات سے زیادہ پر اثر ہوتی ہے۔

ملفوظات سید سخی چن پیر بادشاہ

ملفوظ-۱

رسائل ابن العربی

مورخہ ۱۴ جون ۲۰۰۸ء کو ہم دونوں مرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اپنی پہلی شائع شدہ کتاب رسائل ابن العربی انہیں پیش کی، آپ نے کتاب اٹھائی اور جیسے ہی پہلا صفحہ کھولا تو فرمانے لگے: بہت محنت والا کام نظر آ رہا ہے، ماشا اللہ! اللہ قبول فرمائے۔ آپ تھوڑی دیر اسے دیکھتے رہے اور پھر یوں گویا ہوئے: ہم کافی عرصہ سے شیخ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے متلاشی تھے مگر اردو میں ان کا کوئی مستند کلام نہیں ملتا تھا، آپ لوگوں نے اس کتاب کا ترجمہ کر کے ایک عظیم کام کی ابتدا کی ہے۔ پھر آپ نے اس کتاب میں سے رسالہ انوار کھولا اور صفحہ نمبر ۱۴۴ سے باآواز بلند پڑھا:

> ''اب یہ جان لے اگر تو حضرت حق میں داخل ہونا، اور اسباب کے بغیر اس سے حاصل کرنا، اور اس سے انس چاہتا ہے تو یہ سب تجھے اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک تیرے دل میں کسی غیر کی ربانیت ہو۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اب تک تیرے دل میں اس (کے غیر) کی حکمرانی ہے اس لیے تجھ پر لازم ہے کہ اب لوگوں سے تنہائی اختیار کر، جلوت کو چھوڑ کر خلوت میں پناہ لے کیونکہ جس قدر تو -ظاہری یا باطنی طور پر- مخلوق سے دور ہو گا اتنا ہی رب کے قریب ہو گا۔''

آپ نے اس اقتباس کے اختصار کو کھول کر حاضرتِ حق کے بارے میں بیان فرمایا

اور اپنے اوپر وارد کیفیات کا بھی ذکر کیا۔ پھر آپ نے ہمارے لیے خصوصی دعا کی۔

ملفوظ-۲

وحدت الوجود کیا ہے؟

مورخہ ۲۲جون ۲۰۰۸ء کو ہم دونوں مرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ مرشد اپنی نشست پر جلوہ افروز تھے اور ساتھ آپ کے صاحبزادے سید عاذب لعل گیلانی بھی تشریف فرما تھے۔ مرشد نے پوچھا کہ شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے وحدت الوجود کے بارے میں بہت کچھ بیان فرمایا ہے، آپ لوگوں کے نزدیک وحدت الوجود کیا ہے؟ ابرار صاحب نے کہا: حضور شیخ اکبر کے ہاں وجود صرف ایک ہی ہے، جسے وہ واحد وجود کہتے ہیں جو کہ واجب وجود ہے۔ اس وجود حقیقی کے علاوہ باقی سب وجود اس سے مستعار وجود ہیں جن کی اپنی حقیقت عدم ہے، چونکہ وجود کا فیض یا منبع وہی ایک وجود ہے تو شیخ اکبر وحدت الوجود یا "وجود کے ایک" ہونے کے قائل ہیں۔

آپ نے فرمایا: کیا شیخ اکبر کے علاوہ بھی ایسے بزرگ گزرے ہیں جو وحدت الوجود کے قائل ہوں؟ تو میں نے عرض کی منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں۔ آپ نے فرمایا ان کے علاوہ بھی بہت سے لوگ ہیں جو ظاہر نہیں ہوتے جب وہ اس ذات کا ذکر کرتے ہیں تو اس میں فنا ہو جاتے ہیں، یہ لوگ اگر زمین پر بیٹھ کر اس کا ذکر کر رہے ہوں تو جب وہ ذکر میں محو ہو جاتے ہیں تو ان کا اپنا وجود ختم ہو جاتا ہے، ایسے لوگ پوشیدہ حال ہوتے ہیں، مثلاً ہو سکتا ہے کہ سڑک کنارے کوئی موچی جوتے سی رہا ہو اور لوگ اس کے اصل رتبے سے انجان ہوں۔ پھر فرمایا: ابو بکر شبلیؒ جب ذات حق کے ذکر میں مشغول ہوئے تو بے ساختہ کہہ اٹھے: "میں خدا ہوں" جب اس کیفیت سے باہر آئے تو لوگوں نے کہا: حضرت آپ یہ کہہ رہے تھے کہ میں خدا ہوں۔ آپ نے کہا: اگر اب میں دوبارہ یہ کہوں تو تلوار سے میری گردن اُڑا دینا۔ جب آپ حالت استغراق میں گئے اور آپ کی زبان مبارک سے وہی

کلمات ادا ہوئے کہ میں خدا ہوں تو ایک آدمی نے تلوار اٹھائی اور آپ کی گردن پر وار کیا مگر تلوار آپ کے جسم سے ایسے آر پار ہو جاتی جیسے کوئی آدمی پانی میں تلوار چلا رہا ہو، اور آپ پر تلوار کا کوئی اثر نہ ہوا۔ جب آپ اس کیفیت سے باہر آئے تو لوگوں نے سارا واقع بتایا آپ نے کہا اس وقت میں نے اپنی ہستی کو اس کی ہستی میں فنا کر دیا تھا، اس وقت میں نہیں تھا بس وہی تھا۔

ملفوظ-۳

اپنے مرشد سے محبت

مورخہ ۷ جولائی ۲۰۰۸ء دن بارہ بجے ہم دونوں دیدار کو حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کی حضور ابرار صاحب کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا بات ہے؟ ابرار صاحب نے کہا: جناب ہم نے شیخ ابو مدینؒ -جو کہ حضرت ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی شیخ ہیں- کے بارے میں یہ پڑھا ہے کہ اگر ان کا ذکر کیا جائے تو ان کے نام کی برکت سے انسان کے تمام کام ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح کا ایک واقعہ ہمارے ساتھ بھی پیش آیا کہ جب ہم نے ان کا ذکر کیا تو ہمارے ساتھ بھی غیر معمولی واقعات پیش آئے۔ پھر ابرار صاحب نے پوچھا: اِس بات سے یہ شائبہ آتا ہے کہ بعض دفعہ آدمی اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اس کا کام نہیں ہوتا، مگر جب وہ اپنے مرشد یا کسی بزرگ ہستی کا نام لیتا ہے تو اس کا وہ کام ہو جاتا ہے۔

ان دونوں سوالات کو سننے کے بعد آپ نے فرمایا: شیخ ابو مدین رحمۃ اللہ علیہ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد بھی تھے اس لیے جب انہوں نے اپنے مرشد کا ذکر کیا تو ان کے رکے کام ہو گئے۔ آپ نے مزید فرمایا: مرید چاہے جس مقام پر بھی پہنچ جائے وہ اپنے مرشد کے قدموں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ پھر آپ نے دوسرے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: میں ایک واقعہ بیان کرتا ہوں جس سے آپ لوگوں کو بات سمجھ آ جائے گی۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جو بہت پائے کے بزرگ گزرے ہیں، ایک مرتبہ آپ اپنے مصلے پر بیٹھ کر دریا عبور کرنے لگے تو ایک آدمی نے کہا: مجھے بھی اپنے ساتھ دریا کے پار لے چلیں۔ آپ نے اِسے اپنے ساتھ مصلے پر بٹھا لیا۔ خود ذکر میں مشغول ہو گئے اور اللہ اللہ کرنے لگے لیکن اِس شخص سے کہا: تم میرا ذکر کرتے رہو۔ اِس آدمی کے ذہن میں خیال آیا کہ خود تو اللہ کا ذکر کر رہے ہیں اور مجھے اپنے ذکر کے لیے کہہ رہے ہیں۔ اِس نے بایزید کا ذکر نہ کیا اور اللہ کا ذکر کرنے لگا، ذکر کرنے کی دیر تھی کہ مصلا ڈولنے لگا۔ آپ نے کہا: پہلے تو بایزید تک تو پہنچ پھر خدا تک پہنچے گا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ پہلے مرید فنا فی الشیخ ہوتا ہے پھر فنا فی الرسول اور پھر فنا فی اللہ۔ کوئی آدمی پہلے دو مرتبے چھوڑ کر فنا فی اللہ نہیں ہو سکتا، پھر فرمایا: مرید چاہے جس مقام پر بھی پہنچ جائے وہ اپنے مرشد کے قدموں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ شروع شروع میں جب دو اڑھائی ماہ گزر جاتے تو ہمیں روحانی سرور آنا ختم ہو جاتا، پھر ہم اپنے پیر و مرشد کی بارگاہ میں حاضری کے لیے جاتے تو ہمارے اگلے دو اڑھائی ماہ سکون سے گزر جاتے، مگر اب یہ حال ہے کہ اگر ہم ایک سال تک مرشد کے دربار میں نہ جائیں تو وہ حالت نہیں ہوتی، ہاں اگر کبھی محسوس ہو تو یہیں سے پیر و مرشد کا تصور کر لیتے ہیں، یوں ہمیں سکون قلب حاصل ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا: اگر آپ لوگوں کو بھی کوئی مسئلہ در پیش ہو تو آپ بھی اپنے پیر و مرشد کا تصور کر لیا کریں۔ اگر بہت ضروری ہو تو دربار حاضر ہو کر مسئلے کے بارے میں دریافت کر لیا کریں۔ اس کے بعد مرشد نے ہمارے حق میں دعا کی اور ہم اجازت لے کر واپس روانہ ہوئے۔

ملفوظ ۔ ۴

علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین

مورخہ ۵ اگست ۲۰۰۸ء دن ۱۱ بجے ہم مرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آپ نے

حضرت منصور حلاج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: جب انہوں نے "انا الحق" کا نعرہ لگایا تو اُس وقت داؤد ظاہری کا دور تھا، شریعت کے ظاہر کی سختی سے پابندی کی جاتی تھی۔ حضرت مولانا شبلی چونکہ وحدت الوجود اور فنا فی اللہ کا مقام سمجھتے تھے مگر آپ نے علما کا فتوی پورا کرنے کے لیے منصور حلاج کو گلاب کے پھول مارے تو منصورؒ چیخ اٹھے۔ مولانا شبلی نے اِس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: اے شبلی یہ لوگ تو مجھے نہیں جانتے، مگر تم تو میرے ہم راز ہو، اس لیے تمہارے پھول بھی مجھے لوگوں کے پتھروں سے زیادہ تکلیف دے رہے ہیں۔ حضرت غوث پاک شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: اگر منصور حلاج میرے دور میں ہوتے یا میں ان کے دور میں ہوتا تو میں ان کو سولی سے بچا لیتا۔ حضرت منصور حلاج حضرت ابن العربی سے پہلے گزرے ہیں۔

اللہ کے سچے عاشق اور دوست ذات الٰہی میں ایسے گم ہو جاتے ہیں اور فنائیت کے ایسے مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ ان کی اپنی ہستی ختم ہو جاتی ہے، اور اِن کا سانس اللہ کا سانس (بمعنی امر الٰہی) ہو جاتا ہے - ویسے بھی انسان کے اندر جو روح ہے وہ اللہ کا ایک سانس ہی ہے[۱]- جب وہ شخص بولتا ہے تو سمجھو کہ اللہ ہی بول رہا ہے۔ اللہ حکم کرتا ہے اور وہ انسان آگے اس حکم کو صادر کرتا ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ اس نے خدا ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے؛ کیونکہ لوگوں کو تو صرف اِس کا ظاہری وجود ہی نظر آ رہا ہوتا ہے جبکہ باطن میں اس کا وجود ختم ہو چکا ہوتا ہے۔[۲]

---

۱ قل الروح من أمر ربي. کہہ دو کہ روح میرے رب کا حکم ہے۔

۲ شیخ اکبر فصوص الحکم کے فص ہود علیہ السلام میں فرماتے ہیں:

اللہ فرماتا ہے: ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾ (ق: ۱۶) ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے نزدیک ہیں۔ بندے سے اللہ کی قربت اخبار الٰہی میں کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، کوئی قرب اس سے زیادہ قریب نہیں کہ اس (اللہ) کی ہویت بندے کے اعضا کا عین اور اس کی قوت بن جائے، بندے کے پاس ان اعضا اور قوت کے سوا کچھ بھی نہیں، پس اس وہی ⇆

ویسے بھی مرنے کے بعد اس ظاہری وجود کی کوئی حقیقت نہیں ہے، ظاہری وجود تو مٹی ہو جاتا ہے، اصل چیز تو روح ہے۔ مگر اللہ والوں کے دنیا سے پردہ کرنے کے بعد بھی ان کی روح کی برکت سے ان کے ظاہری وجود کو کچھ نہیں ہوتا۔

مرشد نے فرمایا: ماشا اللہ! اس دور میں آپ لوگ بہت اچھا کام کر رہے ہیں، مگر افسوس کہ اس دور میں معرفت والے لوگ بہت کم ہیں۔ ہم نے ہر دور کے صوفیا کے بیان پڑھے ہیں، حتیٰ کہ ہزار سال پہلے حضرت داتا گنج بخشؒ نے کہا: افسوس اس دور میں وہ (معرفت والے) لوگ نہیں۔ ہر دور کے صوفیا کو اس بات کا افسوس رہا ہے کہ ان کے دور میں ایسے لوگ موجود نہیں جو معرفت کا ادراک رکھتے ہوں۔

مرشد نے مزید فرمایا: جس طرح آپ لوگ اپنے مرشد سے محبت و انس رکھتے ہیں وہ سکیم ۱۱۱ (ہمارا رہائشی علاقہ) کے دوسرے نوجوانوں کو نہیں ہو سکتی۔ تم لوگ یہ کہتے ہو کہ کاش جو میں دیکھ چکا ہوں یہ بھی دیکھتے تو یہ بھی حق الیقین (کا مزہ چکھتے)۔ انسان میں حق الیقین ایک ایسا مقام ہے جس میں مرشد اگر یہ کہہ دے کہ ابھی دن ہے تو مرید بھی کہتا ہے کہ دن ہے۔

یقین کی تین اقسام ہیں:

۱۔ علم الیقین

۲۔ عین الیقین

۳۔ حق الیقین

اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ اگر میں آپ سے کہوں کہ وہاں ایک گھڑا رکھا ہوا ہے اور اس میں شربت ہے۔ آپ نے سن لیا اور آپ کے علم میں یہ آگیا کہ گھڑے میں

خلقت میں مشہود حق ہی ہے، لہذا مومنین اور اہل کشف، یعنی اہل وجود کے (محققین کے) نزدیک مخلوق معقول، اور حق محسوس ہے جبکہ ان دو گروہوں کے علاوہ باقی سب کے نزدیک حق معقول اور خلق مشہود ہے۔

شربت ہے؛ اس کو علم الیقین کہتے ہیں، یہ ایسا مقام ہے جہاں ایمان ڈول جاتا ہے؛ کیونکہ یہ مستند مقام نہیں۔ اگر علم الیقین پر انسان کی نجات ہوتی تو بڑے بڑے علما، مشائخ اور فلاسفر کبھی گمراہ نہ ہوتے؛ کیونکہ یہ مقام علم کی حد تک ہے۔

پھر میں کہتا ہوں کہ ہمیش صاحب آپ یا ابرار صاحب آپ جاؤ اور دیکھو گھڑے میں میٹھا شربت ہے، جب آپ گئے اور آپ پر شربت کی رنگت ظاہر ہوئی تو اس کو عین الیقین کہتے ہیں۔ یہ ایسی منزل ہے کہ اگر علم الیقین میں سو میں سے دس گمراہ ہوتے ہیں تو عین الیقین میں بھی سو میں سے ایک گمراہ ہو سکتا ہے۔ اس لیے پتا چلا کہ عین الیقین بھی حتمی نجات کا ذریعہ نہیں۔ ہم نے دیکھا ہے بعض لوگ مرشد کی کرامت دیکھنے کے بعد بھی جب ان پر آزمائش کا کوئی لمحہ آتا ہے تو گمراہ ہو جاتے ہیں، وہ عین الیقین تک ہوتے ہیں۔

پھر میں آپ سے کہتا ہوں: جاؤ گھڑے سے پانی پی لو۔ آپ نے پانی پیا تو آپ کو ذائقہ پتا چل گیا کہ یہ میٹھا ہے۔ اب چاہے ساری دنیا کہتی رہے کہ گھڑے میں پانی کڑوا ہے یا پھیکا، چونکہ آپ پانی کا ذائقہ چکھ چکے ہیں تو آپ کہیں گے پانی میٹھا ہے، اس کو حق الیقین کہتے ہیں۔

حق الیقین کی منزل ایسے ہے جیسے کسی پر کوئی بات بیتی ہو۔ اسی طرح منصور حلاج کو اس بات کا حق الیقین تھا کہ ان کا اپنا وجود ختم ہو چکا ہے، بس وہی ایک ذات موجود ہے۔ انہوں نے تو انا الحق کہنا ہی تھا۔ جبکہ لوگوں کو تو ان کا ظاہری وجود نظر آ رہا تھا اور ان لوگوں پر یہ کیفیت بھی نہ تھی۔ اسی طرح غوث پاکؒ پر بھی یہ کیفیت طاری ہوئی، فرماتے ہیں: میں اس وجہ سے سنبھل گیا کیونکہ اللہ نے مجھ سے دین اور شریعت کا کام لینا تھا۔

وحدت الوجود ایسا مقام ہے جہاں انسان دنیا سے بے خبر ہو جاتا ہے، اس کے اندر ذات الٰہی موجزن ہوتی ہے، اس کا اپنا آپ ختم ہو جاتا ہے اور بس وہی ایک وجود باقی رہتا ہے۔ بہت سے صوفیائے کرام پر یہ مقام آیا جیسے حضرت شاہ شمس تبریز، حضرت بری امام

سرکار، جو بارہ سال تک پانی میں بیٹھے رہے۔ کوئی انسان بارہ سال تک پانی میں نہیں رہ سکتا، مچھلیاں بھی آپ کو کھاتی رہیں، ہمیں تو بارہ سال نظر آتے ہیں مگر ہو سکتا ہے کہ آپ نے ایک غوطہ ہی لگایا ہو اور بارہ سال گزر گئے ہوں۔ اسی طرح بابا لعل شاہؒ - مری والے - جسم پر کپڑا تک نہ پہنتے، سردی اور برف میں دن رات بیٹھے رہتے، آپ سوکھ کر کانٹا ہو گئے تھے، ہمارے سامنے انہوں نے وہاں بیس سال گزارے مگر ہو سکتا ہے کہ ان کے لیے یہ ایک گھنٹہ یا ایک رات ہی ہو۔

ہم نے اپنے پیر و مرشد سید لعل حسین شاہؒ صاحب کو کہتے سنا: آپ سارا دن ساری رات رب کی یاد میں جاگتے رہتے اور فرماتے میں چند منٹ یا چند سیکنڈ اونگھ لیتا ہوں تو میری چوبیس گھنٹے کی نیند پوری ہو جاتی ہے، بظاہر تو ہمیں یہ اونگھ ہی نظر آتی ہے مگر اللہ پاک ان کو کئی گھنٹوں کا آرام دیتا۔ ان سب باتوں کی دلیل قرآن اور حدیث میں موجود ہے، اللہ فرماتا ہے: ﴿وَإِنَّ يَوْماً عِندَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ﴾ (الحج: ۴۷) تمہارے رب کا ایک دن تمہارے ہزار سال کے برابر ہے۔

حدیث میں آپؐ کا واقعہ معراج اس بات کی گواہی ہے، وہاں آپ ﷺ نے جتنا بھی عرصہ گزارا مگر جب آپؐ دنیا میں واپس تشریف لائے تو دروازے کی کنڈی ہل رہی تھی اور وضو کا پانی چل رہا تھا۔ پھر جب انسان مرنے کے بعد قبر میں جاتا ہے تو اندر کچھ وقت ہی گزرا ہوتا ہے لیکن باہر کئی سال گزر چکے ہوتے ہیں۔ اسی طرح قیامت کا دن آئے گا جو کچھ روایات کے مطابق ستر سال کا اور کچھ کے مطابق ستر ہزار سال کا ہو گا۔ اور وہ ایک دن ایمان والوں کے لیے ایسے ہو گا جیسے ایک لمحہ اور بے ایمانوں کے لیے ستر ہزار سال والا قیامت کا دن بن جائے گا۔ اسی طرح جب پل صراط پر سے گزر ہو گا تو ایمان والے پلک جھپکتے میں گزر جائیں گے اور بے ایمانوں کے لیے کئی ہزار سالوں کی مسافت ہو گی۔ اللہ فرماتا ہے: ﴿فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ أَلْفَ سَنَةٍ﴾ (المعارج: ۴) اس دن جو پچاس ہزار سال کے برابر ہو گا۔

دنیا میں جو لوگ حق الیقین کے مقام پر ہوں گے وہ پل صراط سے نہیں پھسلیں گے حالانکہ پل صراط تلوار کی طرح تیز اور بال کی طرح باریک ہو گا۔ مرشد نے مزید بتایا: باطنی علم اور ہے، ظاہری علم اور ہے۔ ظاہری علم انسان اپنی مرضی سے حاصل کر سکتا ہے مگر باطنی علم خود حاصل نہیں کر سکتا بلکہ جسے اللہ چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

دنیا میں ہمیشہ سے گروہ بندی رہی ہے۔ ہر آدمی کسی نہ کسی لیڈر کے پیچھے چلتا ہے خواہ وہ ہندو، عیسائی، یہودی یا مرزائی ہو۔ سب اپنے اپنے پیشوا کی پیروی کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا، اللہ فرماتا ہے: ﴿يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ﴾ (بنی اسرائیل: ۷۱) جس روز ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے نام سے پکاریں گے۔ اُس پکار والے دن سب اپنے اپنے امام کے پیچھے ہوں گے۔ آپؐ اور باقی انبیا سے اللہ پاک نے دین اور شریعت کا کام لیا، نبیوں کے جانے کے بعد اللہ تعالی نے ان نبیوں کی امتوں میں سے چند لوگوں کو یہ رتبہ عطا کیا اور اپنی محبت بخشی تاکہ مخلوق خدا ان سے فائدہ حاصل کر سکے۔ جب لوگ ان کے پاس جائیں تو ان کے دلوں میں اللہ کی محبت پیدا ہو توحید کا پرچار ہو اور لوگ ذات الٰہی کی طرف راغب ہوں اور اُنہیں سیدھا راستہ مل جائے۔

مرشد نے فرمایا: اولیا اللہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں سیدھے راستے پر چلانا ہے، اور یہ باخبر لوگ ہیں، جو بات انہوں نے فرما دی ہم اس پر پختہ یقین رکھتے ہیں۔ منصور حلاجؒ، شیخ محی الدین ابن العربیؒ اور ان جیسے دوسرے بزرگوں نے دنیا میں بہت شہرت پائی لیکن دنیا میں اللہ کے ایسے بندے بھی موجود ہیں -اور ماضی میں بھی موجود تھے اور قیامت تک آتے رہیں گے- جو گم نام رہتے ہیں۔ جیسے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ، آپ کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ آپؐ کے وصال کے بعد حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے آپؐ کے فرمان کے مطابق حضرت اویس قرنیؒ کو ان کے ہاتھ پر نشان کی وجہ سے شناخت کیا اور آپ سے امت کے حق میں دعا کروائی۔ اب بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے عاشق موجود ہیں جنہیں کوئی نہیں جانتا۔

آپ نے فرمایا: میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ حضرت سخی سلطان باھوؒ کو ان کی وفات کے سو سال بعد شہرت نصیب ہوئی، آپ نے اپنی زندگی ایک عام زمیندار کی طرح گزاری۔ البتہ حضرت غوث پاکؒ کو اپنے دور میں بہت شہرت ملی، جب آپ وعظ فرماتے تو ستر ہزار سے ایک لاکھ تک کا مجمع ہوتا۔ رب تعالیٰ بعض صوفیا کی پہچان ان کی زندگی میں ہی لوگوں کو کروا دیتے ہیں اور بعض کی پہچان ان کے دنیا سے پردہ کرنے کے بعد ہوتی ہے۔ وہ عام عوام کی طرح زندگی گزارتے ہیں کسی کو پتا نہیں چلنے دیتے کہ وہ درویش ہیں، جب وہ دنیا سے انتقال کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کا مقام ظاہر کرنے کے لیے مخلوق کا دل اُن کی طرف راغب کر دیتا ہے۔

رب تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ﴾ (البقرۃ: ۱۵۲) تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔ یہ درویش دنیا میں اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں، کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہونے دیتے۔ رب تعالیٰ ان کے دنیا سے پردہ کرنے کے بعد ان کا ذکر بلند کر دیتا ہے۔ حضرت آصف بن برخیا کو کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ بھی کوئی بزرگ ہستی ہیں مگر جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں انہوں نے پلک جھپکتے تخت حاضر کیا تو لوگوں پر ظاہر ہوئے۔

آخر میں مرشد نے ہمارے لیے دعا فرمائی: اللہ پاک آپ لوگوں کو مزید ہمت و جذبہ عطا فرمائے، رب تعالیٰ آپ سے بہت بڑا کام لے رہا ہے اللہ آپ کو استقامت عطا فرمائے (آمین)۔

ملفوظ-۵

نفس کے مراحل

مورخہ ۱۲ اگست ۲۰۰۸ء کو ہم دربار شریف پہنچے۔ اس روز کافی رش تھا اس لیے تقریباً آدھے گھنٹے بعد مرشد نے اندر بلایا۔ میں نے "ملفوظاتِ مرشد" کے لیے جو مواد

اکٹھا کیا تھا وہ آپ کو پیش کیا۔ آپ نے اسے پڑھا اور اپنے پاس رکھ لیا۔ پھر میں نے کہا: حضور ہمیں نفس کے بارے میں کچھ بتائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: نفس کی تین ایسی اقسام ہیں جو ہر درویش پر اس کے حال کے مطابق وارد ہوتا ہے۔ جس طرح وہ اپنا تزکیہ نفس کرتا ہے اسی طرح ان کو بیان کرتا ہے۔ ان تین اقسام کا علم ہر درویش، ہر فقیر اور ہر مفسر کا الگ الگ ہے۔

نفس کی پہلی قسم نفس امارہ ہے۔ یہ کافر نفس ہے جو سب انسانوں کے اندر موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ﴾ (یوسف: ۵۳) بے شک یہ نفس برائی کا حکم دیتا ہے۔ انسان خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو یہ نفس اِس کے اندر موجود ہے۔

نفس کی دوسری قسم نفس لوامہ ہے۔ یہ مومنوں کا نفس ہے، بلکہ مومنوں میں بھی صرف آپ ﷺ کی امت میں پایا جاتا ہے۔ جس وقت بندہ کوئی برائی کر لیتا ہے مثلاً چوری کی ڈاکا ڈالا یا کوئی چھوٹی بڑی برائی کی تو اِس کے اندر احساسِ ندامت پیدا ہوتا ہے کہ اِس نے گناہ کیا ہے، گناہ کا یہ احساس اسی نفس کی بدولت جنم لیتا ہے، اس کو نفس لوامہ کہتے ہیں۔ اگر بندہ توبہ کر لے تو وہ تیسرے مرحلے میں داخل ہو جاتا ہے لیکن اگر توبہ نہ کرے تو اس کا شمار گناہ گاروں میں ہوتا ہے۔ یہ گناہ گار کہتا ہے: جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا، اَب میں کیا کر سکتا ہوں، لیکن ایک مومن یہی کہتا ہے مجھ سے گناہ سر زد ہوا ہے۔ پھر نفس اس کو پشیمانی دلاتا ہے پچھتاوا دلاتا ہے تو وہ توبہ کرتا ہے۔ صرف یہی نہیں کہتا کہ مجھ سے غلطی ہوئی، بلکہ توبہ کرنے کے بعد ہمیشہ کے لیے نیکی کا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔ یوں وہ تیسرے درجے میں داخل ہو جاتا ہے۔

تیسرا درجہ نفس ملہمہ ہے، یعنی یہ نفس تقوی اور پرہیز گاری کے ساتھ اپنی نئی مہم شروع کرتا ہے۔ وہ رب تعالیٰ کی خاطر عبادت و ریاضت کرتا ہے اگر اس سے پھر بھی غلطی ہو جائے تو توبہ کرتا ہے اور اپنی مہم جاری رکھتا ہے۔ اس طرح وہ اللہ کے قریب ہو جاتا

ہے، ہر عمل میں اس کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہوتا ہے۔

پھر اِس کا نفس اگلے درجے میں ترقی کرتا ہے، اسے راضیہ کہتے ہیں۔ اس محنت و مجاہدے سے اُس کے اندر اتنی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ رب تعالیٰ اس کو پسند کرنے لگتا ہے، فرماتا ہے: اے میرے بندے! تو جو نیکی کر رہا ہے وہ میری رضا کے لیے کر رہا ہے، یہ مرحلے درجہ بدرجہ طے کر کے بندہ مومن خدا کا قرب حاصل کر لیتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے اے میرے بندے! تو میری رضا کی خاطر سب کچھ کر رہا ہے جا میں تجھ سے راضی ہوں۔ پھر اس وقت بندہ مومن کا دل اطمینان پکڑ جاتا ہے۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے ایک دوست دوسرے دوست کو کسی معاہدے پر یقین دہانی کراتا ہے تو وہ بے فکر ہو جاتا ہے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (یونس: ۶۲) انہیں نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غم ناک ہوں گے۔ اللہ ان سے راضی ہو جاتا ہے اور اِن کا نفس مطمئن ہو جاتا ہے۔

آپ نے مزید فرمایا: مختلف لوگوں نے نفس کے مختلف مراحل لکھے ہیں قرآن پاک میں بھی متعدد مراحل کا تذکرہ آیا ہے اور ان کا ذکر بزرگان دین کے اقوال میں بھی ملتا ہے۔ تین مرحلے ایسے ہیں کہ جس طرح کی کیفیت کسی صوفی پر طاری ہوئی اس نے ویسے ہی بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک آدمی نے ۱۲ سال عبادت و ریاضت میں گزارے لیکن اللہ کی طرف سے اِسے کوئی اشارہ نہ ہوا۔ آخر کسی مرشد کامل کی نظر پڑی تو اس کا نفس پاک ہوا اور اِس نے ساری عمر اپنے مرشد کے ہی گن گائے۔ حقیقت میں مرشد کی صورت میں ہی اسے ذات الٰہی ملی، اس لیے اس نے اسی کے گن گائے۔ بابا فرید کوٹ مٹھن والے فرماتے ہیں:

کملے لوک جہان دے بُھلے پھرن سب
ویکھ کے صورت پیر دی لبدھے پھرن رب۔

مولانا روم جید عالم تھے ان کے مرشد شاہ شمسؒ نے نظر فرمائی تو انہیں مرشد کی

صورت میں رب نظر آیا، آپ فرماتے ہیں:

پیر کامل صورت ظل الٰہ

یعنی دیدہ پیر دیدہ کبریا

یعنی پیر کو دیکھنا خدا کو دیکھنا ہے۔

مرشد نے مزید فرمایا: ایک دفعہ کا ذکر ہے خواجہ معین الدین چشتیؒ سے کسی نے کہا: آپ کے خلیفہ کا ایک مرید بہت خدمت گار اور عاشق ہے؛ وہ حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ (یعنی معین الدین چشتی) کو اجمیر سے شوق پیدا ہوا کہ اپنے خلیفہ کے اس مرید کو دیکھوں تو سہی۔ جب آپ دلی پہنچے تو وہاں تخت لگا ہوا تھا خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپ بھی تشریف فرما ہوئے۔ خواجہ اجمیرؒ نے کہا: بختیار! میں نے آپ کے مرید کی بہت شہرت سنی ہے اور ہم اتنا سفر کر کے صرف اِس کی زیارت کو آئے ہیں۔ بختیار کاکی نے فوراً فرید الدین کو بلوا لیا، اُس وقت آپ گھوڑوں کی لِد صاف کر رہے تھے، مرشد کا بلاوا سنتے ہی فوراً حاضر ہوئے، میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے تھے، اسی حالت میں آئے اور آتے ہی اپنے پیرو مرشد کے پاؤں پکڑ لیے۔ انہوں نے کہا: یہ خواجہ اجمیر میرے پیرو مرشد ہیں، ان کے پاؤں پکڑو۔ فرید الدین نے سر اٹھایا اور دوبارہ اپنے ہی مرشد کے پاؤں پکڑ لیے، انہوں نے کہا: میرے پیرو مرشد کے قدم پکڑو۔ آپ نے پھر سر اٹھایا اور اپنے ہی مرشد کے قدم مبارک پکڑے۔ آخر خواجہ بختیار کاکیؒ نے کہا کہ بار بار آپ کو کہہ رہے ہیں کہ میرے پیرو مرشد ساتھ بیٹھے ہیں ان کے قدم پکڑو لیکن آپ میرے ہی پاؤں پکڑے جا رہے ہو۔ اُس وقت فرید الدینؒ نے کہا: میرے پیرو مرشد تو آپ ہیں، میں نے سب کچھ آپ ہی سے پایا ہے۔ وہ آپ کے پیرو مرشد ہیں، آپ ان کے قدم پکڑیں۔ انہیں تو اپنے مرشد ہی نظر آ رہے تھے کیوں کہ آپ نے سب کچھ انہی سے حاصل کیا تھا۔

پھر مرشد نے فرمایا: نفس کے یہ مراحل ہیں، جب تک بندہ اِن سے نہ گزرے

اُس وقت تک اسے رب کا قرب حاصل نہیں ہو سکتا؛ یعنی بغیر مرشدِ کامل یہ مراحل طے کرنا ممکن نہیں۔ جب بندہ مومن ان تمام مراحل سے گزر جاتا ہے پھر وہ حق تعالیٰ میں فنا ہو جاتا ہے۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

﴿لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾ (یونس: ۶۴) جب ایسے لوگ دنیا سے جاتے ہیں تو فرشتے انہیں خوشخبری دیتے ہیں: اللہ کے بندے! تو دنیا میں اللہ سے محبت کرتا تھا، اب اللہ نے تجھے اپنے پاس بلایا ہے اور اب وہ تجھے اپنے دیدار سے سیراب کرے گا۔ پھر آپ نے فرمایا دنیا میں خوشخبری یہ ہے کہ جب بندہ دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو رب کا دیدار کرتا ہے اور سجدے میں گر جاتا ہے، حکم ہوتا ہے یہ عبادت کی جا نہیں بلکہ جزا کا مقام ہے، اٹھ میرے بندے! میرا دیدار کر۔ وہ بندہِ مومن کا آخری سجدہ ہو گا اور اُس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے میرے بندے! میں تجھ سے راضی ہوں، کیا تو بھی مجھ سے راضی ہے؟ اُس وقت بندہ عرض کرے گا: مولی میں بھی راضی ہوں۔ فرشتوں کو حکم ہو گا: اِس کو جنت میں لے جاؤ۔

خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے۔

یہ تمام نفس کے مراحل ہیں جن سے گزرنے کے بعد بندے کا نفس اطمینان پکڑ جاتا ہے۔

ملفوظ-۶

تذکرہ کچھ کتابوں کا

مورخہ ۲۳ اگست ۲۰۰۸ء کو ہم مرشد خانے پہنچے۔ میں نے کہا: حضور آپ کے

پاس حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی کوئی کتاب عربی زبان میں موجود ہے مثلاً ''سر الاسرار'' وغیرہ؟ آپ نے فرمایا: نہیں ہمارے پاس عربی میں تو کوئی نسخہ موجود نہیں، پھر فرمانے لگے: ایک دفعہ ہم ابو ظہبی گئے تھے، وہاں ایک لبنانی شخص ہمارے پاس آیا تھا، وہ کسی پریشانی میں مبتلا تھا، اس کے پاس غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کے قلمی نسخوں کا اچھا خاصا ذخیرہ موجود تھا۔ ہماری دعا سے اس کی پریشانی دور ہو گئی، لیکن پھر وہ آدمی دوبارہ نہ ملا۔ ہم نے اس سے درخواست کی کہ یہ کتابیں ہمیں دے دو مگر وہ نہ مانا، ہم نے ان کتابوں میں سے ایک کتاب کھولی، فہرست دیکھ کر پتا چلتا تھا کہ بہت اچھی کتاب ہے۔ ہم نے اپنے خلیفہ جو دوبئی میں تھے ان سے کہا اس آدمی کا پتا کریں مگر اس کا کوئی سراغ نہ مل سکا۔

پھر میں نے مرشد سے عرض کی کہ حضور ہمیں نمازِ شریعت اور نمازِ طریقت کے بارے میں کچھ بتائیں۔ آپ نے فرمایا: نمازِ شریعت اور نماز طریقت دو مختلف نمازیں ہیں۔ نمازِ شریعت تو یہ پانچ وقت والی نماز ہے، جبکہ نمازِ طریقت ہر وقت والی ہے یعنی مرشد کا تصور ہی ہے؛ ہر وقت مرشد کے تصور میں رہنا اور ایک لمحہ بھی اس سے غافل نہ ہونا، عام عوام اس بات سے ناآشنا ہیں۔

پھر آپ نے رسائل ابن عربی کے بارے میں کہا: ہم نے وہ کتاب ایک آدمی کو دی تھی جو کہ خود پیر صاحب تھے۔ جب انہوں نے وہ کتاب کھولی اور کچھ پڑھا تو زار و قطار رونا شروع کر دیا، اِن پر اس کتاب کی وجہ سے ایک کیفیت طاری ہو گئی۔ انہوں نے ہم سے پوچھا کہ آپ کے پاس یہ کتاب کہاں سے آئی؟ تو ہم نے کہا: یہ سب غوث پاکؒ کا فیض ہے، پھر ہم نے آپ دونوں کا ذکر بھی کیا۔ اُن پیر صاحب نے کہا کہ میں کافی عرصہ سے شیخ اکبر کے کلام کا متلاشی تھا، اس کتاب کی وجہ سے وہ پیر صاحب ہمارے معتقد ہو گئے۔

پھر مرشد نے فرمایا: جب ہم آپ کو کچھ بتا رہے ہوتے ہیں تو ہم پر وہ کیفیت

طاری ہوتی ہے اور ہم رب تعالیٰ سے براہ راست رابطے میں ہوتے ہیں جب کوئی درمیان میں مداخلت کرتا ہے تو اس بیان سے ہماری توجہ ہٹ جاتی ہے۔ پھر فرمایا: اب ہم آپ سے راز کی باتیں بھی کرسکتے ہیں کیونکہ آپ مریدین کاملین میں سے ہیں۔

پھر آپ نے مرشد کی ظاہری اور باطنی نشانیوں کے بارے میں بتایا، فرماتے ہیں: کبھی اس بات سے دھوکہ نہ کھانا کہ کوئی شخص داڑھی منڈا ہے، یا اس نے سوٹ پہن رکھا ہے، یہ ولی اللہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ہم نے آزمایا ہے کہ اللہ والے ہر رنگ ہیں موجود ہوتے ہیں، ہمارا یہ ظاہری لباس اور حُلیہ جو آپ لوگ دیکھ رہے ہیں یہ عام لوگوں کے لیے ہے؛ کیونکہ عام عوام کے سامنے اگر ایسی حالت میں نہ آیا جائے تو ان کا اعتقاد کمزور پڑ جاتا ہے۔ اگر ان کے سامنے پھٹے پرانے کپڑے پہن کر آیا جائے تو وہ سوچتے ہیں کہ جو شخص اپنا بھلا نہیں کر سکتا وہ ہمارا بھلا کیا کرے گا۔ ہمارا بھی دل چاہتا ہے کہ عام لوگوں کی طرح کُرتا اور دھوتی پہنیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے امام جعفر صادقؓ کا واقعہ ذکر کیا، آپ اپنے دور میں اہل اللہ کے سردار تھے، نہایت بیش قیمت جُبہ زیب تن کرتے، ایک دن کسی نے سوال کیا: آپ ﷺ تو پھٹے پرانے کپڑے پہنا کرتے تھے جبکہ آپ بیش قیمت جبے پہنتے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا: تو نے میرا راز کھول دیا، پھر آپؓ نے اپنا جُبہ اتارا تو نیچے ۲۷ پیوند لگا کُرتا تھا۔ آپؓ نے فرمایا: میں ابھی تک واقعہ کربلا کو نہیں بھولا، اب بھی میرے جسم پر ان ۲۷ جسموں کی یاد میں ۲۷ پیوند لگا کُرتا ہے۔ یہ ظاہری جُبہ تو میں نے ان لوگوں کے لیے پہن رکھا ہے جو باطن کو نہیں سمجھتے تاکہ وہ مجھے پہچان لیں۔ مرشد نے فرمایا: وہ جُبہ عام عوام سے متمیز کرنے کے لیے تھا۔ آپؓ کے پاس علما، فضلا اور عوام کثرت سے اپنی حاجات کے لیے آتے تھے، یہ جبہ ان کے لیے پہچان تھی۔

اثنائے کلام آپ نے حضرت سید عثمان بن علی الہجویری گنج بخشؒ کی شہرہ آفاق کتاب کشف المحجوب کا تذکرہ فرمایا، کہتے ہیں: ہمیں شروع میں پتا چلا کہ جو شخص اس کتاب کا مطالعہ کرتا ہے اُسے ظاہری مرشد مل جاتا ہے۔ ہم نے آج سے ۲۰ برس پہلے اِس کتاب

کا مطالعہ شروع کیا تھا، پہلی مرتبہ مطالعہ کرنے سے ہمیں بات کچھ سمجھ نہ آئی کیونکہ ہمیں ظاہری مرشد کی تلاش نہ تھی، ہم پہلے ہی بیعت تھے۔ پھر کچھ عرصہ بعد جب ہم نے دوبارہ اس کتاب کا مطالعہ کیا تو ہم پر اس کا راز ظاہر ہوا؛ اس کتاب میں ظاہری مرشد ملنے سے مراد مرشد کی پہچان ہو جانا ہے، یعنی اس کتاب میں وہ نشانیاں ہیں جنہیں سمجھ لینے کے بعد کوئی مرید کسی فراڈیئے پیر کے ہتھے نہیں چڑھتا، بلکہ اسے کامل مرشد کی پہچان ہو جاتی ہے۔

ملفوظ۔۷

اہل ذکر سے پوچھو

مورخہ ۱۴ اکتوبر ۲۰۱۲ء کو ہم دونوں مرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آپ نے بات کچھ اس طرح شروع کی کہ کل میں حبیب صاحب کے گھر علی پور ایک محفل نعت میں شریک ہوا، وہاں اسد صاحب –جو کہ وکیل ہیں– نے نعت پڑھی؛ وہ بندہ بڑی محبت اور شوق سے نعتیں پڑھتا ہے اور دنیاوی شہرت اور پیسے کے لیے ایسا نہیں کرتا، ایک دفعہ پہلے بھی میں نے ان کی نعتیں سنی تھیں، جب کل پھر سنیں تو بڑا دل خوش ہوا۔ بڑے بڑے نعت خوان بیٹھے تھے، جب وہ پڑھ چکے تو میں نے کہا: آج بہت سرور آیا ہے، آپ نے دل سے پڑھی ہیں جبکہ لوگ اوپر اوپر سے (یعنی صرف زبان سے) پڑھتے ہیں، پیشہ وارانہ نظام بنا رکھا ہے، محفلوں میں جاتے ہیں، نعتیں پڑھتے ہیں جہری ذکر اذکار بھی کرتے ہیں لیکن نہ نمازیں پڑھتے ہیں اور نہ ہی اللہ رسول کا نام لیتے ہیں؛ ادب سے بہت دور ہیں، نہ بزرگوں کی صحبت نہ ادب، ان میں کچھ نہیں پایا جاتا۔ لیکن آپ (یعنی اسد ولد لطیف صاحب) کو ہم جانتے ہیں اور آپ نے جو نعتیں پڑھیں ہیں تو سن کر دلی خوشی ہوئی ہے۔

بعد میں مجھے خیال آیا کہ یہاں تو اور بھی بہت نعت خوان بیٹھے ہیں کہیں میری اس بات سے ان کی دل آزاری نہ ہو، پھر میں نے کہا: آپ نے تو عشق سے پڑھیں ہیں اللہ

آپ کو جزا دے، لیکن میرا نعتوں کا اتنا ذوق نہیں؛ طبیعت زیادہ خاموشی کی جانب مائل رہتی ہے، دوسرا میں نعتیں اس وجہ سے بھی پڑھواتا ہوں کہ چلو کوئی مستحق نعت خوان ہوا تو اس کی خدمت ہو جائے گی۔ دوسرا میں ان لوگوں کی نعتیں سنتا ہوں جو گھر بار چھوڑ کر کسی روحانی سلسلے سے منسلک ہو جاتے ہیں یا پھر گھر میں ہی خلوت اختیار کر لیتے ہیں اور ذکر فکر میں مشغول رہتے ہیں۔ باقی دنیا کی محفلوں میں تو بہت لوگ پڑھتے ہیں۔ لیکن میں ان درویشوں کی سن لیتا ہوں تاکہ چلو ان کا اور کوئی ظاہری وسیلہ نہیں اب اس طرح سے ان کی خدمت کی کوئی راہ نکل آئے۔

خیر میں نے کہا بعض باتیں چھپی ہوتی ہیں اور بعض ظاہر ہوتی ہیں، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (النحل:۴۳) جو تم نہیں جانتے وہ اہل ذکر سے پوچھ لو۔ پتا چلا کہ کچھ ایسے مسئلے ہیں جو نہ علما جانتے ہیں، نہ نعت خوان، نہ پڑھے لکھے وہ اہل ذکر سے پوچھنے پڑتے ہیں۔ اب اہل ذکر سے ہم کیا پوچھیں؟ کدھر جائیں؟ انہیں کہاں ڈھونڈیں؟ اہل ذکر سے بھی پوچھنا پڑتا ہے: ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (النحل:۴۳)

اگر اس آیت کریمہ کا مطلب کسی عالم سے پوچھا جائے تو کہتا ہے اگر آپ کو نماز روزے کا کوئی مسئلہ درپیش ہو تو اہل ذکر مطلب فقہا سے پوچھ لو، لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے اہل ذکر کا لفظ جو بیان کیا تو اہل ذکر اہل دل ضرور خدا کے محبوب بندے ہیں (تبھی تو ان کی اضافت الذکر یعنی قرآن کریم کی طرف کی) اور کہا جو تم نہیں جانتے وہ اہل ذکر سے پوچھ لو۔

پھر میں نے اس محفل میں بیٹھے سب لوگوں سے یہ سوال کیا؛ اگر کسی آدمی کو سزائے موت ہو جائے اور آپ کسی فقیر کے پاس جائیں اور وہ یہ کہہ دے کہ یہ بری ہو جائے گا تو کیا وہ بری ہو جائے گا یا نہیں؟ سب نے کہا: ضرور ہو جائے گا۔ میں نے کہا: یہ ہے اہل ذکر کی مجلس کہ جو تم نہیں جانتے وہ ان سے پوچھو۔ اہل ذکر کی مجلس میں جاؤ گے تو

چور قطب بن جائے گا اور پھانسی چڑھنے والا بری ہو جائے گا۔ اگر کسی عالم کی مجلس میں ہزار دفعہ بھی جایا جائے اور کسی پھانسی چڑھنے والے کے لیے دعا کا کہا جائے تو یہی کہے گا کہ میں نماز کے بعد دعا کروں گا۔ لیکن ضمانت تو کوئی نہیں نا کہ وہ لازما بری ہو جائے گا۔ سو اہل ذکر کی مجلس میں بندہ جاتا ہے تو بیمار کو شفا ہو جاتی ہے، پریشان حال کی پریشانی دور ہو جاتی ہے یہی تو ہے کہ جو تم نہیں جانتے وہ اہل ذکر سے پوچھ لو۔

پھر میں نے مولانا روم کا واقعہ بیان کیا کہ وہ ساری زندگی درس و تدریس میں مشغول رہے، ایک دفعہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ مولانا روم کے مکتب میں چلے آئے، وہ کچھ کتابوں کا مطالعہ کر رہے تھے۔ تو شاہ شمس تبریز پوچھتے ہیں کہ "ایں چیست" کہ یہ کیا ہے وہ کہتے ہیں: "ایں آں عِلم است کہ تو نمی دانی" کہ یہ وہ علم ہے جِس کو تو نہیں جانتا۔ تھوڑی دیر بعد اُن کو کوئی حاجت ہوئی، واپس آئے تو شاہ شمس نے وہ کتابیں اُٹھا کے پانی کے حوض میں ڈال دیں۔ اب وہ پوچھتے ہیں یہاں میری کتابیں تھیں کِدھر گئیں۔ شاہ شمس نے کہا کہ میں نے پانی کے حوض میں ڈال دیں۔ انہوں نے کہا میرے قیمتی نسخے تھے، ضائع ہو گئے ہونگے۔ اُنہوں نے کہا گھبراتے کیوں ہو! ابھی نِکالتا ہوں، جب نکالیں تو وہ اُسی طرح خُشک تھیں۔ اُس وقت مولانا رُوم نے کہا کہ "ایں چیست" تو شاہ شمس نے کہا کہ "ایں آں علم است کہ تُو نمی دانی" کہ یہ وہ علم ہے جو تُم نہیں جانتے۔

پھر مولانا اپنا سارا علم چھوڑ کر انہی کے پیچھے ہی چل پڑے کہ کوئی پردہ تھا جو آج اٹھ گیا۔ العلم حجاب الأکبر علم بھی ایک پردہ ہے جو آج ظاہر ہوا، یا جو تم نہیں جانتے وہ اہل ذکر سے پوچھ لو یا اہل ذکر کی مجلس میں چلے جاؤ، پھر میں نے چند واقعات بیان کیے۔

خان ذیلدار بن گیا

مرشد کہتے ہیں پھر میں نے اس علاقے کے واقعات بیان کیے۔ اس دور میں وہاں ذیلداری اور نمبرداری نظام تھا اور بڑے حضور قبلہ اِس وقت نوکری چھوڑ کر آئے تھے۔

وہاں کے ایک خان ذیلدار نے کہا: میں نے الیکشن لڑنا ہے تو حضور دعا فرمائیں۔ بڑے حضور نے فرمایا: تو ذیلدار بن گیا ہے۔ جب الیکشن کا نتیجہ نکلا تو وہ خان ہار گیا جس کو سرکار نے کہا تھا کہ ''تو ذیلدار بن گیا ہے۔'' [1]

یہ سن ۱۹۴۰ء کی بات ہے، اس سے پہلے کی بھی ہو سکتی ہے۔ اس وقت بڑے حضور قبلہ بری امام عرس میں گئے ہوئے تھے اور آپ کا قیام بارہ دن سے اُدھر ہی تھا۔ آپ عرس میں بیٹھے تھے، مجلس لگی ہوئی تھی، چن بادشاہ پنڈوریاں والے ساتھ بیٹھے تھے، سیدن شاہ صاحب گوڑھا شاہ والے درویش ساتھ بیٹھے تھے، بابا نور خان فتح جنگ کے ایک مجذوب ساتھ بیٹھے تھے، بابا ولایت شاہ بری امام مزار کے ساتھ اوپر ان کا ڈیرہ تھا وہ بیٹھے تھے، بڑے بڑے مجذوب بیٹھے تھے، محفل سماع جاری تھی کہ وہ خان آ گیا۔ خان لوگ بڑے نڈر اور بے باک ہوتے ہیں، آتے ہی بولا: حضور آپ نے کہا تھا کہ تو ذیلدار بن جائے گا لیکن میں تو الیکشن ہار گیا میری تو بڑی بے عزتی ہوئی ہے۔ بڑے حضور (حضرت لعل حسین شاہ صاحب) نے کہا: وہ غوث پاک کے دفتر پر لکھا ہے ''خان ذیلدار بن گیا'' کون کہتا ہے تو ہار گیا، چل جا کام کر۔ وہ بڑا پریشان ہوا کہ ایک تو الیکشن ہار گیا ہوں اوپر سے سرکار کہہ رہے ہیں تو ذیلدار بن گیا ہے۔

جس وقت واپس گیا تو تُمیر اور بُھل گراں کی حدود کو بارہ کہو سے علیحدہ کر دیا گیا اور ذیلداری تقسیم ہو گئی۔ جو شخص جیتا تھا وہ پہلی حدود کا ذیلدار بن گیا اور حکومت نے اسے اس حدود کا ذیلدار مقرر کر دیا اور یہ ذیلدار بن گیا۔ میں نے کہا یہ ہے: ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (النحل: ۴۳) جو تم نہیں جانتے وہ اہل ذکر سے پوچھ لو۔ اب وہ ذیلدار علما، حکیم، فلسفی یا کسی سیاسی شخصیت کے پاس بھی جاتا تو اسے یہ تو نہیں

---

[1] یہ خان تمیر کا رہنے والا تھا۔ اس واقعہ کی تصدیق ماسٹر لطیف صاحب علی پور والوں نے بھی کی کیونکہ وہ علاقائی سطح پر اس نظام کو جانتے تھے۔ ان کی عمر اس وقت ۸۵ برس کے لگ بھگ ہے۔

پتا چلنا تھا کہ یہ ذیلدار بن گیا ہے۔ آپ یعنی حضور سید لعل حسین شاہ صاحب اہل ذکر تھے، اہل دل تھے، آپ کو نظر آیا تو آپ نے کہہ دیا کہ تو ذیلدار بن گیا ہے۔ میں کہتا ہوں اب اس بات کی تفصیل یا گہرائی میں جس قدر جایا جائے بات تو وہی ہے کہ جو تم نہیں جانتے وہ اہل ذکر سے پوچھ لو۔ [1]

ایک بے اولاد شخص

ایک شخص آیا تو بڑے حضور (حضرت لعل حسین شاہ صاحب) سے کہتا ہے: حضور میری اولاد نہیں ہوتی۔ آپ نے دعا فرمائی، فرمایا: تیرے چار بیٹے ہوں گے اور چار نام لکھ کے دیئے: غلام محی الدین، غلام جیلانی، غلام غوث اور ایک چوتھا، لیکن چوتھا نام لکھ کر کاٹ دیا۔ فرمایا: یہ قرآن پاک میں رکھ دو، تمہارے یہ تین ہی بیٹے ہوں گے اور یہی نام رکھنا۔ تین بیٹے یکے بعد دیگرے ہوئے اور اس نے یہی نام رکھے، چوتھا نام کٹا ہوا تھا، خدا کی کرنی کہ چوتھا بیٹا پیدا ہوا اور صبح وفات پا گیا۔ یہ ہیں اہل ذکر کی نشانیاں کہ جو تم نہیں جانتے وہ اہل ذکر سے پوچھ لو۔ یہ واقعہ مولوی عمر بخش ساکن موضع سبن سیداں بارہ کہو کے ساتھ پیش آیا، اور یہی سید لعل حسین شاہ صاحب کا آبائی گاؤں بھی ہے۔

میں نے کہا: قرآن کے علم [2] کو سمجھنا بہت مشکل کام ہے، اہل ذکر کی گہرائی میں جتنا جاؤ اتنی ہی نئی سے نئی باتیں نکات سامنے آتے ہیں اور یہ قرآن فکر کی دعوت دیتا ہے۔ اسی لیے میں نے کہا: بعض چیزیں اندر سے نکلتی ہیں اور بعض اوپر اوپر سے ہی کہی جاتی ہیں۔ اب ہم صرف اور نحو نہیں جانتے، بیٹھے ہوں اور ہمارے سامنے کوئی عالم صرف و نحو کے رموز اور اسرار بیان کرنا شروع کر دے تو ہمیں کیا سمجھ آئے گی۔ ہمیں تو سادی

---

[1] یہ ساری گفتگو علی پور فراش میں جناب حبیب صاحب کے گھر پر ہوئی۔

[2] یہاں مرشد پاک نے قرآن کریم کا حوالہ دیا کیونکہ اہل ذکر لوگ اہل اللہ اور اہل قرآن ہی ہیں۔

بات چاہیے کہ یہ پرچ پیالی ہے اس میں چائے ڈال کر پیتے ہیں۔ اگر انگریزی میں بتانے لگ جاؤ تو ہمیں کیا پتا چلنا ہے ہمیں تو انگریزی آتی ہی نہیں۔ اسی طرح کچھ لوگ کلام پڑھتے ہیں تو اوپر سے گزر جاتا ہے اور جو دل سے پڑھتے ہیں وہ دل میں اتر جاتا ہے۔

؎شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

یہی دل اور اہل دل کی باتیں ہوتی ہیں اسی لیے صاحب حال صاحب دل اور اہل ذکر کی مجلس میں جایا آیا کرو، اور کوشش کیا کرو کہ ان کی بات دل میں اتر جائے۔ بات یہی ہے کہ میں اپنی کم علمی کا ہر جگہ اظہار کرتا ہوں اور یہاں اس دربار میں ایسے لوگ موجود ہیں جیسے کہ مرزا واحد صاحب اور دیگر لوگ جو اس بات کی شہادت دیتے ہیں۔

آپ لوگوں سے یہی کہنا ہے کہ میری جو بات بھی سنو یا اگر میں سید لعل حسین شاہ صاحب (بڑے حضور) کی کرامات وغیرہ بیان کروں تو ان کی مکمل تصدیق کے بعد اس کو شائع کرو کیونکہ میں بعض اوقات جلدی جلدی بیان کرتا ہوں، لیکن ان کرامات کے حوالے سے لوگ ان کا نام پتا، جگہ، مقام، وقت غرض ہر چیز میرے ذہن میں موجود ہوتی ہے اگر کوئی تھوڑا بہت فرق آ بھی جائے تو خیر ہے۔ پھر تصدیق کرنے والے لوگ اور ان کی اولاد بھی موجود ہے جن سے رابطہ کیا جا سکتا ہے۔ یوں جب یہ کتاب شائع ہو تو پوری تحقیق کے بعد شائع ہو اور جب ان متعلقہ لوگوں تک پہنچے تو وہ اسے پڑھ کر حقیقت پہچان جائیں۔

ملفوظ۔۸

اصلاح خلق

مورخہ ۱۷ نومبر ۲۰۱۲ کو میں مرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ فرمانے لگے:
بزرگوں سے میل ملاقات کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اگر وہ کسی بندے میں کوئی خامی یا کمزوری دیکھیں تو ساتھ ساتھ اس کی اصلاح کر دیتے ہیں۔ آج کل لوگ اصلاح سے بہت خائف

ہیں کہ اگر کسی کی اصلاح کی تو کہیں وہ ناراض نہ ہو جائے، محسوس نہ کر جائے۔ ہمیں اِس چیز کی پروا نہیں ہوتی، اگر کسی کی اصلاح کرنی ہو تو بے دھڑک کر دیتے ہیں، اس کا دل چاہا تو دوبارہ آ جائے گا نہیں تو ضرورت نہیں۔ ابھی آپ لوگوں کے آنے سے قبل ایک بوڑھا شخص بیٹھا تھا ابھی اس کو رخصت کیا ہے، وہ بوڑھا کسی بزرگ کے پاس بیعت تھا اور ۱۶ سال ان کے پاس جاتا رہا۔ اُن سے کہتا کہ مجھے عشق رسول ﷺ ہے، زندگی میں آپؐ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن وہ بزرگ اسے یہی کہتے: ”کتے کے بچے! دفعہ ہو جا، دفعہ ہو جا، ادھر ہی رہ، دفعہ ہو۔“ وہ کہتا ہے میں گولڑہ شریف بھی گیا، وہاں کے پیر صاحب سے بھی یہی بات کہی۔ انہوں نے کہا: بھائی ہم اس قابل نہیں کہ تمہیں زیارت کروائیں، ہاں اگر ادھر ہمارے پاس رہنا چاہتے ہو تو روٹی پانی رہائش سب ملے گا، مرو گے تو کفن بھی ڈال دیں گے، ہم اتنا ہی کر سکتے ہیں۔

کہنے لگا: میں پہلے والے بزرگ کے پاس لوٹ آیا، وہ کسی پہاڑی علاقے میں رہتے تھے، مجھے کہیں: دفعہ ہو، دفعہ ہو۔ جب میں بات کروں وہ کہیں: پرے بیٹھ۔ پھر ایک روز جب میں ان کے پاس حاضر ہوا تو موج میں آ گئے اور کہنے لگے کہ یہ آیت پڑھا کرو: ﴿سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ﴾ (یسین: ۵۸-۵۹) سورۃ یسین کی ایک دو آیات بتائیں، کہا: یہ پڑھتے رہا کرو۔ میں نے وہ آیت پڑھنا شروع کر دی تو اللہ پاک نے مہربانی کی۔ رات خواب میں دیکھتا ہوں کہ ہر طرف خوشبو ہی خوشبو ہے اور ایک نورانی صورت حضور تشریف لائے۔

اب مجھے یہ سمجھ نہیں آتا تھا کہ وہ مجھے ”کتے کا بچہ! دفعہ ہو جا، دور ہو جا“ کیوں کہتے تھے؟ لیکن وہ ۱۵ سال یہ کہتے رہے، ۱۵ سال بعد انہوں نے مجھے یہ آیت بتائی۔ اس دوران میں مزدور پیشہ بندہ تھا کبھی چھٹی لے کر ان کے پاس چلا جاتا تھا لیکن جب جاتا دو تین مہینے ان کے پاس رہتا تھا۔ پھر وہ اس بات کی حقیقت میرے سے پوچھنے لگا۔

مرشد فرمانے لگے، میں نے اُس سے کہا: وہ جو تمہیں ۱۵ سال یہ کہتے رہے کہ

"دفعہ ہو جا، دور ہو جا" تو وہ تمہارے نفس امارہ سے مخاطب ہوتے تھے؛ کیونکہ تم عشق کی بات کرتے تھے، آپؐ کی زیارت کی بات کرتے تھے۔ جب تک اندر نفس امارہ کا فتنہ ہو، فساد ہو، وسوسہ ہو، قصور ہو، برائی ہو وسوسے ہوں آپؐ کی ذات اندر تو داخل نہیں ہو سکتی؛ کیونکہ آپؐ پاک ہیں۔ اسی لیے وہ بزرگ تمہارے نفس سے مخاطب ہوتے۔ وہ بولا: مجھے کئی مرتبہ اُن کی اِس بات پر غصہ بھی آتا لیکن میں برداشت کرتا۔ میں نے کہا: تیرا غصہ برداشت کرنا ہی تیرا تزکیہ نفس تھا۔

اسی کو تزکیہ نفس کہا جاتا ہے۔ بہت سے اولیا اللہ، بزرگان دین صاحب شریعت ہونے کے باوجود، ان کے حالات و واقعات یا ان کے مریدین کی شہادت سے پتا لگتا ہے کہ وہ بعض اوقات گالیاں بھی دیتے تھے، اور علما کو بھی کئی مرتبہ کچھ ایسا ویسا کہہ دیتے ہیں۔ میرے پاس ایک عالم آیا، وہ کسی پیر صاحب کے پاس گیا تھا، انہوں نے کہا: بھائی کوئی بات کرنی ہے تو بات کرو۔ اس نے تقریر شروع کر دی کہ: ایک مرتبہ آپ حج پر جا رہے تھے، چکلالہ ائیرپورٹ پر ٹھہرے تھے، تو خیمے لگے تھے اور بارش ہو رہی تھی تو آپ ہماری مسجد میں آئے تھے، وغیرہ وغیرہ۔ وہ کہنے لگے: بدمعاش کا بچہ، ادھر تقریر کرنے آیا ہے، جو بات ہے وہ کر، بدمعاش نہ ہو، وہ مولوی وہاں سے بھاگا اور سیدھا میرے پاس آیا۔

میں نے کہا: تم نے غلط بات کی، سیدھی بات کرو کہ میں اس مقصد سے آیا ہوں، پرانی باتیں بتانے کی کیا ضرورت، بعض اوقات بندے کو یاد نہیں بھی رہتا، ایک بندہ ہو تو تب بھی، اب جس سے ملنے روز ہی ہزاروں بندے آتے ہوں تو اسے بات یاد رہتی ہے یا نہیں کیا پتا؟ کہنے لگا: انہوں نے مجھے گالی دی۔ میں نے کہا: انہوں نے تیرے نفس کو مخاطب کیا؛ کیونکہ تیری بات سے "میں" نمایاں تھی کہ "میرے" پاس ٹھہرے، "میں" امام مسجد تھا، "میں" وہاں خطیب تھا صاحب علم تھا، "میں" نے آپ کی خدمت کی، "میں" نے آپ کو ٹھہرایا۔ مرشد بولے: وہ تیری "میں" سے مخاطب تھے، اور یہ "میں" جس میں آجائے تو یہ بدمعاش ہی ہوتی ہے۔ پنجابی بدمعاش کہہ دیا ویسے کہتے ہیں برائی ہی ہے، برائی

کو چاہے بدمعاشی کہہ لو، کیا فرق پڑتا ہے، نام ہی مختلف ہیں نہ۔ میری یہ باتیں سن کر وہ بابا بڑا مطمئن ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ بزرگوں معرفت یا حقیقت کو سمجھنا بہت مشکل کام ہے، اب میاں محمد صاحب یا سلطان العارفین یا اِن جیسے دیگر صوفیا نے کلام لکھا ہے، اُن کے کلام کو سمجھنا ہی بہت مشکل ہے، کوئی صاحب نظر ہی ان کی بات سمجھ سکتا ہے۔

تین چار سال پہلے کی بات ہے –یا شاید چھ سات سال ہو گئے ہوں– ہم ٹوبہ ٹیک سنگھ گئے، ایک مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک آدمی ہمارے پاس آیا – بظاہر وہ باریش اور درویشانہ روش کا مالک تھا – اس نے ہم سے سوال کیا: بابا بلھے شاہ سرکار فرماتے ہیں:

”چوری کر حرام کھا، تے سدھا جنت جا“

اس نے مجھ سے یہ چھبتا سا سوال کیا، بولا: سرکار سمجھ نہیں آتی اِس کی معرفت کیا ہے، اِس کا مطلب کیا ہے؟ واقعی ہی بڑا مشکل کلام ہے کہ بندہ چوریاں بھی کرے حرام بھی کھائے تو جنت میں تو نہیں جا سکتا۔ مرشد فرمانے لگے: ہم دو چار منٹ کے لیے خاموش ہو گئے، وہ کچھ اور گفتگو کرتا رہا، اس دوران ہم نے اپنے مرشد کی طرف رجوع کیا۔ پھر ہم نے اِسے کہا: اللہ تعالی قرآن مجید میں فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا﴾ (الفرقان: ٦٤) جو اپنی راتیں اپنے رب کے آگے سجدے اور حالت قیام میں گزارتے ہیں۔ یعنی چوری رب کو یاد کر۔ اللہ والے رات کو جب اللہ کو یاد کرتے ہیں تو اللہ فرماتا ہے: ان کی راتیں قیام اور سجدوں میں گزرتی ہیں، انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں دیکھتا، یہ چوری ہے ؛یعنی دنیا کے لوگوں سے چوری۔ یہاں میاں محمد بخش صاحب فرماتے ہیں:

اَدّھی راتی رحمت رب دی کرے بلند آوازہ
بخشش منگن والیاں تائیں کُھلا اے دروازہ

یعنی آدھی رات کے وقت اللہ تعالی فرماتا ہے: جب میرے اور میرے بندے کے درمیان تیسرا کوئی نہیں ہوتا تو اس وقت اُس پر رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ میں نے کہا: یہاں بابا صاحب نے فقر اور تصوف میں فقیر کی اصل شان بیان کر دی کہ جس بندے

میں یہ دو خاصیتیں آ جائیں تو وہ ولی اللہ ہی ہوتا ہے۔

شعر کا دوسرا حصہ تھا: "حرام کھا" حرام کیا ہے؟ غصہ کرنا حرام ہے تو غصہ پی جا۔ جب تو غصہ پی جائے گا تو تیرے اندر سے تکبر، غرور سب بیماریاں ختم ہو جائیں گی اور تیرے اندر عاجزی پیدا ہو گی جو تجھے رب سے قریب کرے گی اور تو سیدھا جنت میں جائے گا۔

میں نے کہا: بندے کے اندر جتنی بھی نفسانی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں وہ اِس غصے سے پیدا ہوتی ہیں: تکبر، غرور، یہ سب اس کی شاخیں ہیں، مثلاً ایک دوسرے کو نقصان پہنچانا، پریشان کرنا، کسی سے بدلہ لینا۔ جب بندہ عاجزی اختیار کرتا ہے تو عاجزی اللہ کو پسند ہے۔ خیر وہ آدمی یہ باتیں سن کر بہت خوش ہوا۔

اللہ والوں کی حکمتیں، اُن کی گفتگو، یا اُن کی معرفت کو سمجھنا بہت مشکل ہے، یہ ہر بندے کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ اصل میں بابا بلھے شاہ صاحب نے پتا نہیں کیا سوچ کر یہ شعر کہا: "چوری کر حرام کھا" اس کی اصل معرفت پتا نہیں کیا ہے لیکن ہم نے قرآن حدیث اور صوفیا کے اقوال سے اسے وقتی طور پر مطمئن کر دیا اور وہ مطمئن بھی ہو گیا۔ ہم نے اُسے یہ نہیں محسوس ہونے دیا کہ یہ ہماری اپنی کشفی گفتگو ہے، بلکہ ہم نے اِسے یہی بیان کیا حقیقت میں شعر کا مفہوم ہی یہی ہے۔ صوفیا کے بیشتر کلام ایسا ہے کہ اِس کی تفسیر اور حقیقت انہوں نے بیان ہی نہیں کی، انہیں وقت ہی نہیں ملا، وہ بس کلام لکھتے گئے لکھتے گئے۔ پھر یا تو اُن کی وفات ہو گئی یا وہ ضعیف العمر ہو گئے اور اُن کے ذہن سے وہ چیز اتر گئی۔ بہت سارے صوفیا نے اتنا کلام لکھ دیا کہ انہیں دوبارہ اِسے دہرانے یا سمجھانے کی مہلت ہی نہیں ملی۔ اسی طرح بعد میں آنے والے صاحب نظر لوگوں تک جب وہ کلام پہنچا تو انہوں نے اپنے خیال اور ظرف کے مطابق اس کا کچھ نہ کچھ حصہ بیان کیا۔

اب قرآن مجید کی تفسیر کو لیں، حقیقتاً قرآن مجید فرقان حمید کی ۳۰ پاروں کی تفسیر مفسرین حضرات نے اپنی کوشش سے جمع کی۔ اگر حضور اکرم نبی کریم ﷺ نے

کچھ مختصر بیان کر دیا یا کوئی نقطہ انہیں مل گیا تو مفسرین اِس نقطے کی بحث میں لگ گئے۔ قدیم انبیا اور اُس دور کی تاریخی حوالوں سے اسے تلاش کیا۔ کیونکہ آپؐ کے پاس اتنا وقت تو نہیں تھا کہ وہ ہر بات پر کتابوں جتنا بیان کرتے۔ اگر آپؐ کی ۲۳ سالہ زندگی کو دیکھا جائے تو آپؐ کے اور بہت سے معاملات اور مصروفیات تھیں، جیسے پانچ وقت باجماعت نماز، جمعہ، جہاد غزوات وغیرہ۔

ٹوبہ ٹیک سنگھ کا ایک واقعہ

اسی طرح ایک دفعہ ہم ٹوبہ ٹیک سنگھ گئے۔ ایک ہوتا ہے مسئلہ اور ایک ہوتا ڈھسلا[1] بعض جگہ مسئلے بیان کرنے پڑتے ہے تو بعض جگہ ڈھسلوں سے لوگوں کی ٹھکائی بھی کرنی پڑتی ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کئی لوگ ڈھسلے بیان کرتے ہیں جیسے کہ مراسی یا کبتی لوگ وغیرہ۔ ہم ٹوبہ ٹیک سنگھ کے کسی نواحی گاؤں میں گئے اس وقت ہمیں یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ سارا گاؤں ہی اولیا اللہ سے بغض رکھتا تھا لیکن بلانے والا ہمارا مرید – پریس کا مالک – کٹر سنی تھا لیکن اس کے سگے بھائی اولیائے کرام سے بغض رکھنے والے لوگ تھے۔ ہم وہاں گئے بڑی مجلس لگی ہوئی تھی، ہمارے خلیفہ باباعبد الواحد مرحوم بھی ساتھ تھے۔ اسی مرید کا بڑا بھائی بولا – چونکہ ان بے ادبوں کی آواز بلند اور کرخت ہوتی ہیں – کہنے لگا: جناب! میں ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا: جی پوچھیں۔ بولا: قرآن عظیم کے اندر اللہ تعالی فرمایا: ﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ﴾ (البقرۃ: ۴۳) یعنی نماز قائم کرو۔ جس جگہ بھی حکم آیا یہی کہ نماز قائم کرو، پڑھنے کا حکم کسی جگہ نہیں آیا۔

میں نے جب اس کی بات سنی تو اس شخص پر بڑا غصہ آیا۔ غصہ اپنی اور کیفیات رکھتا ہے لیکن دین اور شریعت کی خاطر جو غصہ آئے وہ جلال کہلاتا ہے کیونکہ اس میں مخلوقِ خدا کی اصلاح ہوتی ہے۔ جبکہ قابل مذمت غصہ وہ ہوتا ہے جو اپنے نفس کی خاطر

---

[1] ڈھسلے سے مراد، حجت، حیلہ بہانہ اور ڈھکوسلا کرنا ہے۔

ہو۔ مولا علی رضی اللہ عنہ نے ایک کافر کو جب زمین پر چت کیا اور اپنی تلوار سے اس کا کام تمام کرنے لگے تو اس نے تھوک دیا۔ آپ نے اسے چھوڑ دیا۔ بعد میں کافر نے جب آپ سے پوچھا کہ میں آپ کی گرفت میں تھا اور آپ مجھے قتل بھی کرنے ہی والے تھے اور جب میں نے تھوکا تو آپ کو اور غصہ آنا چاہیے تھا، مجھے اور زیادہ اذیت دیتے اور بے دردی سے قتل کرتے۔ آپ نے فرمایا: میں تجھے اس وقت اسلام کی خاطر قتل کر رہا تھا لیکن اگر بعد میں قتل کرتا تو اپنے نفس کی خاطر کرتا، لہذا میں نے تجھے چھوڑ دیا۔ وہ حضرت علی کی اعلی ظرفی دیکھ کر قدموں میں گر پڑا اور اسلام قبول کر لیا۔

اس وقت ہمیں بڑا غصہ آیا کہ ۱۵ سو سال ہونے والے ہیں، لوگ اس وقت سے نمازیں پڑھ رہے ہیں اور تجھے ابھی تک یہ پتا نہیں کہ پڑھنے اور قائم کرنے میں کیا فرق ہے۔ میں نے سوچا یہاں مسلئے کی نہیں ڈھسلے کی ضرورت ہے۔ میں نے کہا: بات سنو، بابا! ایک تو تمہاری عمر اتنی ہو گئی ہے اور تمہیں یہ معلوم نہیں کہ کس کی مجلس میں بیٹھے ہو۔ تم ایک سید ایک فقیر کی مجلس میں بیٹھے ہو، تمہاری جرات کیسے ہوئے یہ فضول سوال کرنے کی۔ پھر میں نے کہا: نماز سات سال کی عمر میں فرض ہو جاتی ہے، اب تمہاری عمر لگ بھگ ۵۰ سال ہو گی، تمہیں ابھی تک یہ معلوم نہیں ہوا کہ قائم کرنے اور پڑھنے میں کیا فرق ہے۔ میں نے کہا: تم یہ مسئلہ جانتے ہو، تم ہو غیر مسلک، بے ادب آدمی۔ تم نے ہمارے ساتھ صرف اس لیے مسئلہ کیا کہ میں انہیں جھٹلاؤں۔ میں جانتا ہوں بعض جگہ جاؤ تو تمہارے جیسے لوگ اکثر علما اور درویشوں سے ایسے مسئلے کرتے رہتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ تمہاری اتنی عمر ہو گئی اور تم نے ابھی تک نماز ہی نہیں پڑھی، اگر تو نے نماز ہی نہیں پڑھی تو تُو مجھے مسلمان ہی نہیں لگتا، کافر[1] ہے تو۔ میں نے اسی طرح کہا، بڑی مجلس لگی بڑا اجلال آیا، اُس کی جرات نہ ہوئی اور وہ کانپنے لگ گیا، وہ پہلے بھی ایسا کرتا رہا ہو گا اور علاقے کے

---

[1] جو شخص نماز کا انکار کرے وہ کافر ہوتا ہے؛ کیونکہ وہ قرآن، احکام خداوندی اور شریعت کا انکار کرتا ہے۔ قرآن کے ایک لفظ کا منکر بھی کافر ہے۔

لوگ تو اسے سمجھتے تھے۔

میں نے کہا: سُن! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ﴾ (البقرۃ:۴۳) نماز قائم کرو اور زکوۃ دو۔ بعض لوگ زکوۃ کے بھی منکر ہوتے ہیں لیکن ہم نے وہاں یہ بحث نہیں کی۔ نماز کس طرح قائم کرو؟ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو تو اِس طرح نماز قائم ہو جاتی ہے، تمہیں ابھی تک یہ بھی نہیں پتا۔ وہ چپ ہو گیا، اُس کے ذہن میں تو یہ بات ہی نہیں تھی کہ آگے سے ایسا بھی ہو جائے گا۔ اکثر لوگ ایسے بے تکے سوال کرتے ہیں تو جواب دینے والا گھبرا جاتا ہے کہ اب کیا جواب دوں۔ اس نے سوچا ہو گا: ان پیر صاحب کی عمر بھی کم ہے، شاید زیادہ علم بھی نہ ہو، بعد میں میں کہوں گا: دیکھا ناں! میں نے تمہارے پیر صاحب کو بھی جھٹلا دیا۔

میں نے کہا: اب سن! نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: «صلوا كما رأيتموني أصلي» نماز ایسے پڑھو یا قائم کرو جیسا مجھے پڑھتے دیکھو۔ میں نے کہا: یہ نماز کا حکم ہے۔ پھر قائم کرنا: ہم کہتے ہیں: عمارت قائم کرو؛ یعنی بنیادوں سے لے کر چھت تک کھڑی کر دو تو وہ قائم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح نماز پڑھو جیسے دیگر لوگ پڑھتے ہیں، قائم کرو یعنی اس کی بھی ایک عمارت ہے، مثلاً وضو کرو، رفع یدین کرو، ہاتھ باندھو، رکوع و سجود کرو۔ اس کو کہتے ہیں قائم کرنا۔ وہ خاموش ہو گیا۔ میں نے بھی تھوڑے نرم انداز میں کہا: اب آئندہ خیال رکھنا، کسی درویش یا فقیر سے اس قسم کے سوال نہیں کرنے چاہییں، یہ بے ادبی کا باعث ہوتے ہیں۔ تصوف کی دنیا میں صوفیا اور فقرا نے اسے برا جانا ہے۔ آئندہ آپ اس چیز میں احتیاط کرنا۔

لاہور شاہ جمال کا ایک واقعہ

مرشد فرماتے ہیں: اسی طرح ہم ایک مرتبہ شاہ جمال صاحب کے مزار پر لاہور گئے، وہ قلندر صاحب کا دربار ہے، اُس کے پاس ایک بڑا چوبارا تھا، ہم ہر سال وہاں ایک

رات گزارتے تھے۔ رات کو بڑا ڈھول بجا۔ حالانکہ اندر سے تو میں خود تنگ پڑتا ہوں، اس وقت خیر میری جوانی تھی۔ اب تو یہاں بھی اگر ڈھول بجے تو میرے سر میں اتنی قوت نہیں کہ اسے برداشت کر پاؤں، کہتا ہوں: اس کو دور رکھو، لیکن میں منع نہیں کرتا۔ اس کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ اگر ڈھول بج رہا ہو تو کسی سے بات گفتگو کرنے میں دشواری پیش آتی ہے اور اونچا اونچا بول کر سر میں اور درد ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ میں یہاں بجنے نہیں دیتا۔ اگر کوئی آئے تو کہتا ہوں وہاں دور ہو کر بجاؤ۔

خیر شاہ جمال گئے وہاں ساری رات ڈھول بجتا رہا۔ صبح سب لوگ بیٹھے ہوئے تھے اس وقت نماز کے بعد ناشتہ کر کے ۷ بجے ہی دروازہ کھول دیتے تھے۔ اس روز ۴ یا ۵ پروفیسر پینٹ کوٹ پہنے آئے، جیسے ہی میری نظر ان پر پڑی میری چھٹی حس نے کہا: یہ کوئی حجتی قسم کے لوگ ہیں، جب ہمارے ذہن میں یہ خیال آیا کہ یہ حجتی ہیں تو ہم محتاط ہو گئے۔ ایک جھٹکا ہی ہوتا ہے کہ یہ کوئی علمی گفتگو کریں گے، لہذا اپنے دماغ کو حاضر کر لو۔ وہ آکر بیٹھے اس وقت خاموشی تھی، کوئی زیادہ گفتگو نہیں ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد اُن میں سے ایک بولا: پیر صاحب ہم آپ سے ایک سوال کرنا چاہتے ہیں۔ جو بات میرے ذہن میں آئی تھی وہ آگئی۔ میں نے کہا: جی کریں سوال!۔ کہنے لگا: سوال یہ ہے کہ یہ جو ساری رات محلے میں ڈھول بجتا رہا ہے، یہ کہاں لکھا ہے کہ یہ جائز ہے یا جائز نہیں، اِس کا کوئی ظاہری ثبوت کوئی دلیل ہے۔ میں نے سوچا اگر اس موقعے پر میں کوئی دلیل یا ثبوت پیش کروں گا تو انہوں نے ٹھکرا دینی ہے۔ میں نے کہا: پہلے جا کر پتا کرو کہ بجانے والے مسلمان ہیں یا کافر۔ وہ کہنے لگے: مسلمان ہیں۔ میں نے کہا: پھر یہ مسئلہ آپ انہی لوگوں سے پوچھیں کیونکہ نہ میں نے یہ بجائے ہیں اور نہ ان کو بجانے کو کہا ہے۔ اگر میں بحیثیت مہمان ان کو منع بھی کرتا تو ہو سکتا ہے وہ میرا کہا نہ مانتے کیونکہ پاس قلندر صاحب کا دربار ہے، لہذا یہ مسلمان ہیں آپ انہی سے پوچھ لیں۔

پھر میں نے کہا: ڈھول کا مسئلہ چھوڑیں اب آپ آ ہی گئے ہیں تو آپ نے جو یہ

پینٹ کوٹ ٹائی پہن رکھی ہے یہ جائز ہے یا نا جائز؟ وہ چپ ہو گئے۔ آپ دوڑے دوڑے میرے پاس ڈھول کا مسئلہ پوچھنے آ گئے۔ میں نے دیکھا تو نہیں لیکن میرا دل دماغ کہتا ہے کہ آپ کے گھر میں ٹی وی وی سی آر ہو گا۔ آپ اس پر فلمیں بھی دیکھتے ہوں گے اور گانے بھی سنتے ہوں گے، مجھے بتائیں یہ جائز ہے یا ناجائز؟ تمہاری بیٹیاں، ننگے سر کالج سکول جاتی ہوں گی کیا یہ جائز ہے یا ناجائز؟ یہ تین سوال ہیں۔ آج کل لوگ پیروں فقیروں درویشوں کے پاس آ جاتے ہیں، عجیب و غریب حجتیں کرتے ہیں، پہلے اپنے گھروں میں دیکھو کیا جائز ہے اور کیا نا جائز؟

اب رہا ڈھول کا مسئلہ تو میں بھی یہ سمجھتا ہوں کہ (ساری رات بجانا اور محلے والوں کو سوتے میں تنگ کرنا) جائز نہیں۔ یہ ان کا اپنا ذوق شوق اور محبت ہے، بزرگوں کا طریقہ ہے، کوئی ڈھول بجاتا ہے کوئی قوالی کرتا ہے، کوئی ذکر اذکار کوئی نعت کوئی محفل میلاد کرواتا ہے، کوئی گیارہویں شریف کرواتا ہے۔ یہ بزرگوں کا طریقہ ہے، جس سے وہ لوگوں کو اکٹھا کرتے ہیں اور بزرگوں کی شہرت ہوتی ہے اور پھر لوگ ان سے فیض اٹھاتے ہیں۔ یہ جائز ناجائز والی بات میں آئندہ احتیاط کرنا اور کسی درویش کی محفل میں جاکر اس طرح سے سوال نہ کرنا۔ ہم نے تھوڑی دیر گفتگو کی پھر ان سے کہا اب آپ لوگ جائیں۔ جاتے ہوئے ہم نے سنا کہ سیڑھیوں سے اترتے وقت وہ اونچا اونچا ہنسنے لگے، ان میں سے ایک آدمی کہنے لگا کہ ہم نے تمہیں کہا تھا کہ ادھر جاکر کوئی ایسی ویسی بات نہ کرنا ورنہ تمہیں منہ کی کھانا پڑے گی، اور دیکھو وہی بات ہوئی ناں۔

میری ذاتی رائے ہے: اس ڈھول میں ایسی کوئی قباحت نہیں، اگر خوشی کے موقع پر آپ ﷺ کے سامنے بھی کسی نے بجایا تو آپ نے منع نہیں کیا۔ اس وقت اتنا رواج بھی نہیں تھا اور نہ ہی اتنے ساز تھے۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپؐ کے پاس حبشہ سے ایک وفد آیا۔ وہ ایمان لائے تو بہت خوش ہوئے کہ ۵ یا ۶ بندوں نے دائرہ بنا کر ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ پکڑ کر اچھل اچھل کر ذکر کیا یا کلمہ پڑھا۔ حضور ﷺ

اُن کی اِس حرکت سے بہت خوش ہوئے۔ یہ چیز میں نے شارجہ اور ابو ظہبی میں دیکھی۔ عرب لوگ جب ذکر کرتے ہیں تو ایک بندہ درمیان میں کھڑا ہو جاتا ہے اور باقی گول دائرہ بنا کر اچھل اچھل کر ذکر کرتے ہیں۔ یہ حدیث شریف سے ثابت ہے، یہ حدیث میں نے خود سنی ہے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو اپنے دور کے رواجوں سے منع نہیں فرمایا۔ بچپن اور جوانی میں ہم بڑی خوشی سے کھڑے ہو کر ڈھول سنا کرتے تھے، لیکن اب اگر بجتا ہے تو میرے سر میں لگتا ہے، ہم کہتے ہیں: اسے دور رکھو۔ اسی طرح آپؐ کے لیے مدینہ پاک میں دف بجائی گئی تو آپؐ خوش ہوئے لیکن بعد میں کسی جگہ ڈھول بج رہا تھا تو آپؐ کو گھبراہٹ ہوئی، آپؐ نے فرمایا: اسے دور کرو، یہ شیطانی آواز ہے۔ وقت وقت کی بات ہوتی ہے۔

میرا تو خیال ہے اگر بزرگوں کے دربار میں ڈھول بجتا ہے تو لوگ جمع ہوتے ہیں، اس میں کوئی برائی نہیں۔ اسی طرح قوالی کے دوران خواجہ بختیار کاکی – جو خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے – ان کو اتنا وجد آیا کہ تین دن یہ کیفیت طاری رہی حتی کہ آپ کے جسم کے مساموں سے خون رسنا شروع ہو گیا۔ بار بار آپ کو ہوش آتا لیکن پھر وجد آجاتا، پھر ہوش آتا پھر وجد آجاتا، دو خلیفہ آپ کو پکڑ کر رکھتے تھے۔ ان دونوں خلفا میں سے ایک کی گود میں آپ کا سر تھا اور دوسرے کی گود میں آپ کے پاؤں، اسی دوران آپ کا انتقال ہو گیا۔

میرا مشاہدہ ہے کہ خواجگان چشت کو بہت وجد آتا ہے۔ حضرت نظام الدین اولیا یا خواجہ بختیار کاکی مجلس میں اتنی دھمال ڈالتے تھے کہ اپنے ہوش کھو بیٹھتے۔ وہ کیا تھا؟ انہیں اپنے مرشد کا عشق ہی تھا۔ وہ ایسے لوگ تھے کہ اپنے مرشد کے عشق میں ایسے مستغرق ہوئے کہ جہاں انہیں اللہ اور مرشد کی آواز سنائی دیتی وہاں ان کی ہستی اور اپنی ذات ختم ہو جاتی۔ اسی طرح اللہ قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿ادۡعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلۡحِكۡمَةِ وَٱلۡمَوۡعِظَةِ ٱلۡحَسَنَةِ وَجَٰدِلۡهُم بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُ﴾ (النحل: ۱۲۵) اُن کو اپنے رب کی راہ

میں حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ، اور اُن کے ساتھ اس طریقے پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔ حکمت یہی ہے کہ اگر لوگ وعظ و نصیحت نہیں سنتے تو مشائخ کرام یا صوفیائے کرام نے زور زور سے ٹل کھڑکانا شروع کر دیئے، یا قوالی شروع کر دی، یا لاؤڈ سپیکر کا استعمال کیا، یہ حکمت ہی ہے۔ اور اچھی نصیحت یہ ہے کہ جب ان کے پاس لوگ آتے ہیں تو وہ اُن کو سادہ زبان سادہ گفتگو میں اچھی نصیحت کرتے، اور ان کی گفتگو کا حاصل یہی ہوتا کہ آپ لوگ اللہ اور اللہ کے محبوب کا راستہ اختیار کر لو۔

اللہ والے یا اللہ کے دوست ان کی باتیں، ان کی حکمتیں، ان کی گفتار، ان کی رفتار، ان کی زندگی کا ہر مرحلہ حقیقی طور پر سمجھنا بہت مشکل ہے۔ ہم اپنے پیر و مرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، اگر کوئی لفظ کوئی جملہ سن لیا تو ۱۲، ۱۴ سال سمجھ ہی نہ آئی کہ اِس کا مقصد کیا تھا۔ ایک مرتبہ آپ تشریف فرما تھے -پنڈی کا آخری دور تھا- ظہر کی نماز پڑھ کر بہت سے لوگ بیٹھے تھے، اوپر سے علما کا ایک وفد آ گیا۔ آپ کا طریقہ کار یہ تھا کہ کسی مسئلے پر بحث کرنی ہوتی تو آپ خاموش رہتے، فرماتے: آپس میں اس پر گفتگو کرو۔ کسی نے تصورِ شیخ کے بارے میں سوال کیا۔ مجھے آج بھی یاد ہے اُس وقت وہاں ایک ایڈیشنل سیشن جج امجد خان بھی موجود تھے۔ تصور شیخ پر بحث ہوتی رہی۔ کسی نے کہا آنکھیں بند کرو، مرشد کا تصور کرو، کسی نے کہا مرشد جیسی صورت سیرت اپناؤ، آپس میں بحث لگی تھی۔ بڑی دیر کے بعد حضور نے یہ فرمایا: ”میرا خیال ہے کہ سب سے پہلے اپنا ہی تصور رکھ لینا چاہیے۔“ حضور کی یہ بات کرنی تھی کہ محفل پر سکتہ طاری ہو گیا اور بحث بھی دم توڑ گئی۔ تھوڑی دیر بعد نماز عصر کا وقت ہو گیا وہ گفتگو وہ موضوع ختم ہو گیا لیکن یہ فقرہ میرے ذہن میں بیٹھ گیا کہ دیکھو اتنی لمبی بحث ہوئی اور آخر میں حضور نے یہی فرمایا کہ صرف اپنا ہی تصور رکھ لیا کرو۔ انہوں نے اِس کی مزید کوئی وضاحت نہیں کی کوئی بات نہیں کی، لوگ کہیں گے حضور کے پاس علم نہیں، اتنی چھوٹی سی بات کی، وہ تو عادی تھے کہ لمبی گفتگو ہونی چاہیے تھی۔ پتا نہیں یہ لوگ کیا سوچیں گے۔ مجھے تو یہ سمجھ نہ آئی کہ اپنا

تصور کیا؟ ہم کوئی ولی اللہ ہیں یا کوئی بزرگ ہیں۔ لوگ وہ تو بات بھول گئے ہوں گے لیکن ہمارے مقصد کی بات تھی معلوم ہوتا ہے کہ کل کی بات ہے۔ بڑی سوچ وچار اور ۱۲، ۱۴ سال گزرنے کے بعد ہم پر یہ راز کھلا کہ جو بندہ اپنا تصور کرتا ہے اُسے رب کا تصور خود بخود میسر آ جاتا ہے۔ وہ اپنا سوچتا ہے: میں برا ہوں، جھوٹ بولتا ہوں، جب آنکھیں بند کرتا ہے تو ہر چیز اس کے سامنے آ جاتی ہے۔ وہ جب یہ برائیاں ترک کرنا شروع کرتا ہے تو خود بخود مرشد کا عشق اور تصور قائم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ بڑے عرصے کے بعد اس بات کی سمجھ آئی حالانکہ ہم نے بزرگوں کے اقوال بھی پڑھ رکھے تھے مگر پھر بھی یہ بات سمجھنے میں ۱۲، ۱۴ سال لگے کہ «من عرف نفسه عرف ربه» جس نے خود کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔ تصور کی بنیاد ہی یہی ہے، بڑی مدت بعد سمجھ آئی۔ بس یہی جملہ گھومتا رہا کہ سرکار نے اتنی بحث کے بعد یہ فرمایا: "میرا خیال ہے اپنا ہی تصور رکھ لینا۔" دیکھو اتنی بحث کے بعد پتا چلا کہ اُن کے اِس چھوٹے سے جملے میں ساری طریقت اور تصور کا لب لباب، انسان کی زندگی یا نورانی زندگی کا مفہوم مقصد اِسی جملے میں سارا بند ہو گیا۔ اسی طرح بعض دفعہ مجھے کوئی بات یاد آ جاتی ہے کبھی بھول جاتا ہوں کہ آپ کی زبان مبارک سے اگر کوئی مختصر سی بات بھی سن لی تو کئی سال سوچنے کے بعد اس کی حکمتیں سامنے آتی تھیں۔ اَب جو لوگ پڑھے لکھے نہیں یا معرفت کا ذوق نہیں رکھتے وہ تو یہی سوچتے ہیں کہ اپنا تصور رکھ لو، اپنا تصور رکھنے سے ہمیں کیا ملے گا؟ انہیں کیا معلوم کہ اپنا تصور رکھنے سے تو رب مل جاتا ہے۔

ملفوظ-۹

مورخہ ۲۰ نومبر ۲۰۱۲ کو ہم دربار شریف حاضر ہوئے۔ مرشد سے ملاقات ہوئی تو آپ فرمانے لگے: بچہ اگر چھوٹی عمر کا ہو تو یہ قدرتی امر ہے کہ اس سے بہت سے دنیاوی یا روحانی جس طرح کا بھی سلسلہ ہو۔ روحانیت کے دنیاوی معاملات میں بہت گھاٹے میں رہ

جاتا ہے۔ بعض دفعہ ہم نے یہ محسوس کیا ہے کہ بہت سے بزرگان دین؛ جیسا کہ ہمارے خلیفہ بابا عبد الواحد صاحب ہیں۔ عبد الواحد صاحب کی ٹوبہ ٹیک سنگھ میں بڑی شہرت تھی۔ جب وہ بیٹھتے تو چالیس پچاس اشخاص ان کے ہمراہ ہوتے۔ لیکن جب ان کی وفات ہوئی تو اس وقت ان کا بیٹا چھوٹا تھا۔ ہم نے بیشتر ایسے بزرگ دیکھے ہیں کہ جب وہ وفات پا جاتے اور ان کی اولاد کمسن ہوتی تو اس اولاد کو روحانی سلسلے میں کافی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ اولاد کو حقیقی سمجھ اور شعور جوانی میں ہی آتا ہے کہ ہمارا ایک روحانی سلسلہ تھا ایک نظام تھا۔ لیکن پھر اس نظام کو چلاتے چلاتے، کوشش کرتے کرتے اس کے اعادے میں بیس سال بھی لگ جائیں تو وہ چیز اپنی پرانی حالت تک نہیں پہنچ پاتی۔ اس لیے بندے کے اندر علمی کمزوری یا کم عمری دو ایسے عوارض ہیں جن سے روحانیت اور دنیاداری دونوں میں بہت نقصان ہوتا ہے۔

اب ہماری کم عمری کی وجہ سے ہمیں یہاں دنیاوی طور پر وراثت میں بہت نقصان اٹھانا پڑا کیونکہ اس وقت ہمارے سارے بھائی ہی کم عمر تھے۔ اس وقت میرے بڑے بھائی ڈاکٹر صاحب .F.A میں پڑھتے تھے جو اب وفات پا چکے ہیں اور باقی بھائی ان سے چھوٹے تھے۔ اب FA والا طالب علم وراثت یا جائیداد کے معاملات میں زیادہ سمجھ بوجھ نہیں رکھتا، کیونکہ اس وقت والدین زندہ ہوتے ہیں اور وہ یہی کہتے رہتے ہیں کہ پڑھ لکھ لو، کچھ بن جاؤ پھر پیسہ بھی آ جائے گا اور جائیداد بھی بنا لو گے۔ لیکن جو اس کے والدین کی اصل جائیداد ہوتی ہے اس طرف بچے کا ذہن نہیں جاتا۔ ہماری کم عمری کی وجہ سے درباری کی زیر تصرف جائیداد میں بھی ہمیں کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ بڑے حضور گوشہ نشین تھے، ہر وقت استغراق یا روحانی منازل میں کھوئے رہتے۔ آپ کے بھائی بھی زیادہ علم والے نہ تھے۔ اس دور میں ہو سکتا ہے کہ اگر انہیں دو چار ہزار روپے کی ضرورت پڑی ہو تو انہوں نے ۱۰۰ کنال زمین بیچ دی ہو۔

دربار شریف کی ہزاروں کنال زمین یونہی نقصان میں بک گئی حالانکہ سن ۵۰ اور

۶۰ میں اس دربار شریف کا رقبہ گولڑہ شریف سے بھی زیادہ تھا۔ ائیر پورٹ سوسائٹی میں ایک پلاٹ ۲۰ کنال کا تھا جو آج کروڑوں کی زمین ہے۔ ڈھوک کالا خان جبی میں چوہدری تنویر وغیرہ کے ساتھ ۴۷ کنال زمین تھی جو ہم نے ان سے تنگ ہونے کی وجہ سے فروخت کر دی۔ ۱۲۹ کنال رقبہ ایک اور تھا۔ ۱۰۰ کنال ایک جگہ، ۴۴ کنال کورال چوک کے پاس۔ ۸ کنال ادھر تھی، ڈھائی کنال ذرا آگے تھی۔ وقار النساء کالج کے قریب ۱۰۰ کنال تھی۔ اس وقت زمین کنالوں میں ہوا کرتی تھی، یہ سب جنگل تھا بڑے حضور نے وہ رقبے بڑے سستے خریدے تھے؛ ۵ یا ۷ روپے کنال۔ انہیں اس بات کا شوق تھا کہ دربار کی زمین ہو جس سے گندم آئے اور لنگر چلے۔ اگر کہیں سے ۱۰۰ من گندم آ جاتی تو بہت خوش ہوتے تھے۔ ۱۰۰ کنال رقبہ کسی کو دیا ہو اور وہ سال کی ۱۵ من گندم دے دے تو اس دور میں بہت خوشی ہوتی تھی۔ یہ دربار کا رقبہ بھی ۳۰ کنال کے لگ بھگ تھا جو اب تھوڑا سارہ گیا ہے۔

بڑے حضور کی کشفی گفتگو

بڑے حضور کے حالات قلمبند کرنے کا سلسلہ اگر آج سے ۳۰ یا ۴۰ سال پہلے شروع ہوا ہوتا تو ایسی مستند شہادتوں سے کرامات نقل ہوتی جو علمی اور عملی دونوں حوالوں سے قابل قبول ہوتیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے: تیرا یہ کام ہو جائے گا اور وہ ہو جاتا تھا۔ اس طرح آپ بہت کشفی گفتگو فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کے پاس ایک آدمی آیا اس نے آپ ۳۰ روپے آپ کی خدمت میں نذرانہ کیے۔ آپ نے وہ لے لیے اور پھر کہا: پیر کی حیثیت ایک نائی سے ۹ درجے کم ہے، نائی پیر سے ۹ درجے بہتر ہے۔ پھر اس شخص کو کہا: یہ تمہارے نظریے کے مطابق بات کر رہا ہوں۔ وہ بولا: حضور یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ آپ کی طبعیت یا مزاج ایسا ہوتا تھا کہ آپ فوراً جلال میں آ جاتے، اور پھر کیسی ہی مجلس کیوں نہ ہو اپنا بیان جاری رکھتے۔ وہ بولا: سرکار اس طرح نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا:

سنو! تم باہر ملک سے آئے ہو۔ اس دور میں اگر باہر ملک سے کسی کا خط بھی آتا تھا اور وہ اس کو پڑھانے کے لیے جائے تو بیبیاں ۵ یا ۱۰ روپے خوشی سے دے آتی تھیں۔ آپ نے فرمایا: صبح صبح علاقے کا نائی تمہیں ملنے آیا اور اس نے تمہاری شیو کی تو تم نے اس کو ۳۰۰ روپے بڑی خوشی سے دیئے۔ اس کا مطلب ہے نائی پیر سے ۹ درجے بہتر ہوا۔ یہ سن کر وہ آدمی آپ کے قدموں میں گر گیا، حیران ہوا کہ جب میں نے اسے یہ پیسے دیئے تھے اس وقت کوئی بندہ نہیں تھا اور نہ ہی میں نے یہ بات کسی کو بتائی تو حضور کو کیسے پتا چل گئی۔

اسی طرح مری میں بابا لعل شاہ بہت کشفی گفتگو کیا کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں: اگر یہ گفتگو لکھنا شروع کر دی جائے تو ایک کتاب کیا انبار بھی لگ جائیں تو بھی ختم نہیں ہوتی۔ پھر ہمیش صاحب نے فرمائش کی کہ بابا لعل شاہ اور بڑے حضور کی ملاقات کا کوئی واقعہ سنائیں۔

بابا لعل شاہ سے ملاقات

مرشد فرماتے ہیں: بابا لعل شاہ مری والے بعد میں ظاہر ہوئے جبکہ حضور پہلے نوکری چھوڑ کر آئے تھے۔ مجھے اب یہ یاد نہیں کہ بابا لعل شاہ صاحب کی شہرت کس دہائی میں پھیلی، میرا خیال ہے یہ سن ۴۰ کے بعد کی بات ہے۔ سن ۴۰ کے اندر بابا لعل شاہ صاحب کے مرشد اور بڑے حضور امام بری سرکار میں اکٹھے مجلس کیا کرتے تھے۔ جب بری سرکار کا عرس ہوتا تو علاقائی سطح پر قریبی علاقوں کے بہت سے بزرگ آیا کرتے تھے۔ ان کے مرشد پاک کا وصال سن ۴۰ میں ہوا۔ بابا لعل شاہ کروبے کے گھنے جنگل میں بیٹھا کرتے تھے۔ پھر مرشد نے صوفی خدا داد صاحب کو بلوایا اور کہا صوفی صاحب اس علاقے کو بہتر جانتے ہیں۔ اس علاقے میں ایک گھنا جنگل ہے جسے کروبا کہتے ہیں، وہ اتنا گھنا ہے کہ اگر کوئی درندہ بھی ادھر آجاتا تو اسی میں پھنس جاتا۔ اسی جنگل میں بابا لعل شاہ چلا کشی کیا کرتے تھے۔ مجھے بابا لعل شاہ کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں کہ ان کے والدین

کون ہیں اور یہ کہاں سے ادھر آئے۔ حضور فرماتے تھے: جب ہم ادھر آئے تو ہمیں حکم ہوا کہ کروبے کے جنگل میں لعل شاہ صاحب چلا کر رہے ہیں انہیں وہاں کمبل پہنچائیں۔ اس وقت حضور سبن شریف میں رہتے تھے۔ انہوں نے ایک بڑا اور بہترین سا گرم کمبل لیا اور سیدھے بابا لعل شاہ کی خدمت میں پہنچے اس بات کی خبر اللہ تعالیٰ اور حضور کے سوا کسی کو نہیں تھی کیونکہ اس وقت کوئی ٹیلی فون کا نظام نہیں تھا۔ آپ گئے ملاقات ہوئی اور آپ دو چار گھنٹے ادھر ہی گفتگو کرتے رہے۔

پھر مرشد نے خداداد صاحب سے پوچھا کہ کیا آپ نے یہ واقعہ سنا ہے؟ وہ بولے: جی حضور میں نے یہ واقعہ بھی سنا ہے اور وہ جنگل بھی دیکھا ہے۔ میں سن ۶۰ میں ادھر رہا ہوں میں وہاں شکار کرتا تھا۔ کروبا گاؤں کا نام ہے جنگل کا نام جاوا ہے۔ مرشد نے پوچھا جہاں انہوں نے چلا کاٹا تھا وہ کونسی جگہ تھی۔ وہ بولے: حضور اس کا نام جاوا ہے، بہت گھنا جنگل ہے اور وہاں زیادہ کھو کے درخت ہیں اور ایک چشمہ بھی ہے۔

پھر مرشد نے فرمایا کہ بابا لعل شاہ صاحب وہاں سے جب نکلے تو بہت وجدانی کیفیات اور قلندرانہ مزاج لے کر نکلے۔ ظاہر ہونے کے بعد کشمیر کے کسی مجذوب کا وہاں سے گزر ہوا۔ انہوں نے ان پر ایسی توجہ ڈالی کہ یہ بے ہوش ہو گئے۔ ایک دو دن بے ہوش رہے، ادھر سرکار کو یہ خبر ملی کہ آپ بے ہوش ہو گئے ہیں لہذا آپ اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ وہاں پہنچے اور ان پر اپنا دست مبارک پھیرا تو انہیں ہوش آ گیا۔ لعل شاہ صاحب اور بڑے حضور کا آپس میں گہرا تعلق تھا۔

پھر ہمیش صاحب نے عرض کی سرکار ہمیں بڑے حضور کے ورد و ظائف کے بارے میں بتائیں۔

ملفوظ-۱۰

بڑے حضور کی کرامات

مورخہ ۱۳ اکتوبر ۲۰۱۳ کو ہم مرشد کے پاس حاضر ہوئے، آپ اپنی نشست پر جلوہ افروز تھے۔ جب آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے اس کتاب کے نئے ایڈیشن کے بارے میں پوچھا۔ ہم نے عرض کی اگر آپ ہمیں ساتھ ساتھ تھوڑا تھوڑا بتاتے رہے تو کافی مواد اکٹھا ہو جائے گا۔

آپ فرمانے لگے: بڑے حضور کی بہت سی کرامات ہیں جو آپ کے مریدین جانتے ہیں۔ کہنے لگے پرانا واقعہ ہے کہ آپ کی زیارت کو کچھ مریدین فیصل آباد سے تشریف لائے تھے۔ ملاقات کے بعد جب انہوں نے جانے کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا لنگر شریف کھا کر جائیں۔ اُس دور میں لنگر بھی دن ۲ یا ۳ بجے ہوا کرتا تھا۔ ان مریدوں کو یہ فکر لاحق ہو گئی کہ لنگر کے انتظار میں کہیں ریل گاڑی نہ نکل جائے۔ جب انہوں نے یہ سنا کہ لنگر میں وقت ہے تو پریشان ہو گئے۔ بڑے حضور نے جب ان کے چہروں پر پریشانی کے آثار دیکھے تو بولے: آپ لوگ جائیں گے تو گاڑی چلے گی اس لیے پریشان نہ ہوں۔ انہوں نے لنگر شریف کھایا اور دوسری طرف گاڑی تیار کھڑی تھی لیکن ریل کے ڈرائیور کی تمام کوششوں کے باوجود انجن سٹارٹ نہ ہوا اور اس میں کوئی خرابی پیش آ گئی۔ جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو ڈرائیور ان کے انتظار میں ہی کھڑا تھا، کہنے لگا: ۲ گھنٹے قبل ایک بزرگ میرے پاس آئے تھے اور مجھے کہنے لگے کہ میرے کچھ مہمان آ رہے ہیں، انہی گاڑی میں سوار کرو گے تو گاڑی چلے گی۔ جب یہ لوگ ادھر پہنچے تو ڈرائیور نے ان سے پوچھا: تم کون لوگ ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے تمام ماجرا سنا دیا۔ وہ کہنے لگا: اب یہ گاڑی اسی وقت چلے گی جب تم مجھے ان بزرگ سے ملواؤ۔ وہ سب ڈرائیور کے ہمراہ دربار شریف پہنچے۔ راستے میں وہ ڈرائیور کہنے لگا: جو پیر اپنے مریدوں کے لیے گاڑی روک سکتے ہیں ان کی زیارت کے بغیر میں کیسے جا سکتا ہوں۔

سخی چن پیر بادشاہ سرکار فرماتے ہیں: وہ دور میری ناسمجھی کا دور تھا، عازب بادشاہ جی تو کافی بڑے ہیں، میری عمر اس وقت ۱۵ سال تھی جب بڑے حضور نے یہاں سے ہجرت کی۔ آپ کبھی ۳ یا ۴ ماہ بعد تشریف لاتے لیکن تنہائی اور گوشہ نشینی میں ہی رہتے۔ آپ کے مستقل ہجرت فرمانے کے وقت بھی میری عمر ۱۶ یا ۱۷ برس تھی۔ وہ میرے لڑکپن کا دور تھا جو کچھ .... میں گزرا، کچھ آرام میں اور کچھ دربار شریف کے انتظامات میں۔ آپ نے فرمایا: میں بچپن سے ہی نماز کا پابند تھا۔ ۱۲ سال کی عمر میں نماز کے بعد مسجد میں ہی بیٹھا رہتا، بڑے حضور اندر ہوتے تو باہر بیٹھا رہتا۔ آپ کی قربت کم ہی نصیب ہوئی۔ باضابطہ خلافت کے بعد تھوڑی بہت قربت نصیب ہوئی۔

مرشد کا تذکرہ

پھر آپ نے ایک دوسرا واقعہ سنایا، کہنے لگے ایک مرید کے چند ساتھی تھے انہوں نے کہا: تیرے مرشد کے ہاں جاتے ہیں لیکن ہم انہیں اس وقت پیر مانیں گے اگر وہ ہمیں دیسی گھی کا حلوہ اور دیسی گھی میں پکی ہوئی دیسی مرغی کھلائیں۔ یہ سن ۱۹۳۵ سے ۴۰ کے درمیان کا دور تھا۔ اُس دور میں اوّل تو پر درباروں میں لنگر ملتا ہی نہیں تھا اگر ملتا بھی تھا تو بس دال روٹی یا مکئی وغیرہ۔ ان لوگوں کو علاقے کے ماحول کا علم تھا کہ اول تو لنگر ملنا ہی نہیں ہے اس لیے یہ شرط رکھی۔ جب وہ لوگ ادھر پہنچے تو سرکار نے فرمایا: مہمان آ گئے جن کا انتظار تھا، انہیں پہلے لنگر خانے لے جاؤ۔ اس وقت یہاں ایک کچا سا حجرہ تھا—آپ نے وہ ماحول دیکھا ہے— اور ایک کچا سا مہمان خانہ۔ دسترخوان لگا تو دیسی گھی میں پکا حلوہ اور دیسی گھی میں پکی دیسی مرغی حاضر کی گئی جو آپ کی والدہ محترمہ نے پکائی تھی۔ انتظامی مریدین نے کہا: سرکار پہلے ملاقات کر لیں پھر لنگر کھلا دیجئے گا لیکن آپ نے فرمایا: انہوں نے لنگر کی شرط رکھی تھی تو انہیں پہلے لنگر کھلاؤ۔ جب وہ کھانا کھا کر آئے تو آپ نے فرمایا: آپ لوگوں نے یہ شرط رکھی تھی کہ ہم پیر صاحب کو تب مانیں گے اگر ہماری مرضی کا

لنگر ملے، اس حلوے اور مرغے سے کیا آزمائش کرنی؟ اگر فقیر کی آزمائش ہی کرنی ہے تو کسی اور چیز پر کرو یہ آزمائش کرو کہ اللہ کا دیدار ہو یا نبی پاکؐ کی محبت پیدا ہو۔

حاجی صاحب نے پھر صحبت کی اور وہ اتنے معتقد تھے کہ اُس دور میں دربار کے اخراجات وہ پشاور سے برداشت کرتے۔ پھر جب سن ۱۹۴۹ میں حضور بغداد شریف گئے تو یہ حاجی صاحب بھی ساتھ تھے۔ بغداد کا سارا سفر، زیارت بیت المقدس حج تک کا سارا خرچ بھی انہوں نے اٹھایا اور آپ کے ہمسفر بھی رہے۔ اصل میں انہیں بڑے حضور سے بڑی عقیدت اور محبت تھی، یہ شرط بھی انہوں نے محبت میں رکھی تھی، آزمائش کے لیے نہیں بلکہ وہ پہلے ہی معتقد ہو چکے تھے۔ اس طرح پھر وہ آپ کے ہمسفر ہوئے۔

اِس لیے کہتے ہیں کہ «عند ذكر الصالحين تنزل الرحمة» جس جگہ صالحین کا ذکر ہو وہاں اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ بعض دفعہ کسی کا تذکرہ سنتے سنتے اس کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ مولانا جامی فرماتے ہیں: کسی کا تذکرہ سنتے سنتے بعض اوقات دولت عشق اور صحبت اس تذکرے میں ہی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس لیے اہل ذکر مریدین اپنے پیرو مرشد اپنے پیشوا کا تذکرہ جگہ جگہ کرتے ہیں۔ اس سے لوگوں کی عقیدت بھی بڑھتی ہے اور اس تذکرے میں بقول صوفیا اللہ کی رحمتوں کا نزول بھی ہوتا ہے۔

ملفوظ-۹

توکل کی حقیقت

مرشد فرمانے لگے: یک زمانہ صحبت با اولیا بہتر از صد سالہ اطاعت بے ریا

یہ کس طرح پتا چلتا ہے کہ یہ بندہ ولی ہے، درویش ہے یا فقیر ہے جس کی صحبت نفلی عبادات سے بھی بڑھ کر ہے، کسی کتابی حوالے سے کوئی وضاحت کریں جس سے حقیقی ولی کی پہچان ہو جائے۔ ابرار صاحب نے کہا: سرکار یہ تو نظر کی باتیں ہیں، کتابوں میں کہاں ملتی ہیں۔ صحبت ہوتی ہے، بندہ جاتا ہے اور دل گواہی دیتا ہے، اس کے بعد ہی پتا چلتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اگر دل گواہی دے تو بندہ مانتا ہے ورنہ کوراہی واپس آ جاتا ہے۔

مرشد فرمانے لگے: بچپن سے لے کر اب تک پھرتا رہا ہوں، ہر ماہ دو یا تین درویشوں سے ملاقات رہی، لیکن جس کے بھی قریب ہو کر دیکھاتواس میں دو خرابیاں پائیں: یا اسے دنیا کا لالچی انسان پایا یا پھر اس میں حسد اور بغض دیکھا۔ سوائے اپنے پیرو مرشد کے، ان کی قربت کی۔ اور ہم خود اس کسوٹی سے گزرے ہیں۔ انہیں صابر شاکر اور متوکل باللہ پایا۔ حسد اور بغض تو ان کے مزاج سے۔ میرا خیال ہے۔ ہزاروں میل دور تھا۔ لیکن (ان کے سوا) جس کے پاس بھی گئے ہیں: جھوٹی کرامات، یا جھوٹ دیکھا یا حسد دیکھا۔ یہ خود ساختہ درویش میرے پاس بھی آتے ہیں؛ میں درویش سمجھ کے ان کی خدمت بھی کر دیتا ہوں، لیکن جو اصل روحانی رابطہ ہے؛ جو نبی کریم ﷺ نے اولیائے پاک کی شان بیان فرمائی ہے، یا جن کا ایمان تھا، وہ چیز کہیں نہیں ملتی۔ اگر مولویانہ رنگ میں کسی درویش کو دیکھا تو سراسر دنیا کا لالچ دیکھا، اگر درویشی رنگ میں جاہلانہ گفتگو کرتے کسی درویش کو دیکھا تو سراسر بغض اور حسد سے لبریز دیکھا۔ ابھی وقت لگے گا! یہ حقیقت سمجھنے میں، ابھی تک اصل بات سمجھ نہیں آئی۔

ایک بہت بڑے بزرگ تھے، بڑے حضور کے ساتھ انہوں نے بھی نوکری چھوڑی تھی۔ ان کی صحبت میں چار پانچ مرتبہ گئے، یوں محسوس ہوا: کہاں زمین اور کہاں آسمان۔ ایک کو آسمان پر جگہ ملی تو دوسرا زمین پر ہی رُل رہا ہے۔ ان کی صحبت میں بیٹھے تو بس جو زمانے بھر کی بزرگوں کے خلاف گفتگو سنی کہ فلاں جہنمی ہے، فلاں جہنمی ہے، فلاں یہ ہے۔ چونکہ یہ میرا مزاج نہیں تو میں اسی بات سے بدظن ہو گیا۔

معلوم ہوا کہ اس پوری دنیا میں سے ۷۰ ابدال میں سے ایک بندہ تلاش کرنا بھی بہت مشکل ہے۔ اگر ابدال دو گنا کر لو تب بھی ملک اس سے زیادہ ہیں۔ ابدال کی تعداد ۷۰ ہے اگر ۷۰ سے فیض یافتہ لوگ سو سو (۱۰۰) بھی ہوں تو سات ہزار بنتے ہیں، یا اگر ہزار ہزار بھی ہوں تو تعداد بڑھاتے جاؤ۔ اس کے مقابلے میں اگر کسی ایک ملک کے

شہروں کا حساب لگایا جائے تو لاہور، راولپنڈی، اسلام آباد، کراچی، حیدر آباد تو شہر بھی بہت زیادہ ہیں۔ اب اتنے شہروں میں تلاش کرنا بھی مشکل ہے، پتا چلا کہ درویش تلاش کرنا کوئی آسان کام نہیں، ہاں اگر قدرتی طور پر قسمت سے کوئی مل جائے تو اور بات ہے۔ کیونکہ جس کسوٹی سے ہم گزرے ہیں؛ دنیا کی تو ہوا بھی ہمیں نہیں لگی، نہ ہی دنیا کی شہرت کو پسند کیا ہے۔

پھر مرشد نے ایک واقعہ بیان کیا کہ کیسے دادا مرشد نے اپنے مریدین کو لنگر کھلانے کی خاطر غیبی تصرف سے ریل گاڑی کو روک دیا۔ یہ واقعہ پیچھے بیان ہو چکا ہے۔ پھر فرمانے لگے: جو گفتگو ہم نے کی ہے، یہ خلافِ طریقت نہیں، یہ تجربات سے ثابت ہوتی ہے۔ فقیری یا درویشی ساری کی ساری تجربات میں ہے، تجربے کے بغیر سائنس اور درویشی سمجھ نہیں آتی۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ کتابی حوالوں سے بھی بزرگوں کی تصانیف میں ایسی گفتگو لکھی ہوئی ہے۔ داتا صاحب نے فرمایا ہے: اصل اور نقل کی پہچان بہت مشکل ہے۔

پھر مرشد نے مجھ سے پوچھا: آپ نے بھی رنگ رنگ کے درویشوں پروفیسروں سے ملاقات کی ہے، آپ کے تجربات کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا: ہم نے جتنے بندوں سے ملاقاتیں کی ہیں ان میں چار پانچ ہی حقیقی درویش نظر آئے باقی سب اسی طرح ہی ہیں۔ مرشد نے فرمایا: ان میں بھی یہی دو قباحتیں ہوں گی جو ہم نے بیان کیں۔

ایک ہوتا ہے درباری نظام، اس میں اس موضوع پر بات نہیں کی جاتی یہ توکلی اور خدائی نظام ہے، یہ اللہ کی راہ میں بس ایک جاری و ساری درباری نظام ہے، سنت کے مطابق، اللہ مدد کرتا ہے، تمام ضروریات لنگر درباری، پوری ہو جاتی ہیں۔ جہاں یہ نظام نہ ہو اور بس اپنی جیبیں بھرنے کا ہی نظام ہو تو وہاں محسوس ہوتا ہے کہ بعض لوگوں میں کچھ کمزوری اور خامی ہے، یا جو منہ سے بول کر تقاضا یا مطالبہ کرتا ہے۔

ابرار صاحب نے کہا: سرکار ڈھوک سیداں میں ایک بزرگ ہیں: میں اور ہمیش جتنی بار بھی ان کے پاس گئے ہیں، ان کے کردار اور اقوال سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ

سکے، ان میں بہت عاجزی ہے۔

مرشد نے فرمایا: صرف درویشوں کے علم سے بھی ہم قائل نہیں ہوتے، سوائے کسی ایسے علم کے جو بات کرتے ہی ظاہر ہو جائے، باقی کتابوں سے ہی سارا پڑھا ہوتا ہے، صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ کتابیں ہمارے مطالعے سے نہیں گزری ہوتیں، وہ بس معلومات میں اضافہ کرتیں ہیں۔

میرا کہنے کا مقصد ہے کہ توکل پر قائم رہنا اور اس کا حاصل ہونا بہت مشکل ہے۔ مشیت الٰہی تو اسباب سے مستور ہے، اللہ تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ تم لوگ بیماری میں ڈاکٹر کے پاس جاؤ، مقدمہ لڑنے عدالت جاؤ — اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا ہے اس نے تو ایک قانون بنایا ہے — کھیتی باڑی کرنی ہے تو کاشت کرو۔

مرشد نے مزید فرمایا: میری ایک مولانا صاحب سے بات چیت ہوئی، میں نے کہا: بزرگوں کی کوئی خاص بات سنائیں۔ رات ایک بجے کا ٹائم تھا، محفل میں دو تین آدمی اور بھی تھے۔ میں نے کہا: آپ توکل کے موضوع پر کچھ بیان کریں، تو انہوں نے وہی کتابی باتیں کرنی شروع کر دیں، میں مزاجاً ویسے بھی کتابی باتوں سے کتراتا ہوں۔ کتابیں تو ہم نے بھی بہت پڑھی ہیں مگر داتا صاحب کی اِس بات پر آ کر ہم اٹک گئے کہ "علم اتنا ہی ہوتا ہے جتنا عمل ہوتا ہے۔" توکل کے بارے میں وہ مولانا صاحب بولے: بھینس کو رَسے سے باندھ کر اللہ پر بھروسا کرو۔ ابھی انہوں نے بھینس کا نام ہی لیا تو ہم نے انہیں روک دیا۔ میں نے کہا: یہ توکل نہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں: اللہ پر توکل کرو۔ سُنی کہتے ہیں: بزرگوں سے دعا کرواؤ اور پھر اللہ پر توکل کرو۔ بھینس باندھنے والی مثال تو سُنّیوں کی ہو گئی ناں کہ بھینس کو رَسّے سے باندھ کر مطلب یعنی کسی ولی سے نسبت جوڑ کر اللہ پر توکل رکھو۔ کچھ لوگ کہتے ہیں: باندھنے کی بھی ضرورت نہیں، کھلا چھوڑ دو اور اللہ پر توکل کرو۔

میں نے کہا یہ توکل نہیں ہے۔ حقیقی توکل یہ ہے کہ بندہ اِس مقام پر پہنچ جائے کہ اس کے دینی دنیاوی روحانی ظاہری باطنی سب معاملات اس طرح چلنے لگ جائیں جس

طرح بٹن دبانے سے مشین چلتی ہے۔ اُس کا ہر معاملہ خود بخود چلنا شروع ہو جائے، اگر اُس کی جیب میں مال یا خزانہ ہو اور وہ سارا کسی کو دے بھی دے تو دوسرے دن اُس کا نظام نہ رکے۔ اگر اُس کے دل میں یہ سوچ آگئی کہ اگر یہ خزانہ میں نے کسی کو دے دیا تو دوسرے دن میرا کیا ہو گا، تو یہ توکل نہیں۔

میں نے کہا: یہ عام لوگوں کے مسئلے در کنار، میں آپ کے سامنے بیٹھا ہوں، ۱۵ سال تو مجھے توکل کو سمجھنے میں لگے۔ ۱۵ سال صرف میرا توکل قائم ہونے میں لگے، فقیری تو اس سے بھی آگے ہے۔ میرے ۱۵ سال اس طرح گزرے کہ میرے پاس زائرین آتے کچھ نذر نیاز کرتے تو میں کچھ درباری انتظامات کرتا، پھر میرے دل میں فکر ہوتی تھی کہ کل کیا ہو گا، کل کچھ اور آتا اور ہماری ضرورت پوری ہو جاتی، اور سوچتا رات کو کیا ہو گا۔ میں نے کہا: جب تک میری سوچوں کا محور یہ نقطہ رہا میرا توکل قائم نہ ہو سکا۔ پھر ایک مرتبہ میں اپنے پیر و مرشد کی بارگاہ میں لاہور حاضر ہوا آپ اس وقت حیات تھے، میں نے کہا: حضور دنیاوی درباری معاملات میں کچھ مشکلات کا سامنا ہے، دل کا بھید پھر بھی نہ بتایا، وہ میاں صاحب فرماتے ہیں:

ہتھ وچ مرشد دے ہتھ دے کے دل دا بھید نہ کھولیں
جہیڑا کلمہ مرشد پڑھاوے اسے دا نام لے کے رولیں

اُس وقت مجھ پر ذمہ داری تھی، ۶ بھینسیں اور بچھڑے بھی تھے ان کی بھی خدمت کرنا تھی اور آمدنی کا کوئی مستقل ذریعہ نہ تھا، پریشانی تو ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا: جاؤ جا کر بیٹھ جاؤ اور اللہ اللہ کرو۔ بس اتنا ہی۔ فکر کی ضرورت نہیں۔ جب واپس لوٹا تو میرا ایسا توکل قائم ہوا کہ وہی آمدنی وہ لوگ وہی سب کچھ لیکن میرے دل سے فکر نکل گئی کہ کل کیا ہو گا!

میں نے کہا: اَب یہاں ایک عظیم الشان عرس ہوتا ہے۔ اس مرتبہ ۲۰ بیل ذبح ہوئے، دن رات دیگیں پکتی ہیں لیکن مجھے کوئی فکر نہیں ہوتی، پکانے والے خود فکر کرتے

ہیں، خود ہی پکاتے ہیں، جو بیل (جانور) لے کر آیا ہے اسے خود ہی فکر ہے، میں اپنے معاملات میں جدھر دیکھتا ہوں تو مجھے انبار ہی نظر آتے ہیں۔ اِدھر دیکھتا ہوں آٹے کے انبار، اُدھر دیکھتا ہوں سودا سلف کے انبار، ادھر دیکھتا ہوں تو درباری انتظامات خود بخود چل رہے ہیں۔ اگر یہاں ایک مزدور کی ضرورت ہو تو دس مزدور بیٹھے ہوتے ہیں۔ ہر کوئی اپنا کام کر رہا ہے، اگر کوئی چلا جاتا ہے تو مجھے کوئی فکر نہیں ہوتی، اس سے پہلے مجھے فکر ہوا کرتی تھی کہ اگر یہ نہ ہوا تو یہ کام کیسے ہو گا۔ نعیم صاحب اور شمشاد شاہ صاحب کو ہم تنہائی میں کہتے تھے کہ شاہ صاحب اگر یہ نہ ہوا تو یہ معاملات کیسے چلیں گے۔ اگر یہ چلا گیا تو کل پتا نہیں کوئی دوسرا آئے گا یا نہیں۔

مرشد کہتے ہیں: مجھے کوئی بڑے سے بڑا مولوی دکھاؤ ‒ جید عالم ‒ اُسے گیارہویں شریف، شب قدر یا مسجد اور مدرسے کے اخراجات کے لیے اگر ۲۰۰ روپے کی ضرورت ہے اور وہ چندہ نہ مانگتا ہو یا مطالبہ نہ کرتا ہو اور خود بخود اس کے پاس پیسہ آیا ہو، مجھے دکھاؤ کوئی۔ درویش تو کسی سے کچھ مانگتا بھی نہیں؛ وہ تو بڑے بڑے معاملات میں پُر سکون رہتا ہے، ایک بندہ آئے گا اس کا ایک کام کر جائے گا، دوسرا آئے گا کوئی دوسرا معاملہ حل کر جائے گا ان کو تو مانگنے کی بھی ضرورت نہیں۔ میں نے کہا: یہ ہے اصل مقامِ توکل۔

کیونکہ کتابی علم ہمارے دماغ کے اوپر سے گزر جاتا ہے جبکہ تجربہ اندر گھس جاتا ہے، ہم نے اب اُسی بات پر بھروسا کرنا ہے جو اندر گھس گئی اُسی کا بیان کرنا ہے۔ جو دماغ کے اوپر سے ہی گزر جائے، سمجھ ہی نہ آئے ‒ آپ بیشک دو چار آیتیں سنا دیں ‒ واپس جاؤں گا تو بھول جاؤں گا، لیکن جو چیز اندر گھس گئی ہے وہ تو ہمیشہ یاد ہے۔ مجھے تو فکر کوئی نہیں، سب لوگ کھا پی کر سو جائیں گے اور ہمارے لیے بھی کھانا آ جائے گا۔ دل ہوا تو کھا لوں گا نہیں تو چھوڑ دوں گا۔ جتنے مہمان صبح آئیں گے مجھے کوئی فکر نہیں کہ کدھر سے آئے گا کدھر جائے گا" اللہ ہی ہے بس!"

جو چیز تجربے سے حاصل ہو جائے اور دل میں سرایت کر جائے وہی کار آمد ہے،

درست خیال ہے۔ خیال صحیح نیت صحیح تو ساری تکلیف فائدہ مند ہے۔ صرف تھوڑا سا خیال آتا ہے تو بندہ ۱۵ سال رگڑا کھاتا ہے۔ فکر خیال ہی ہے ناں! دل میں خیال ہی آتا تھا کہ صبح کیا ہو گا شام کیا ہو گا، بس یہ نقص دور کرتے کرتے ۱۵ سال لگے، اور یہ ۱۵ سال کوئی سوتے ہوئے نہیں، یہ راتوں کو جاگتے پھرتے فکر کرتے ہوئے، ہاتھ میں تسبیح ہوتی تھی، ذکر الٰہی جاری ہوتا، جب دعا کا وقت آتا تو اپنی خواہش بھی آ پہنچتی اور کچھ اپنے لیے بھی مانگ لیتا تھا۔ اس واسطے جب بندہ اپنی خواہش کے لیے بھی کچھ نہ مانگے، طلب نہ کرے، اس کی فکر ختم ہو جائے، کہتے ہیں کہ خیال درست ہو نیت درست ہو، اللہ تعالیٰ نے جو پابندیاں لگائی ہیں ان پر عمل کر کے زندگی گزارے تو اس کا ہر عمل ذکر الٰہی کہلاتا ہے۔

؎ جو خیال آیا مجھے خواب میں، وہ اپنا جلوہ دکھا گئے۔

یہ تو شاعر کہتا ہے کہ "خواب میں دکھا گئے" ہم کہتے ہیں: آنکھیں کھلی تھیں اور ظاہر میں دکھا گئے۔ خواب تو ایک سوچ ہے خیال ہے، جبکہ ظاہر تو ایک حقیقت ہے۔ جسے ظاہر میں دکھائی دے اُسے خواب میں دیکھنے کی کیا ضرورت۔ ایک مرتبہ جو ظاہری دیکھ لے وہ خواب میں دیکھنے کی خواہش نہیں کرتا، وہ تو یہی کہتا ہے کہ ہر بار ظاہر میں ہی نظر آئے۔ سو خیال صحیح تو سارا کام فائدے مند، اگر خیال میں کوئی نقص آ گیا، اب بندہ لاہور سے چلے لیکن خیال اور نیت میں نقص ہو تو یہاں پہنچ کر بھی اس نے کوئی فائدہ نہیں اٹھانا، لیکن اگر وہ یہ خیال کرے کہ میں بخشش یا شفا کے لیے ایک ولی کی بارگاہ میں جا رہا ہوں۔ نیت درست ہوئی تو شفا بھی ہو گی اور وہ بیماری بھی دور ہو گی لیکن اگر نیت ہی درست نہیں تو کچھ حاصل نہیں۔ یہ ہے اللہ والوں کا توکل کہ بڑے حضور ادھر جھونپڑے میں آ کر بیٹھ جاتے تھے۔ ہم نے تو خود یہاں جھونپڑا دیکھا ہے، اگر آج سے ۲۰ سال پیچھے جاؤ تو پھر بھی کچھ نہ کچھ عمارت تھی، لیکن جس دور میں سرکار ادھر آئے اس وقت تو جھونپڑا ہی تھا۔

ایک جھونپڑے والے کو تو زیادہ فکر ہونی چاہیے کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں اگر کوئی مال آ رہا ہے، غلہ آ رہا ہے، جانور آ رہے ہیں تو میں اِن کو فروخت کروں اور اپنے

لیے رہنے کا کوئی ٹھکانہ بناؤ، اس پیسے کو جوڑوں اور اپنی شادی کا بندوبست کروں۔ جھونپڑی والے کو فکر ہونی چاہیے ناں؟ لیکن اگر اس جھونپڑی والے کے پاس جب بکرا، جانور، غلہ، اناج اور پیسہ جو کچھ آیا تو اُس نے کہا: یہ لے جاؤ اور لوگوں کو لنگر کھلا دو یا فلاں بندے کی ضرورت پوری کر دو۔ اس بندے کا تو ظاہری اسباب میں سے کچھ بھی حصہ نہیں رہتا، جب وہ ظاہری اسباب سے بے فکر ہو کر اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو جان لو کہ یہ توکل والا شخص ہے۔ جب وہ بے فکر ہوتا ہے تو اللہ کو اس کی فکر ہوتی ہے۔ جب اللہ کو اس کی فکر ہو تو وہ ایک کے بدلے آٹھ گنا دس گنا کئی گنا تک بڑھاتا جاتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے تورات کی تختی پر دیکھا کہ ایک ایسی امت ہے کہ اگر وہ کسی نیکی کا ارادہ کرتی ہے تو اُسے ایک نیکی ملتی ہے، لیکن اگر وہ نیکی کر لے تو اسے ۷۰۰ گنا اس کا اجر بڑھ جاتا ہے۔ ایک خطاب کے دوران میں کہہ رہا تھا: اگر نیکی کر دو تو ۷۰۰ گنا تک جاتی ہے لیکن ارادہ کرو تو ایک مل جاتی ہے۔ علمائے دین یا سامعین کے ذہنوں میں یہ بات نہیں آتی کہ یہ اجر ۷۰۰ گنا کس طرح بڑھ جاتا ہے۔ اس بارے میں میں نے جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ جب ہم کوئی نیکی کرتے ہیں، روزوں میں اللہ کی راہ میں جب ہم کوئی گھٹیا سی نیکی کرتے ہیں، مثلاً کسی مدرسے میں طالب علموں کے لیے ۱۰ روپے کلو گھٹیا سی کھجور لیتے ہیں تو وہ کھجور ایک ہی نیکی دیتی ہے، جب خلوص میں تھوڑا اضافہ ہو جائے قیمت زیادہ ہو جائے ۲۰ روپے کلو والی کھجور دی جائے تو وہ ایک کی بجائے چار چار نیکیاں دے جائے گی اور نیکی بڑھتی جائے گی۔ اب اگر خلوص اپنی انتہا کو پہنچ جائے اور سب سے اعلیٰ درجے کی کھجور دی جائے تو وہ ایک کھجور بھی ۷۰۰ تک اجر دے جائے گی۔ اب حساب آپ خود کر لیں کہ گھٹیا نے کتنی نیکی دی اور خلوص کے ساتھ اعلیٰ نے اجر کو کہاں تک پہنچا دیا۔ بات سمجھ آئی!

یہاں عورتیں سب سے گھٹیا کپڑا نکال کر کہتی ہیں: یہ مولوی صاحب کو دے آؤ۔ بکسہ کھول کر سوچتی رہتی ہیں وہ کون سا سوٹ ہے جو میرے خاوند یا بچوں کے کسی کام کا

نہیں، تو خوب ٹٹولنے کے بعد جو سب سے گھٹیا ہو گا وہ مولوی صاحب کے لیے نکال لیتی ہیں۔ وہ سوٹ تو جائے گا لیکن نیکیاں ۱۰۰ یا ۵۰ ہی دے گا۔ اگر سب سے اچھا سوٹ نکال لے تو ایک ہی سوٹ ۷۰۰ نیکیاں دے جائے گا۔ دیکھیں اللہ کے کلام میں کتنی حکمت ہے، بس سمجھنے کی بات ہے۔ گھر میں سب سے گھٹیا سالن جو کوئی نہ کھائے وہ مسجد میں دے دیتے ہیں کہ طالب علم کھالیں گے، اس سالن پر بھی خرچہ تو ہوا ہے لہذا وہ بھی چند نیکیاں دے ہی جائے گا لیکن اگر خلوصِ نیت سے اچھا سالن پکا کر دو گے تو وہ ایک ہی ۷۰۰ نیکیاں دے جائے گا۔

توکل وہ ہے جو تجربے سے حاصل ہو اور دل میں رچ بس جائے۔ (یہ کتابوں سے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔)

؎ چھوڑ فکر دنیا کی چل مدینے چلتے ہیں۔

پھر داتا صاحب نے بھی یہی فرمایا اور ہم نے خود پر بھی غور کیا، ہم وہی بات بیان کرتے ہیں جو ہمارے مزاج سے مطابقت رکھے۔ درویشوں کے اپنے اپنے مزاج ہیں، ہر کوئی ہم سے بہتر ہو گا، مگر نزدیک سے دیکھا تو ہر ایک کو توکل سے خالی پایا۔ جیسے ایک بزرگ کسی دوسرے بزرگ کے پاس گئے، پوچھا: کیسے گزارا کرتے ہیں؟ بولے: اللہ توکل بیٹھے ہیں، پوچھا: کس طرح؟ بولے: اگر مل جائے تو کھالیتے ہیں، نہ ملے تو سو جاتے ہیں۔ پھر انہوں نے پہلے بزرگ سے پوچھا: آپ کیسے گزارا کرتے ہیں؟ بولے: اگر مل جائے تو اللہ کی راہ میں دے دیتا ہوں اور اگر نہ ملے تو اللہ کا شکر ادا کر لیتا ہوں۔ انہوں نے کہا: آپ ہی بہتر ہیں۔ مل جائے تو کھالینا اور نہ ملے تو سو جانا؛ یہ تو بلخ کے کتوں کا حال ہے، اگر کتوں سے بہتر بننا ہے تو مل جائے تو اللہ کی راہ میں دو اور نہ ملے تو شکر ادا کرو، یہی درویشوں کا توکل ہے۔

پیر سید عازب لعل گیلانی

(المعروف بادشاہ سرکار)

آپ سید سخی چن پیر بادشاہ کے بڑے صاحب زادے ہیں۔ آپ ۱۰ نومبر ۱۹۹۳ء کو ڈھوک فرمان علی راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم ایف جی قائداعظم ماڈل سکول سکیم ۳ سے حاصل کی، مڈل اور میٹرک کا امتحان پی ایف سکول راولپنڈی سے پاس کیا۔

آپ کی روحانی تربیت آپ کے والد چن پیر بادشاہ نے اپنے ذمے لی۔ آپ کو بچپن سے ہی ان کی صحبت اور ساتھ میسر رہا۔ جب کبھی آپ تعلیمی سرگرمیوں سے فراغت پاتے آپ کے والد حضور آپ کو اپنے ساتھ مختلف شہروں کے دوروں پر ساتھ رکھتے، یوں آپ نے پیری مریدی کے اسی ماحول میں آنکھ کھولی اور ہوش سنبھالا۔

آپ کو اپنے دادا حضرت سید لعل حسین شاہ صاحب کا کوئی واقعہ یاد تو نہیں البتہ اتنا ضرور بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ جب آپ بہت چھوٹے تھے تو غلطی سے اپنے دادا کے حجرے میں داخل ہو گئے۔ چونکہ بڑے حضور کے حجرے میں کوئی بلا اجازت نہیں جاتا تھا اور ان کے جلال کے باعث سب لوگ ان سے ڈرتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سید لعل حسین شاہ صاحب آپ کو اٹھا کر حجرے سے باہر تشریف لائے اور پوچھا یہ کس کا بچہ ہے؟ جب معلوم ہوا کہ یہ سید سخی چن پیر بادشاہ کا بیٹا ہے تو بہت خوش ہوئے اور بہت پیار کیا۔

حضرت سخی چن پیر بادشاہ سرکار کی شروع سے ہی یہ خواہش تھی کہ وہ اپنی اولاد کو جلد از جلد دربار کے نظام سے آگاہی بخشیں تاکہ وہ اسے اچھی طرح سے سمجھ لیں۔ اسی

لیے آپ کے میٹرک کر لینے کے بعد آپ کو دینی علوم خصوصاً قرات اور تجوید میں مہارت حاصل کرنے کے لیے کالج روڈ پر واقع ایک مدرسے میں ڈال دیا گیا۔ آپ نے وہاں دو سال لگا کر قرات اور تجوید کے اسرار و رموز سیکھے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت سخی چن پیر بادشاہ سرکار نے ظاہری فنون خطابت اور باطنی علوم طریقت میں آپ کی تربیت شروع کر دی۔ آپ نے کچھ عرصہ اپنے والد اور پیر و مرشد سے باقاعدہ طور پر علوم خطابت سیکھے۔ اس کے بعد مرشد پاک نے آپ کی ڈیوٹی لگائی کہ اب آپ دربار عالیہ کی مسجد میں جمعے کا خطبہ دیا کریں۔ یوں آپ کی خطابت کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ آج کل آپ اسی مسجد میں خطیب کے فرائض سر انجام دے رہے ہیں۔

پہلے مرشد پاک خود محافل میں کثرت سے جایا کرتے تھے لیکن اب مزاج کی تبدیلی کے باعث آپ خلوت نشینی کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔ اس لیے آپ نے اپنے بیٹے سید عازب لعل بادشاہ سرکار کی یہ ڈیوٹی لگائی ہے کہ وہ ان محافل میں شرکت کریں اور سلسلے کی ترویج میں اپنا کردار سمجھیں۔ اسی مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ نے اپنے مریدین میں "انجمن غلامان غوثیہ عازب لعل" کی بنیاد رکھی ہے۔ اس انجمن کا نام پہلے انجمن غلامان غوثیہ تجویز کیا گیا تھا لیکن جب مرشد پاک سید سخی چن پیر بادشاہ کو بتایا گیا تو آپ نے اس میں عازب لعل کا اضافہ فرما دیا۔ اب آپ کی تمام سرگرمیاں اسی انجمن کے تحت ہوتی ہیں۔ انجمن نے ہر علاقے میں نمائندے مقرر کر رکھے ہیں جو ان علاقوں میں اس کی سرگرمیاں منعقد کرتے ہیں۔ میلاد شریف، گیارہویں شریف اور دیگر محافل میں اس انجمن کا کردار بڑھایا جا رہا ہے اور جناب سید عازب لعل گیلانی نے اس عزم کا اظہار بھی کیا ہے کہ آنے والے عرس میں تمام انتظامات اسی انجمن کے تحت کیے جائیں گے اور نظم و نسق پر خصوصی توجہ دی جائے گی۔

پیر سید مدثر حسین گیلانی

آپ کا نام مدثر حسین گیلانی ہے، والد کا نام سید فضل حسین شاہ ہے، آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔ آپ کی پیدائش ۲۰ اپریل سن ۱۹۷۸ میں چک بیلی روڈ کے قریب ایک جگہ ”بھرتھہ شریف“ میں ہوئی۔ آپ نے اپنے آبائی علاقے سے ابتدائی تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد تحصیل کہوٹہ میں واقع ایک مدرسے سے قرآن پاک حفظ کیا۔ دینی تعلیم مثلاً فقہ کے مسائل وغیرہ درگاہ عالیہ نقشبندیہ بگھار شریف میں حاصل کیے۔ چونکہ آپ نے دینی تعلیم کا حصول ہی اولین فرض جانا اس لیے دنیاوی طور پر آپ نے صرف میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔

مرشد سے پہلی ملاقات

سید سخی چن پیر بادشاہ فرماتے ہیں: مدثر شاہ صاحب کی بڑی ہمشیرہ میرے چچازاد بھائی کی زوجہ ہے۔ ان کے چچا کا عرس تھا، یہ سن ۱۹۹۰ کا واقعہ ہے کہ ہم اتفاق سے وہاں پہلی مرتبہ گئے۔ گھر والوں نے ہمارا پُرتپاک استقبال کیا اور اچھی خاطر تواضع کی۔ واپسی پر جب ہم چچا صاحب کے دربار کے پاس سے گزرے تو وہاں ۶، ۷ لڑکے دوڑ کے آئے اور ہمیں ملے اِن میں مدثر شاہ صاحب بھی شامل تھے۔ جس وقت یہ ہمیں ملے تو ہم فوراً سمجھ گئے کہ یہ صاحب نظر اور صاحب علم درویش ہوں گے۔ ہم نے انہیں سینے سے لگایا اور مل کر واپس آ گئے کیونکہ وہ ماحول، وہ وقت، مناسبت نہیں رکھتا تھا کہ ان کی اس کم عمری میں ہم کسی چیز کا اظہار کریں۔

مدثر حسین شاہ صاحب بتاتے ہیں کہ اس وقت جب میں دار العلوم میں زیر تعلیم تھا تو حضور سید سخی چن پیر بادشاہ وہاں اپنے خاندان کے کسی بزرگ کے عرس کی تقریب

میں تشریف لائے۔ اس وقت میرے لڑکپن کے دن تھے میں اپنے چند دوستوں کے ساتھ باہر کھیل رہا تھا، جب سید سخی چن پیر بادشاہ کی نظر مجھ پر پڑی تو آپ نے مجھ سے پوچھا: ختم پڑھ لیتے ہو؟ میں نے کہا جی حضور پڑھ لیتا ہوں۔ میں نے وہاں ختم پڑھا۔ یہ میری آپ سے پہلی ملاقات تھی۔

بیعت

اس کے بعد میں نے اپنی دینی تعلیم مکمل کی، قرآن پاک حفظ کیا اور جب فارغ التحصیل ہوا تو سن ۱۹۹۵ میں واپس گھر آیا۔ میرے خاندان کے کچھ لوگ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں مرید تھے، وہ کہتے تھے کہ یہاں بیعت ہو جاؤ۔ میں ان کو کہتا: میں اس پیر صاحب کے پاس بیعت ہوں گا جو مجھے خود بلائیں گے، خود اشارہ فرمائیں گے۔ بیعت سے پہلے بھی میرے پاس لوگ آجاتے تھے اور میں دم درود تعویز وغیرہ دے دیا کرتا تھا۔

سخی چن پیر بادشاہ فرماتے ہیں: میری اس پہلی ملاقات کے بعد اِن میں مرشد کی جستجو پیدا ہوئی۔ انہوں نے بہت سی جگہوں پر حاضری دی۔ پانچ سال یہ بگھار شریف پڑھتے رہے، وہاں پر یہ پیر یعقوب صاحب کے ساتھ رہے۔ وہاں پر دربار شریف کی خدمت بھی کرتے رہے اور درباری انتظامات سے پوری طرح واقف ہو گئے۔ ایک دن انہوں نے پیر صاحبزادہ یعقوب نقشبندی صاحب سے عرض کی: سرکار مجھے بیعت کریں۔ جس وقت انہوں نے بیعت کا کہا تو اس وقت یہ پانچ سال سے ان کے پاس خدمت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے، ایسی صورت میں تو فورا بیعت کر لی جاتی ہے۔ اس فرمائش پر وہ مراقبے اور استغراق میں چلے گئے، بڑی دیر بعد جب آنکھ کھولی تو فرمانے لگے: شاہ صاحب! میں آپ کو بیعت نہیں کر سکتا، آپ کا فیض آپ کے اپنے خاندان میں ہو گا اور غوث پاک کی اولاد کے پاس آپ کا فیض ہے اور قادریہ سلسلے میں آپ کی بیعت ہے۔ اس لیے میں یہ جسارت نہیں کر سکتا۔ پھر یہ اسی بیعت کی جستجو میں سرگرداں رہے۔ ہمارا ان

سے قریبی خاندانی تعلق تھا لیکن اس وقت تلاش مرشد کے لیے دور دراز پھرتے رہے اور سفر کرتے رہے۔ فقیر امر کا قائل ہوتا ہے اور وقت کا انتظار کرتا ہے۔ ایک رات اُنہیں خواب میں اشارہ ہوا کہ جاؤ، سخی چن پیر بادشاہ کے پاس پنڈی جاؤ۔

خواب

مدثر شاہ صاحب فرماتے ہیں: رات ۲۲ مئی میں نے ایک خواب دیکھا، خواب میں میری پیر و مرشد سید سخی چن پیر بادشاہ سرکار سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے مجھے وضو کا مکمل طریقہ بتایا، وضو کروایا اور دوران خواب ہی ہم نے احرام باندھا اور آپ مجھے عمرے پر لے گئے۔ پہلے حرم پاک حاضری ہوئی اور اس کے بعد مدینہ شریف حضور اکرم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کو گئے۔ مزار اقدس میں پیر و مرشد نے باقاعدہ طور پر فرمایا کہ یہ آنحضرت نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک ہے، اور یہ سیدنا صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی قبور ہیں۔ اس کے بعد آپ ایک ایسے مقام پر تشریف لے گئے جہاں پانچ قبریں تھیں۔ اس کے بعد آپ نے دعا فرمائی، مجھے ایک تسبیح دی، ایک ٹوکرہ (لنگر والا) کچھ پیالے اور پانچ سو روپیہ دیا اور فرمایا: ہماری طرف سے لنگر تقسیم کرو اور اب آپ راولپنڈی آ جانا۔

بیعت کا دن

یہ رات کا خواب ہے، صبح جمعے کا دن تھا، میں حضور کے پاس دربار شریف حاضر ہوا۔ اس وقت یہاں پرانا دربار تھا، ہم نے جمعہ پڑھا، جمعے کے بعد میری سرکار سے ملاقات ہوئی تو میں نے عرض کی حضور میں نے بیعت ہونا ہے۔ آپ فرمانے لگے: میں نے تمہیں پہچان لیا ہے، کیا تم نے مجھے پہچانا؟ مدثر شاہ صاحب خاموش ہو گئے۔ سرکار بولے: یاد کرو وہ دن آج سے چار سال پہلے جب ہم اپنے چچا کے عرس پر آئے تھے اور کچھ بچے دوڑ کر ہمیں ملے تھے، ان میں آپ بھی شامل تھے، یاد آیا؟ بولے: حضور سب یاد آ گیا۔ آپ نے

کہا: اسی روز ہم نے تمہیں بیعت کر لیا تھا، خلافت بھی دے دی اور فیض بھی ہو گیا تھا۔ پھر دل میں خیال کیا تھا کہ اگر انہوں نے میرے پاس آنا ہوا تو مقررہ وقت پر خود آ جائیں گے، انہیں کوئی اور نہیں لے جا سکتا، اِسی وجہ سے اس دن اظہار نہیں کیا تھا۔ بس جس وقت یہ ہمارے پاس تشریف لائے اسی وقت ہم نے انہیں ظاہری طور پر بیعت کیا، خلافت دی اور کہا: جاؤ غوث پاک کے سلسلے کو آگے بڑھاؤ۔

مدثر شاہ صاحب فرماتے ہیں: پھر آپ کے پاس دربار شریف میں پیر سید لعل حسین شاہ صاحب کے جو لنگر والے ٹوکرے تھے پیالے تھے وہ بھی عطا فرمائے، غرض خواب میں جو منظر دیکھا تھا آپ نے وہ سب عطا فرمایا۔

صحبت مرشد

پیر و مرشد چن پیر بادشاہ صاحب فرماتے ہیں: دس سال انہوں نے دربار شریف کی خدمت کی۔ ہر جمعہ اور جمعرات کو حاضر ہوتے۔ رات عام درویشوں کی طرح صفوں پر ہی سوتے، عام درویشوں کی طرح لنگر کھاتے، ریاکاری سے اس قدر اجتناب کرتے کہ اپنے سادات ہونے اور خلافت کا کوئی اظہار نہ کیا، بعض اوقات دربار میں جھاڑو لگاتے۔ جتنے خلفائے عظام دربار آتے تو دربار انتظامیہ کو پتا ہوتا تھا کہ یہ خلیفہ ہیں ان کی بڑی آؤ بھگت ہوتی، لیکن یہ بہت سادگی پسند تھے، کبھی یہ خواہش نہیں رکھتے تھے کہ ہماری کوئی نمائش ہو۔ عام لوگوں کی طرح دستر خوان سے لنگر کھاتے حالانکہ کوئی عام مہمان بھی آتا ہے تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اچھا ماحول ملے، لیکن یہ بس سادگی پسند فرماتے۔ ہماری آمد سے قبل ہی دربار شریف پہنچ جاتے اور ذکر شروع کروا دیتے۔ انہوں نے دربار شریف کی بے لوث خدمت کی، نہ کبھی ان کو آنے کا کرایہ دیا جاتا، نہ خصوصی لنگر بنایا جاتا۔ جس دور میں یہ اِدھر آیا کرتے تھے اس وقت یہاں دربار شریف کی یہ عمارت نہ تھی بلکہ پرانا دور تھا وہی مٹی گھٹا دھول ہوتی، یہ درختوں کے سائے میں ہی آرام کر لیتے۔ اور دوسری بات یہ

جب بھی آئے کبھی خالی ہاتھ نہ آئے، کم آمدنی اور تنگ دستی کے باوجود حسب توفیق کچھ نہ کچھ نذر و نیاز پیش کیا کرتے تھے، یہ ان کی عقیدت اور عاجزی تھی۔ آج تک کسی معاملے میں میرا ان کے ساتھ اختلاف یاناراضگی نہ ہوئی، ہم جو کچھ بیان کرتے تھے یہ اسی کو پکڑ کر چل پڑتے، جس چیز میں ہماری خواہش اور رضا سمجھتے اسی پے خوش ہو جاتے، اور جس چیز میں ہماری ناراضگی سمجھتے اس میں خاموش ہو جاتے۔ کہیں سفر پر ساتھ جاتے تو کئی کئی گھنٹے حجرے کے باہر انتظار کرتے اور اس دوران ذکر و اذکار جاری رکھتے۔

مرشد کا خواب

سید سخی چن پیر بادشاہ فرماتے ہیں: پیر مدثر حسین گیلانی صاحب کو اپنے ابتدائی ۱۰ سالوں میں سلسلے کی ترویج کے لیے بہت مشکلات اٹھانا پڑیں۔ ہم نے ان کے بارے میں ایک خواب دیکھا، یہ وہ دور تھا جب ان کا نہ کوئی گھر تھا، نہ کوئی مستقل ٹھکانہ۔ خواب میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک اونچی پہاڑی ہے ہم جب اوپر پہنچتے ہیں تو وہاں مدثر حسین شاہ صاحب کو موجود پاتے ہیں۔ پہاڑ کی چوٹی پر صرف اتنی جگہ تھی کہ صرف ۲ یا ۳ آدمی کھڑے ہو سکتے تھے۔ جب ہم اوپر پہنچے تو دیکھا کہ ساری مخلوق نیچے کھڑی ہے، بڑے بڑے درویش، بڑے بڑے علما، خاندان کے نامی گرامی رشتہ دار سادات، صاحب طریقت پہاڑی کے ارد گرد پھر رہے ہیں اور اوپر چڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن جو بھی اوپر چڑھتا ہے وہ ان کے قدموں تک پہنچ کر ہی تھک جاتا ہے، اس سے آگے نہیں بڑھ پاتا۔ اِن کے دائیں طرف میں کھڑا ہو جاتا ہوں اور بائیں طرف جگہ خالی ہے۔

جب اگلے جمعے یہ تشریف لائے تو ہم نے انہیں مبارک دی: پیر صاحب ہم نے ایک خواب دیکھا ہے، پھر میں نے پورا خواب سنایا اور کہا: آپ پریشان نہ ہوں ایک ایسا دن بھی آئے گا۔ میں دوسروں کے بارے میں تو کچھ نہیں کہتا کیونکہ اولیا اللہ تو بہت ہونگے لیکن میرے مریدین اور خلفا میں آپ ایسا بلند درجہ اور مقام پائیں گے کہ اگر سب اپنا پورا

زور بھی لگا لیں تو آپ کے قدموں تک ہی پہنچیں گے۔ اپنے مریدین سے میرا پیغام یہی ہے کہ دل سے ان کا ادب کریں، اس میں بھی کچھ ظاہری اور باطنی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں۔

ایک حکمت شاید یہ ہے کہ یہ گیلانی اور رزاقی سید ہیں، یہ صفت دوسرے مریدین کو حاصل نہیں، پھر عالم اور حافظ قرآن ہیں، قاری قرآن ہیں بہترین نعت خوان اور سید بھی ہیں۔ دوسرا کوئی خلیفہ اگر عالم ہو گا، فاضل ہو گا تو ہو سکتا ہے سید نہ ہو، اگر کوئی سید ہو گا ممکن ہے وہ عالم نہ ہو، غرض کوئی نہ کوئی کمی ہو گی۔ ان میں یہ سب خوبیاں موجود ہیں۔ ۱۰ محرم سن ۱۴۳۵ھ کو جب ہم ان کے آستانے پر گئے تو ہمیں اپنے خواب کی تعبیر نظر آئی۔ ان کا بہت بڑا تین منزلہ آستانہ بنا ہے، بہت بڑا ہال اور لاتعداد کمرے ہیں، ہمارے کسی خلیفہ کا اتنا بلند آستانہ نہیں، اور نہ کسی اور خلیفہ کے مریدین میں ہم نے وہ عقیدت اور ہجوم دیکھا جو ان کے مریدین میں دیکھا۔

رفاقت مرشد

آپ کہتے ہیں: بیعت کے بعد جب پہلا جمعہ پڑھنے میں دربار شریف آیا تو مرشد مجھے اپنے ہمراہ بھلوال لے گئے۔ اس دوران آپ نے میری تربیت فرمائی کہ بیٹھنا کس طرح ہے اٹھنا کس طرح ہے، کھانا کس طرح ہے، سونا کس طرح ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اپنا دھیان منزل کی جانب رکھنا ہے کہ ہم نے پہنچنا ہے۔ پھر اسی رات ہماری واپسی ہوئی میں اور مرشد میرپور سے واپس آرہے تھے۔ ہم نے کہا منگلے والا پل ٹوٹ گیا ہے اگر ہم رات ادھر ہی گزار لیں اور کل صبح واپس چلیں تو بہتر ہے۔ آپ نے کہا: اگر ہم یہ سوچیں کہ ہم پیر ہیں ہمارے بہت سے مرید ہیں تو ہمیں اڈے پر پریشان ہونا پڑے گا۔ ہمیں اس سے غرض نہیں کہ سواری کیا ہے، ہمیں تو غرض منزل سے ہے کہ ہم نے منزل پر پہنچنا ہے۔ مجھے سرکار چن پیر بادشاہ کی رفاقت میں ۲۰ سال ہو گئے ہیں۔

آستانہ عالیہ

پھر میرا ارادہ تھا کہ آگے دنیاوی تعلیم حاصل کروں لیکن آپ نے مجھے کہا: بس اب آپ نے پڑھنا نہیں پڑھانا ہے۔ بس پھر میرا سلسلہ چل پڑا، آپ نے خلافت عطا فرما کر پہلے مجھے کلیام شریف کے اندر بٹھایا، ادھر تین سال عرس مبارک ہوتا رہا۔ اس کے بعد رواٹ میں بٹھایا۔ اب جس جگہ میرا آستانہ بنا ہے یہ وہی جگہ ہے جدھر میری پیدائش ہوئی، "بھرتھہ شریف" چیک بیلی خان روڈ پر۔ الحمد للہ اب پیر صاحب کی دعا اور نظر کرم سے وہاں ڈیڑھ کنال رقبے پر جامع مسجد ہے اور ۶ کنال رقبے پر بچیوں کا مدرسہ ہے "جامعہ سیدہ حاجرہ للبنات" زیر تعمیر ہے۔ آستانہ الگ ہے۔ وہیں میرے خاندان کے لوگ، میری دادی جان، دادا جان کے مزارات ہیں اور اب یہ سارا سلسلہ ادھر چل رہا ہے۔ چک بیلی روڈ پر میرے آستانے میں خلیفہ زاہد نواز قادری صاحب بیٹھے ہیں، ڈیوٹی دے رہے ہیں۔ الحمد للہ اس آستانے میں نبی پاک ﷺ کا موئے مبارک موجود ہے جس کی زیارت ماہانہ گیارہویں شریف کے موقع پر کروائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ جمعرات رات ذکر شریف کی محفل ہوتی ہے اور لوگوں کی آمد ورفت جاری ہے۔

خاندان

آپ فرماتے ہیں: سرکار سے میری سب سے بڑی رشتہ داری تو یہی ہے کہ میں آپ کا مرید ہوں، آپ نے مجھے قبول فرمالیا۔ باقی آپ شفقت سے کبھی مجھے بھانجا اور کبھی بھتیجا کہتے ہیں لیکن میرا جو رشتہ ہے وہ یہی کہ بس میں حضور کا مرید ہوں۔ ہمارا ایک ہی خاندان ہے۔ ہم حضور سیدنا عبد الرزاق جمال الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد پاک ہیں ہمارے جدّ امجد رزاقی گیلانی ہیں۔

خطیب مسجد غوثیہ ڈھوک فرمان علی

آپ نے کافی عرصہ جامع مسجد غوثیہ میں خطابت کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔
سرکار سخی چن پیر بادشاہ فرماتے ہیں: آپ جس دن سے بیعت ہوئے اس وقت سے لے کر برطانیہ جانے سے قبل جس حالت میں بھی ہوئے، انہوں نے جمعہ ہمارے ساتھ ہی پڑھا۔ پھر ہم نے انہیں فرائض جمعہ سونپ دیئے، کہا: میرا دل کرتا ہے کہ آپ سید زاد ہیں آپ جمعہ پڑھائیں، کیونکہ ہم بھی سادات کے پیچھے جمعہ پڑھنا پسند کرتے ہیں۔ جب تک یہاں رہے جمعہ پڑھاتے رہے۔ جب گئے تو عازب لعل سرکار کی ڈیوٹی لگی۔
مدثر شاہ صاحب خود فرماتے ہیں: دربار شریف میں پہلے حافظ اسلم صاحب جمعہ پڑھایا کرتے تھے، وہ اب فوت ہو گئے ہیں۔ ایک دن سرکار نے مجھے حکم دیا کہ آج کے بعد آپ نے جمعہ پڑھانا ہے، یہ آپ کی شفقت، مہربانی اور کرم تھا۔ پھر میں عرصہ دراز تک تقریباً ۱۱ سال یہاں جمعہ پڑھاتا رہا۔ اب میرے بعد یہاں بادشاہ سرکار جمعہ پڑھاتے ہیں۔

انگلینڈ میں قیام

آپ فرماتے ہیں: مجھے دو مرتبہ پیر صاحب کے ساتھ سفر حج پر جانے کا موقع ملا۔ سن ۲۰۰۵ میں دوران حج مدینہ شریف میں حضور پاک نے فرمایا: اب آپ کی ڈیوٹی ہم نے انگلینڈ میں لگا دی ہے۔ میں گزشتہ چار سال سے انگلینڈ میں مقیم ہوں اور ۲۱ سے ۲۲ مقامات پر حضور کا فیض جاری ہے اور وہاں ماہانہ گیارہویں شریف کا سلسلہ جاری ہے۔ اس وقت میرا قیام Burton میں ہے۔ الحمد للہ وہاں بھی میرا آستانہ ہے اور مریدین کی حاضری کا سلسلہ جاری وساری ہیں۔

پیری مریدی

آپ کا کہنا ہے کہ میری زندگی کا زیادہ عرصہ پاکستان میں گزرا اور سید سخی چن پیر

بادشاہ سرکار کے ساتھ بہت سے علاقوں میں جانے کا موقع ملا۔ میں آزاد کشمیر سمیت ملک کے تمام صوبوں میں پھرا ہوں اور اللہ کے فضل و کرم اور مرشد پاک کی نظر سے میرے مریدین کی تعداد بھی کافی بڑھ گئی ہے۔ حضور کی نظر سے میرے خلفا کی تعداد ۲۵ کے قریب ہے، ان میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہیں۔ ان میں سے اکثر کے ماشاء اللہ اپنے آستانے چل رہے ہیں۔

بڑے حضور پیر سید لعل حسین شاہ سرکار سے ملاقات

آپ فرماتے ہیں: بڑے حضور سے میری ملاقات بڑی گیارہویں شریف کی محفل میں چن پیر بادشاہ سرکار کے ساتھ ہوئی۔ وہ ربیع الثانی کا مہینہ تھا وہاں ہم ۷، ۸ دن رہے اور لاہور کے نواحی علاقوں میں حضور پاک کے ساتھ سفر کیے۔ آپ کی زیارت کرتے وقت میں نے سب سے بڑی بات یہ محسوس کی کہ بندہ آپ کے چہرہ اقدس کی جانب نہیں دیکھ سکتا تھا؛ اتنا جاہ و جلال و کمال و حسن تھا۔ میں نے کافی دفعہ آپ کی زیارت بھی کی اور ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا۔

خواب میں قرات کی غلطی درست کروانا

ایک دن خواب میں میں دیکھتا ہوں کہ سورہ حشر کی آخری آیات کی قرأت کر رہا ہوں، قرات میں میری تلفظ کی ایک غلطی تھی۔ حضور چن پیر سرکار نے فرمایا: یہ نماز پڑھائیں گے، لیکن دادا مرشد سید لعل حسین شاہ صاحب نے فرمایا: قرآن پاک کے اعراب میں اِن کی ایک غلطی ہے۔ سرکار نے فرمایا یہ درست ہو جائے گی۔ پھر آپ نے میری وہ غلطی درست کروائی یہ میری خواب میں سرکار سے ملاقات کا واقعہ تھا۔

نعیم الحسن سیٹھی (خادم چن پیر بادشاہ سرکار)

مرشد سخی چن پیر بادشاہ صاحب نعیم صاحب کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ سن ۱۹۸۶ میں ہمارے پاس آئے، مسلسل ۱۸ سال ہمارے ساتھ رہے اور صرف دو راتوں کے لیے اپنے گھر گئے۔

نعیم صاحب فرماتے ہیں: اس وقت پرانا دربار تھا اور حضور بیٹھک میں تشریف فرما ہوتے تھے۔ میں یہاں قریب ہی رہتا تھا، ایک دن گھر سے سودا سلف لینے نکلا تو ادھر آ نکلا۔ میں دیکھتا ہوں کے حضور گدی پر بیٹھے تھے اور چادر زیب تن کی ہوئی تھی، میں بھی آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ حضور فرماتے ہیں: کیسے آنا ہوا؟ میں نے کہا: حضور گھر والوں نے سامان لینے بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا: اچھا پھر جاؤ سامان لے آؤ۔ میں نے کہا: حضور نہیں اب نہیں جانا، اب ادھر ہی بیٹھنا ہے۔ آپ نے فرمایا: اگر ادھر بیٹھ گئے تو پھر ساری زندگی گھر نہیں جا سکو گے۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے حضور بس اب آپ کے ساتھ ہی زندگی گزارنی ہے۔ نعیم صاحب فرماتے ہیں وہ رات تھی جو میں گھر واپس گیا اور پھر اگلے ۱۸ سال حضور کی معیت میں ہی گزر گئے، اور مجھے یاد نہیں پڑتا کہ ان ۱۸ سالوں میں میں نے دو راتیں بھی اپنے گھر گزاریں ہوں۔ وہ ۱۸ سال میری پکی ڈیوٹی تھی اور دیکھ لو کہ اب تک ادھر ہی ہوں۔

سید سخی چن پیر بادشاہ نے فرمایا: "۱۸ سال پکے، ۱۸ سال بعد شادی ہوئی۔" یہ کہہ کر آپ مسکرا دیئے۔ دوسرے لوگوں میں سے کوئی پھر ہفتہ پندرہ دن بعد گھر چلا جاتا تھا، لیکن یہ پکے ۱۸ سال ادھر ہی رہے۔ ان کا گھر جانے کا دل ہی نہیں کیا۔ گھر والوں نے بھی کہا کہ حضور یہ آپ کے سپرد ہیں۔ سب مرید ہو گئے پورا خاندان ان کے ماں باپ۔ ان کے والد صاحب فوت ہو گئے ہیں؛ انہوں نے وصیت کی تھی کہ میری قبر ادھر سامنے ہی

بنانا کہ جب حضور گلی میں گاڑی سے گزرا کریں گے تو میری قبر دیکھا کریں گے۔ اس گلی کے پار سامنے جو جنگلا ہے اس کے ساتھ ان کے والد صاحب کی قبر ہے۔ ان کے والد صاحب بہت اچھے بندے تھے۔ مجھے کہا کرتے تھے: ہم یہ سمجھیں گے کہ یہ ہمارا بیٹا نہیں (آپ کا خادم ہے)۔ جب آتے نعیم صاحب کو کہتے: تم نے گھر نہیں آنا، تمہارا سب کچھ یہیں ہے۔ بس مرشد کو راضی رکھ۔

پھر مرشد فرمانے لگے: جو ہم نے آپ کو سلیمانی ٹوپی والا واقعہ سنایا ہے وہ ان کے ساتھ بھی پیش آیا ہے، نعیم صاحب وہ سنائیں۔ یہ کہہ کر مرشد مسکرا دیئے۔ انہوں نے وہ دیکھا ہے اور مریدوں میں سے کسی نے نہیں دیکھا۔

نعیم صاحب بولے: یہاں دربار میں ایک دو اور بھی بندے تھے۔ وہ تنگ کرنے والے تھے۔ بس ان کی وجہ سے دل میں یہ بات آگئی کہ اب یہاں سے نکلو، شیطان تھے ناں تو شیطانی وسوسہ ڈالا۔ میرا دل بھی کیا کہ اب چلتے ہیں کافی ہو گیا ادھر، میں یہاں سے نیچے اترا ہی تھا کہ دیکھا یہ تو نظام ہی اور ہے؛ جس طرف دیکھو جانور ہی جانور، جیسا کہ حضور نے فرمایا۔ میں ادھر سے ہی الٹے پاؤں واپس ہوا۔ بس ڈاک خانے والی گلی تک گیا تھا۔ واپس آکر میں نے توبہ کی کہ اب نہیں جانا۔

سخی چن پیر بادشاہ نے فرمایا: پھر کچھ سال بعد ایک چھوٹی پرچی پر میں نے ان سے کہا لکھ دو کہ میں ساری عمر آپ کا غلام رہوں گا۔ انہوں نے وہ لکھ دیا۔ وہ پرچی اب تک میرے پاس پڑی رہی۔ ابھی سال چھے ماہ پہلے میں نے ان کو واپس دی۔ پھر مرشد نے نعیم صاحب سے پوچھا: کیا آپ نے وہ پرچی سنبھال کر رکھی ہے۔ وہ بولے: نہیں حضور، اب کدھر۔ آپ نے فرمایا: سنبھالی رکھتے، میں نے وہ ۲۰ سال سنبھال کر رکھی تھی۔

مرشد فرمانے لگے: اب میں آپ لوگوں کو ان کے یہاں آنے کا واقعہ سناتا ہوں۔ دربار کی یہ مسجد سن ۱۹۸۵ میں ہم نے اس کی بنیاد رکھی لیکن پھر اگلے دس سال تک یہ میرے سے نہ بن سکی۔ اس کی بنیاد رکھی اور بڑے حضور کے دور والی پرانی گارے کی

دیواریں شہید کروائیں۔ بڑے حضور نے بھی اس عرصہ کے دوران بڑی کوشش کی یہ بن جائے لیکن مناسب مالی وسائل نہ ہونے کی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا۔ اس دور میں آپ نے اس کی بنیادوں میں ایک لاکھ اینٹیں لگوائیں تھیں۔ پھر جب اس کو شہید کروانا چاہا اور محراب کو شہید کرنے کا کہا تو وہ اتنے مضبوط مصالحے کا بنا تھا کہ اس کو ہتھوڑے مار مار کی تنگ آ گئے لیکن وہ نہ ٹوٹے۔ اسی محراب کے ساتھ نعیم صاحب کا مکان تھا۔ جب مزدوروں نے ہتھوڑے مارے تو اس کی دھمک ان کے گھر تک گئی۔ ان کے مکان چونکہ کمزور تھے تو ان کے بلب دھمک سے فیوز ہو گئے۔ جب محراب کی جگہ خالی ہوئی تو یہ دوڑے دوڑے آئے۔ اس وقت یہ مجھے نہیں جانتے تھے، میں سفید لباس میں کھڑا تھا۔ مستری مزدوروں کو کہنے لگے: تم نے اتنے زور زور سے ہتھوڑے مارے ہیں کہ ہمارے بلب فیوز کر دیئے ہیں۔ کرایہ داروں کے لیے تو بلب لینا بھی آسان نہیں ہوتا۔ اس وقت نعیم صاحب کی عمر بارہ سال ہو گی اور یہ آٹھویں جماعت میں پڑھتے تھے۔ میں نے کہا: اس لڑکے کو ادھر بھیجو۔ میں نے پوچھا کیا ہوا ہے۔ انہوں نے بزرگ سمجھ کر میرا احترام کیا، شاید یہ سمجھیں ہوں کوئی مولوی ہے۔ بولے: جناب جی وہ ہمارے گھر کے بلب فیوز ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا: ہم بلب جلانے والے ہیں فیوز کرنے والے نہیں۔ یہ میرے منہ کی طرف دیکھیں۔ اس وقت انہیں تو معرفت کی سمجھ نہیں تھی۔ میں اس دور میں واسکٹ پہنتا تھا اور اس کی جیبوں میں اور بچوں کے لیے ٹافیاں رکھتا تھا۔ جب بھی مسجد جاتا یا بچے دیکھتا تو انہیں ٹافیاں دے دیتا وہ بھی خوش ہو جاتے۔ میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ان کو ٹافیاں دیں کہا کھاؤ، جاؤ ہم بلب جلانے والے ہیں۔ جب انہوں نے ہماری دی ہوئی ٹافیاں کھائیں تو جب بھی ہم باہر نکلیں یہ ہمارے پاس آ جائیں اور ہم ان کو ایک دو ٹافیاں دے دیتے۔ اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا۔ اسی طرح ان سارے پانچوں بھائیوں کا ہم سے بڑا انس ہو گیا۔ یہ روز صبح صبح آ جائیں میرے جتیاں پالش کریں، کمرے کی صفائی کریں اور خدمت کریں، یہ ان کا انس تھا۔ بس اسی انس کے دوران ایک دن تنہائی میں یہ میرے پاس آئے، ٹھنڈ کا موسم تھا۔ میرے

پاس آئے تو میں نے کہا ابھی چلے جاؤ نہیں تو ساری زندگی ادھر ہی رہنا پڑے گا۔ انہوں نے کہا: حضور میں ادھر ہی رہنا چاہتا ہوں۔ میں نے دوبارہ کہا پھر ساری زندگی نہیں جا سکو گے۔ انہوں نے کہا حضور ادھر ہی رہنا ہے۔ پھر وہ دن ہے اور آج کا دن ہے ۲۹ سال ہو گئے ہیں اور یہ ادھر ہی ہیں۔

آداب طریقت

از شیخ اکبر محی الدین محمد ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ

(شیخ اکبر لکھتے ہیں:) اے مرید اپنی نجات کو جان، سب سے پہلے اپنے لیے ایک ایسے استاد کی تلاش کر جو تجھے تیرے نفس کے عیوب دکھائے، اور تجھے تیرے نفس کی غلامی سے نجات دلائے، اگرچہ اس تلاش کے لیے تجھے دور دراز کا سفر ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ میں تیری توجہ - انشاء اللہ - ان اعمال کی جانب مبذول کرواؤں گا جو تو مدتِ تلاشِ شیخ میں کر، جب تک کہ وہ تجھے مل نہ جائے۔ اگر وہ تجھے مل جائے تو حاضر غائب سے بڑھ کر دیکھتا ہے، اس کے حضور ایسے بن جا جیسے غسّال کے ہاتھ میں میت ہوتی ہے، تیرے دل میں اس پر اعتراض کا کوئی خیال نہ آئے حتیٰ کہ اگر تو اسے شریعت کی ظاہری مخالفت بھی کرتا پائے؛ کیونکہ انسان (گناہوں سے) معصوم نہیں۔ اپنے دل میں آنے والی ہر اچھی اور بُری بات اُس سے مت چھپا، چاہے جو بھی ہو۔

اُس کی جگہ پر مت بیٹھ، اُس کے کپڑے مت پہن، اور اُس کے سامنے ایسے بیٹھ جیسے تو اٹھنے کے لیے اُس کے اشارے کا منتظر ہے، جیسے غلام اپنے آقا کے سامنے ہوتا ہے۔ اگر وہ تجھے کسی کام کا حکم دے تو پہلے اس کو سمجھ کہ تجھے پتا ہو اس نے تجھے کیا کہا، اور کبھی اس کام میں جلدی نہ کر جس کے بارے میں تو نہ جانتا ہو کہ اس نے تجھے کیا کہا، ایسا کچھ مت کر، اور جو کچھ وہ تجھے کرنے کو کہے اس کی وجہ مت پوچھ۔ اگر تو خواب یا حقیقت میں اپنے احوال میں سے اسے کچھ بتائے تو اِس کی وضاحت مت طلب کر، جب تو اُس سے کسی بارے میں بات کر تو (فوراً ہی) جواب مت طلب کر، اور اس بارے میں کسی کی بات کو خاطر میں مت لا۔ اگر تو اُس کے دشمن کو پہچان جائے تو اللہ کے لیے اُس (دشمن) سے

ترک تعلق کر لے، نہ اُس کے پاس بیٹھ اور نہ ہی اُس سے معاملہ رکھ۔ جب تو کسی کو اُس سے محبت کرتا یا اُس کی تعریف کرتا دیکھ تو تُو بھی اس شخص سے محبت رکھ اور اس کی حاجات کو پورا کر۔

اگر تیرے مرشد نے کسی عورت کو طلاق دے دی تو ہرگز اُس عورت سے شادی نہ کر۔ اور کبھی مرشد کی خلوت کی جگہ پر نہ جا، کبھی اُس کے گھر یا جہاں وہ رات گزارتا ہے رات مت گزار، اور اس کے اتنے قریب سو کہ تو اُسے نہ دیکھ پائے لیکن جب وہ تجھے پکارے تو اس کی آواز سن سکے۔ کسی ایسے معاملے میں اُس سے مشورہ مت کر جو تو نے کرنا ہی ہو، کیونکہ تو اپنی بات کے الٹ کرے گا؛ بیشک وہ اصل جس سے تیرا معاملہ بندھا ہوا ہے وہ یہی ہے کہ تیرا کوئی ارادہ سوائے تیرے مرشد کے ارادے کے نہیں۔

اگر تیرے دل میں ایسا ویسا کوئی خیال آئے تو اسے نکال باہر پھینک اور جو وہ کہتا ہے اس پر توجہ دے اور اعتماد کر، بیشک بعض شیوخ سے جب تو کسی معاملے میں مشورہ کرتا ہے تو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی کرنے کا کہہ دیتے ہیں؛ کیونکہ یہ ان کے حال کی عطا ہے، جو تیرے لیے نقصان دہ ہے۔ اگر وہ تجھے کہے: کہ یہ مت کر، تو اس (شیخ) نے تجھے فائدہ دیا مگر خود نقصان اٹھایا، جبکہ شیخ کے نزدیک اپنی بھلائی پہلے ہے۔ لہذا تو اس نقصان سے صرف اسی صورت بچ سکتا ہے جب تو کسی ایسے معاملے میں اس سے مشورہ نہ کرے جو تجھے کرنے کا خیال گزرا ہو، لیکن اس خیال کو بھی چھوڑ دے اور اس پر عمل پیرا مت ہو کیونکہ تیرے سارا وقت تو انہی کاموں میں صرف ہو جاتا ہے جو شیخ نے تجھے کرنے کا کہا، اس طرح کے خیالات تو ایک ظاہری اور باطنی نکمے اور فارغ مرید کو ہی آتے ہیں۔

شیخ کے افعال میں سے کسی فعل پر اعتراض مت کر، اور نہ کبھی اُس سے پوچھ: کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ ہر اُس شخص کی خدمت اور شاگردی کر جس کو شیخ تیری طرف بھیجے۔ تو جہاں کہیں بھی ہو اور جہاں کہیں بیٹھ، اس بات کا یقین رکھ کہ شیخ تجھے دیکھ رہا ہے، لہذا با ادب ہو۔ راستے میں کبھی مرشد سے آگے مت چل ہاں اگر رات ہو، اور اپنی نظریں

کبھی اُس پر مت جما؛ کیونکہ اس سے حیا میں کمی واقع ہوتی ہے اور دل سے احترام جاتا رہتا ہے۔

ہر وقت اس کے پاس مت بیٹھا رہ، بلکہ تجھے زیادہ وقت اپنی خلوت والے حُجرے میں یا شیخ کے دروازے کے باہر ہونا چاہیے کہ اگر وہ تجھے بلائے تو حاضر پائے۔ کبھی کسی کی حاجت اُس وقت تک پوری نہ کر- چاہے وہ تیرا باپ ہی کیوں نہ ہو- جب تک کہ شیخ سے مشورہ نہ کر لے۔ اور جب بھی اس کے پاس جا، اس کے ہاتھوں کو بوسہ دے، اپنا سر جھکا اور اِس کے امر و نہی کو مان کر اس سے محبت اور دوستی کا اظہار کر، اس کی حرمت کا محافظ اور رکھوالا بن۔

جب تو شیخ کو کھانا پیش کر تو اس کے سامنے ہر وہ چیز رکھ جو اسے چاہیے، پھر خود دروازے کے پیچھے کھڑا ہو جا، اگر وہ تجھے بلائے تو لبیک کہہ، نہیں تو شیخ کے کھانے سے فارغ ہونے کا انتظار کر، جب وہ کھانا کھالے اور تجھے حکم دے تو اس وقت دستر خوان اٹھا، اگر شیخ کے کھانے سے کچھ بچ گیا ہو اور وہ تجھے یہ کھانے کا حکم دے تو اسے کھالے، اور اپنا حصہ کسی اور کو مت دے۔ کبھی اپنے دل میں یہ خیال مت لا کہ مرشد اکیلا ہی کھاتا ہے، اور بہت زیادہ کھاتا ہے چاہے بہت سا کھانا ہو اور سارا ختم ہی کیوں نہ ہو گیا ہو، یا پھر اکیلے کھانے والی حدیث کے باعث تو اس سے بدگمانی کرے۔

کوشش کر کہ وہ تجھ میں ایسا کچھ نہ پائے جو اُسے نہ بھائے، اور نہ ہی اس سے (دنیاوی مال و اسباب کے حصول کی) امیدیں لگا، اسی طرح شیوخ کے مکر سے بھی ہوشیار رہ کیونکہ وہ بعض اوقات مرید سے مکر کرتے ہیں، لہذا اُن کے حضور اپنی سانسوں تک کی حفاظت کر، اگر تجھ سے شیخ کے حق میں کوئی بے ادبی سرزد ہو گئی اور تجھے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مرشد کو اِس (بے ادبی) کا پتہ چل گیا ہے اور اُس نے تجھے کوئی سزا نہ دی بلکہ معاف کر دیا؛ تو جان لے کہ اس نے تیرے ساتھ مکر کیا، اسے معلوم ہے کہ تجھ سے (طریقت میں بھلائی کی) کوئی امید نہیں اسی لیے وہ خاموش ہو گیا۔ لیکن اگر اس نے تجھے دل میں

گزرنے والے برے خیالات پر سزا دی اور تجھ پر سختی کی؛ تو اُس کی قبولیت، معاملہ کھلنے اور رضا مندی سے خوش ہو جا۔ اُس کی بے تکلفی کہیں تجھے بے ادب نہ کر دے، بلکہ جتنا وہ بے تکلف ہو، تیرے دل میں اس کی ہیبت، اجلال، تعظیم، احترام اور شرم اتنی ہی بڑھ جانی چاہیے۔

وہ جس قدر بے تکلفی اور عاجزی دکھاتا ہے، مجھ پر اس کی ہیبت اور اجلال اتنا ہی بڑھتا جاتا ہے۔

اگر تیرا مرشد سفر پر جائے، اور تجھے اپنی جگہ چھوڑ جائے؛ تو اس جگہ جہاں وہ بیٹھا کرتا تھا ہر روز یا جس وقت بھی تو اس سے ملنے آتا تھا، ویسے ہی سلام کو حاضر ہو جیسے وہ کہیں گیا ہی نہیں، اُس کی عدم موجودگی میں بھی اُس کی عزت کا ویسے ہی خیال رکھ جیسا تو اس کی موجودگی میں رکھتا ہے۔ جب تُو اسے کہیں جاتا دیکھ تو یہ مت پوچھ: آپ کہاں جا رہے ہیں؟ اُس کے کاموں میں اپنی رائے سے دخل اندازی مت کر۔ اگر وہ تجھ سے مشورہ مانگے تو معاملہ اسی کی طرف لوٹا دے؛ کیونکہ اس کا تجھ سے مشورہ کرنا تیری رائے کا محتاج ہونے سے نہیں، بلکہ یہ تو تجھ سے محبت اور بات سمجھانے کے لیے ہے۔ اگر تو اُسے اپنے لیے کوئی جگہ مخصوص کرتا دیکھ تو اِس بارے میں اُس سے کوئی بات نہ کر، اور نہ ہی اپنے دل میں یہ خیال کر کہ یہ شیخ کی عادت ہے، اور اگر وہ اِس مخصوص جگہ سے ہٹ جائے تو اسے یاد مت دلا۔

اور وہ تجھے جو حکم دے یا جو بتائے تو اُس کی بات کی تاویل مت کر، بلکہ جو تو سنے اُس کے ظاہر پر ہی رہ اور جب وہ حکم کرے تو اس کی تعمیل کر، اگر تجھے یہ یقین بھی ہو جائے کہ یہ (حکم) غلط ہے تب بھی اس کا حکم پورا کر اور تاویل کی طرف مت جا۔ اگر تو نے اس کے حکم کی تاویل کی اور اس میں تو درست بھی رہا تب بھی تو غلط ہے، جیسا کہ اگر تو نے اس کی بات کی تاویل نہ کی اور حکم جوں کا توں مانا، چاہے یہ حکم غلط ہی تھا مگر تو نے درست کیا؛ کیونکہ ہمارے نزدیک مرید کے لیے طریقت میں ہدایت شیخ کے ساتھ ہونا ہی

ہے، اور شیخ اللہ کے ساتھ ہے، یہ (یعنی ہدایت) صحیح علم کے ساتھ کسی معاملے میں درست تاویل کو حاصل کرنا نہیں، بلکہ ہدایت تو بغیر تاویل کے حکم ماننے میں ہی ہے، اِس (بات) کا راز ہمارے نزدیک حاضرتِ الٰہیہ میں ظاہر اور واضح ہے۔

اگر تو نے شیخ کے کسی حکم کی تاویل کی، یا اس سے یہ کہا کہ مجھے لگا کہ آپ یہ چاہتے ہیں، تو جان لے کہ تو الٹا چل رہا ہے؛ لہٰذا اپنا ماتم کر، تاویل ہی اکثر مریدین کی محرومی کا سبب بنتی ہے کیونکہ تاویل نفس کا جزو ہے، جبکہ عقل ظاہری ہے جو نہ قیاس کرتی ہے اور نہ ہی اس کے حکم کی تاویل کرتی ہے، بلکہ یہ پورے کا پورا حکم واجب ہے چنانچہ جب عقل کو حکم دیا جائے تو وہ اس کی بجا آوری میں جلدی کرتی ہے۔

اگر وہ حاضر ہو تو ایسی جگہ نماز نہ پڑھ جہاں تیری پیٹھ تیرے مرشد کی طرف ہو، دونوں (یعنی شریعت اور طریقت کے) آداب کا خیال رکھ، اور اُس کی بات اس کی اجازت کے بغیر مت پھیلا، اس کے کھانے پینے، سونے جاگنے اور دوسرے روزمرہ کے کاموں میں اس کے سر پر کھڑا مت رہ؛ یہی تیرے لیے بہتر ہے، ہاں اگر وہ تجھے خود بلائے، اور اُس کا بلانا ایسے نہ ہو کہ تو اس سے کہے: سرکار! اگر آپ کی اجازت ہو تو میں آپ کے ساتھ کھا سکتا ہوں، یا اگر آپ کا حکم ہو تو میں آپ کے ہاں سو سکتا ہوں یا میں جا سکتا ہوں؟ میں ڈرتا ہوں کہ وہ تجھے کہیں یہ نہ کہے: یہ کام کر، میرے ساتھ کھا، یا میرے ہاں ہی سو جا، ہمارے نزدیک یہ (شیخ اور مرید کے مابین) انتہا درجے کی دوری ہے؛ کیونکہ یہ بے تکلفی کو دعوت دیتی اور حرمت اور ہیبت کو ختم کرتی ہے، اگر مرید میں یہ چیزیں نہ ہوں؛ تو وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا، (کامیابی کے لیے) اِن کا ہونا ضروری ہے، جو کوئی اِس کے الٹ کہتا ہے تو وہ اپنے نفس سے واقف نہیں۔

اے مرید! تیرے شیخ کے سامنے -اگر وہ تجھے مل جائے- تیری حالت ایسی ہونی چاہیے، اَب میں تیری توجہ اِن امور کی جانب مبذول کرواتا ہوں جو تو تلاشِ مرشد کے دوران کر۔ انشاء اللہ!

اِن سب باتوں سے پہلے ایسی توبہ کر جس سے تو اپنے دشمنوں کو راضی کرے، اور ماضی میں اپنی جانب سے کیے گئے مظالم کی تلافی کی کوشش کر، اور تیرا جو وقت رب تعالیٰ کی مخالفت میں گزرا اُس پر آہ وبکا کر، (اہل) علم کی صحبت اختیار کر کیونکہ تجھے اپنے گناہوں کا تو یقین ہے لیکن توبہ کی قبولیت کا یقین نہیں۔ اور ہمیشہ پاکیزگی کی حالت میں رہ، جب وضو ٹوٹے تو وضو کر لے، اور جب وضو کرے تو دو رکعت نفل پڑھ لے، پانچ وقت کی نمازوں کو باجماعت پڑھ اور نفل اپنے گھر میں ادا کر۔

نماز

جب وضو کر تو حتی الامکان اختلاف سے بچ، مکمل وضو کر جیسا کوئی شخص نماز کے لیے کرتا ہے، اور اسے پورا کر، وضو کا ہر رکن اللہ کے نام سے شروع کر، اپنے ہاتھوں کو اس طرح دھو کہ دنیا ترک کر دے، ذکر اور تلاوت کی کلی کر، ناک میں پانی ڈالتے وقت عطریاتِ الٰہی کو سونگھ، اور ناک اس طرح صاف کر جیسے تو نے تکبر کو چھوڑ دیا اور فرمانبرداری کو اپنا لیا، اپنے چہرے کو شرم و حیا سے اور بازوؤں کو کہنیوں تک توکل سے دھو، اپنے سر کا مسح عاجزی، محتاجی اور اعتراف ندامت سے کر، اپنے کانوں کا مسح اس طرح کر کہ جب کوئی بات سن تو اس کے اچھے حصے پر عمل کر، اور اپنے پاؤں کو ایسے دھو کہ وہ مشاہدہ کثیب پر جانے کو تیار ہوں۔

پھر اللہ کی ویسی تعریف کر جیسا اس کا حق ہے، اور اللہ کے رسول ﷺ پر درود بھیج جنہوں نے تجھے ہدایت کی سنتیں بتائیں۔ اور پھر اپنے رب کے حضور مصلے پر اُسے بغیر تحدید اور تشبیہ کے دیکھتے ہوئے کھڑا ہو، اور اپنا دل اُس ذات کی طرف موڑ جیسے تو اپنا چہرہ خانہ کعبہ کی طرف موڑتا ہے۔ اِس حقیقت کو خود پر لاگو کر کہ وجود میں اُس ذات کے اور تیرے سوا کوئی نہیں، یوں تو لازماً (مشاہدۂ غیر سے) پاک ہو جائے گا، تعظیم اور مشاہدۂ عبودیت سے اس کی تکبیر پڑھ۔ جب کسی آیت کی تلاوت کر تو اِس تلاوت کی جانے والی

آیت کے حساب سے عمل کر، اگر یہ آیت اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے تو خود کو مخاطب سمجھ کہ وہ خود تجھے اپنی کتاب پڑھ کر سنا رہا ہے، اور تجھے اپنی تعریف کرنے کا طریقہ سکھا رہا ہے جیسے وہ خود اپنی تعریف کرتا ہے۔ اِسی طرح امر و نہی اور دوسری آیات میں اس کی حدود کا خیال رکھ، اور ان فرائض کو جان جو تیرے آقا نے تیرے ذمے لگائے ہیں، ان کی حفاظت کر اور ادائیگی کی نیت سے انہیں یاد رکھ۔ جان لے کہ رکوع کرنے، اِس سے اٹھنے، سجدہ کرنے اور دیگر تمام حرکات میں تیری پیشانی اسی کے ہاتھ ہے، یوں اس ملاحظے میں تیرا دعوی (کہ یہ نماز تو خود پڑھ رہا ہے) ختم ہو جائے گا جب تک کہ تو سلام نہ پھیر لے، جب تُو نے سلام پھیر لیا تو اپنے اس میثاق اور عہد پر قائم رہ کہ یہاں تیرے اور تیرے رب کے سوا کوئی نہیں۔ ان ہستیوں پر انہی الفاظ سے سلام بھیج جیسا کہ اس نے تجھے حکم دیا؛ کیونکہ تیرا اسلام تیرے لیے ہے ﴿جب تم لوگ گھروں میں داخل ہو تو اپنے نفسوں کو سلام کرو﴾ (النور: ٦١) جب تو اپنے گھر میں داخل ہو تو دو رکعت نفل پڑھ کر اِسے سلام کر، اسی طرح ہر وہ جگہ جہاں تو جائے۔

کھانا پینا

ہمیشہ بھوک لگنے پر کھا، کبھی پیٹ نہ بھر اور بہت زیادہ پانی مت پی، کبھی بناوٹی اور متکبرانہ انداز میں کھانا مت کھا، بلکہ جس قدر ضرورت ہو اتنا ہی کھا، اور بھوک کے باعث کھانے کی حد سے زیادہ رغبت نہ دکھا، بلکہ درمیانہ نوالہ اٹھا، جب اِسے منہ میں ڈال تو اللہ کا نام لے اور اِس کو خوب چبا، جب تو نے اسے چبایا اور نگل لیا تو اللہ کا شکر ادا کر کہ اس نے یہ لقمہ تیرا نصیب کیا، اِس کے بعد دوسرے نوالے کی طرف ہاتھ بڑھا، پھر اللہ کا نام لے کر اسے بھی پہلے کی طرح کھا، پھر اللہ کا شکر ادا کر اور تیسرے نوالے کی طرف ہاتھ بڑھا، یہاں تک کہ تیری بھوک مٹ جائے۔

اپنے سامنے سے کھا چاہے اکیلا ہی کیوں نہ ہو، کہیں تجھے بے ادبی کی عادت نہ پڑ

جائے۔ شہوت سے چوکنا رہ اور اپنے ساتھ کھانے والے کے چہرے اور ہاتھ کی طرف مت دیکھ (کہ وہ کتنا کھا رہا ہے) بلکہ اپنے دل میں اُس ذات کی تنزیہ کے بارے میں سوچ ﴿جو کھلاتا ہے اور اسے نہیں کھلایا جاتا﴾ (الانعام: ۱۴) یوں تجھ پر تیری بے بسی اور خامی واضح ہو گی اور تیرا کھانا بھی عبادت ہو گا، کبھی ایسے شخص کی بات پر دھیان مت دے جو یہ کہتا ہے کہ تو بہت کم کھاتا ہے، اور تو یہ کھانا بچا دے تاکہ یہ کہا جائے کہ تو بہت کم خوراک ہے۔

جب تو دستر خوان پر بیٹھ تو تجھے وہ آخری شخص ہونا چاہیے جو کھانے سے اپنا ہاتھ اٹھائے، اور اس وقت تک وہاں سے نہ اٹھ جب تک کہ دستر خوان نہ اٹھا لیا جائے، اور ایسا مت کر کہ پہلے اپنے گھر سے کھا کر جا اور پھر باہر دوسروں کے ساتھ بھی کھا اور یہ ظاہر کر کہ تُو بہت کم کھاتا ہے کیونکہ یہ منافقین کی عادت ہے، اور تیرا کھانا مناسب وقت پر ہونا چاہیے۔

کسب اور توکل

اگر تجھ میں یقین کی کمی ہے تو کوئی پیشہ اختیار کر اور (غیر یقینی) توکل مت ظاہر کر؛ کیونکہ یہ تیرے پاس نہیں ہے، تو یہ گمان کرتا ہے کہ تیرا عجز تیرے یقین کی قوت اور تیرے حُسنِ توکل سے ہے، جبکہ یہ تیری کم ہمتی اور تیرے نفس کی اصلیت، اس کا گھٹیا پن اور معرفت کی کمی ہے، لہٰذا اپنی پرہیز گاری کے مطابق اپنا پیشہ اختیار کر اور (حلال روزی کے حصول میں) اپنا پورا زور لگا؛ اگر تیرا نفس تجھ سے بیٹھ جانے اور توکل کا مطالبہ کرے، تو اس بارے میں اس کی زیادہ مخالفت نہ کر بلکہ اس کو یہ کرنے دے، اِس کو لے کر وہاں سے کوچ کر جہاں لوگ تجھے جانتے ہوں اور ان بڑے شہروں کی طرف چل پڑ جہاں کوئی مسافر پہچانا نہ جائے، اِس شہر کے کسی ایک حصے میں مستقل قیام نہ کر بلکہ جگہیں بدلتا رہ، اور کسی سے زیادہ میل جول اور سلام دعا نہ رکھ۔

اگر تو کسی شخص کو آتا دیکھ اور تجھے فراست سے یہ پتا چل جائے کہ یہ کوئی چیز لے کر آیا ہے یا تو نے اِس کی آہٹ تو سنی پر اسے نہ دیکھا، اور تیرے نفس نے تجھے کہا کہ یہ اللہ کا فضل (یعنی رزق) ہے، اگر وہ شخص اس رزق کے ساتھ تیرے پاس آئے، تو یہ قبول مت کر اور اُسے واپس لوٹا دے؛ کیونکہ وہ کسی مقصد کے تحت یہ کھانا لے کر آیا ہے تاکہ اس کی تنگی دور ہو، اس وقت اس سب عمل میں اللہ کہاں ہے؟ یہ کھانا کبھی مت لے چاہے تو مر ہی کیوں نہ رہا ہو۔

ہاں اگر وہ کوئی چیز بغیر طلب کے لائے اور تیرے سامنے رکھ دے، تو غور کر کہ اِس رزق کو دیکھنے کے بعد سب سے پہلے تیرے دل میں کیا خیال گزرا؛ اگر اِس (کھانے) سے تیرے دل میں تنگی محسوس ہوئی تو یہ اُسے لوٹا دے، اور ”جو چیز تجھے شک میں ڈالے اسے چھوڑ دے اس چیز کے لیے جو تجھے شک میں نہ ڈالے۔“ ہاں اگر تنگی محسوس نہ ہوئی البتہ کھانے کی شدید خواہش پیدا ہوئی تو جان لے کہ یہ شخص لالچی ہے، لہذا اس کو بھی لوٹا دے اور کچھ قبول مت کر، اگر اس میں کھانے کی رغبت بھی نہ ہو تو اس وقت کی ضرورت کے مطابق تھوڑا سا لے لے اور جو باقی بچے وہ واپس کر دے۔ اَب اس جگہ مزید نہ بیٹھ بلکہ اگر بڑا شہر ہے تو کسی اور جگہ پر چلا جا، اور ان مقامات – مثلاً مساجد، مزارات، یا خانقاہوں – کا رخ مت کر جہاں پر لوگ زیادہ تر نذر و نیاز وغیرہ بانٹتے ہیں۔

یہ سب اس وقت تک جب تک کہ تیرا یقین کامل نہ ہو جائے، اگر تو نے یہ سب نہ کیا تو اپنے نفس سے خیانت کی۔ اور اُس صوفی کی بات پر کان مت دھر جو اپنے مقام سے یہ کہتا ہے: ”میں اپنے رب کے سوا کسی کو نہیں دیکھتا“ اِس نے یہ قول ان ساری تکالیف کو برداشت کرنے کے بعد ہی کہا ہے، تب تو بھی ایسا کہہ سکتا ہے، لیکن اگر ابتدا میں ہی تو ایسا کہنا شروع کر دے گا تو یہ نکموں کے کام ہیں۔

صحبت یا دوستی

دوستی مرید کے لیے سب سے زیادہ نقصان دہ ہے؛ کیونکہ اس راستے (یعنی تصوف) کی بنیاد ہی مانوس اور پسندیدہ چیزوں کا ترک کرنا ہے۔ چونکہ دوستی، محبت اور انس پیدا کرتی ہے، اور وقت جدائی دل کو دردِ جدائی دیتی ہے، اسی لیے ہم اسے پسند نہیں کرتے۔ بعض مشائخ کا قول ہے: جو خلوت میں اُنس اور محفل میں وحشت محسوس کرے؛ تو اُس کا انس خلوت سے ہے اللہ سے نہیں، اس پر معاملہ واضح نہیں۔ لہٰذا مرید کے لیے یہی بہتر ہے کہ وہ دوستی سے دور رہے، اور اُس کا عزم اپنے لیے مرشد کی تلاش ہی ہونی چاہیے، اگر مُرشد مل جائے تو اس کے سوا کسی کی طرف نظر نہ کرے، اور شیخ کے مریدوں یعنی اپنے پیر بھائیوں کے پاس زیادہ نہ بیٹھے اور نہ ہی ان سے میل جول رکھے، ہاں اگر شیخ اس بات کا حکم دے (تو کوئی حرج نہیں)۔ مرید کو چاہیے کہ اپنے جیسوں سے یوں بھاگے جیسے جانور (شکاری کو دیکھ کر) بھاگتے ہیں اور یوں اللہ کا انس تلاش کرے، کثرتِ ذکر کو خود پر لازم کرے، نہ کسی کے ہاں رات گزارے اور نہ ہی اس کے ساتھ رہے، اگر مجبورا دوستی کرنی پڑ جائے تو اپنے ساتھی کے ساتھ اپنے نفس کی حالت پر غور کرے، اگر اُس کے نہ ہوتے ہوئے اس کی یاد ستائے تو اس کا ساتھ چھوڑ دے، اگر وہ شخص اسے ڈھونڈتا ہوا اس مرید کے پیچھے آ جائے تو اس مرید کو چاہیے کہ وہ شہر ہی چھوڑ دے۔

اِسی طرح اپنے لباس اور گھر میں، اگر دیکھے کہ کوئی لباس نفس کو پسند ہے تو اسے بیچ کر دوسرا خرید لے، اگر صاحب استطاعت ہو تو صدقہ کر دے۔ اگر کوئی جگہ پسند آئے تو وہ چھوڑ دے، اُس کے دل میں کسی بھی چیز کی وقعت نہیں ہونی چاہیے یہاں تک وہ وجود میں فرد رہ جائے، کیونکہ حق تعالیٰ اُس دل پر تجلی نہیں کرتا جو اُس کے سوا کسی اور سے مانوس ہو، چاہے فرمانبرداروں میں سے ہو یا نافرمانوں میں سے۔

اگر شیخ اس کے لیے ان عیوب -جن میں مرید کی ہلاکت ہے- کا معالج نہ ہوتا تو اس کا شیخ کے پاس بیٹھنا بھی جائز نہ ہوتا، (مرید کو چاہیے کہ) شیخ کے پاس اُس سے مانوس

ہونے کے لیے نہیں بلکہ اس کی صحبت سے ادب سیکھنے کے لیے بیٹھے؛ کیونکہ مرید جب اپنی مانوسیت کا رشتہ مرشد سے جوڑ لیتا ہے تو اس پر راستہ طویل ہو جاتا ہے، مرشد پر اس کا علاج دشوار اور دوبھر ہو جاتا ہے، اور اس کا مرض طول پکڑ لیتا ہے؛ یہ سب (مرید کے مرشد سے) انس کے سبب ہوتا ہے۔

شیخ کی مرید سے غرض یہ ہونی چاہیے کہ وہ اِس کے دل کو ہر وقت ذکر سے معمور پائے حتی کہ اگر مرشد اسے کوئی ایسا کام کرنے کا کہے جس میں مرید کا کسی دوسرے سے ملنا ہو - چاہے ایک لمحے کے لیے ہی سہی - تو وہ مرید کو درد محسوس کرتا پائے، اُس وقت شیخ جان جاتا ہے کہ مرید کا معاملہ کھل چکا ہے اور وہ خیال ربانی کے ہمراہ ہے۔ مرید کو چاہیے کہ لوگوں کے ساتھ ایثار، سخاوتِ نفس اور کرم کا برتاؤ کرے، ان سے اپنے حقوق کا تقاضا نہ کرے، انہیں افضل سمجھے اور ان پر اپنا کوئی حق نہ جتلائے، ان سے افضل ہونا تو دور کی بات ہے۔

اسی علت کے باعث ہم نے مرید کو دوستی ترک کرنے کا حکم دیا ہے؛ کیونکہ دوستی کے کچھ حقوق ہیں جن کا ادا کرنا اس پر واجب ہے، یہ اس کے دل کو حق تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی سے مصروف رکھیں گے؛ جبکہ وہ کمزور ہے، لہذا (ایسی دوستی سے) تنہائی اور فرار ہی بہتر ہے۔ بیشک دوستی اکابرین اور صاحب تمکین شیوخ کی صفات میں سے ہے۔ ان کے ساتھ مل کر اپنے نفس کا مقابلہ کر: اگر وہ تیری برائی کریں تو تُو اس کا اہل ہے، اور اگر وہ تیری تعریف کریں تو وہ اپنے اوصاف کا ہی تذکرہ کر رہے ہیں، اللہ نے ان سے تیرا معاملہ چھپا رکھا ہے، اگر (اللہ نے) ان پر یہ کھول دیا ہوتا تو وہ تیرا اندر جان جاتے، لہذا اِن کی تعریف اور ستائش پر خوش نہ ہو۔

مسجد کی طرف جانا

مرید کو غیر ضروری حرکت سے گریز کرنا چاہیے؛ کیونکہ یہ خلل ڈالتی ہے؛ اسی

وجہ سے ہم اِسے سفر سے منع کرتے ہیں، کہیں اس کا حال نہ بگڑ جائے، سوائے تلاشِ مرشد میں۔ جب وہ مساجد یا دیگر ضروریات کے تحت باہر نکلے تو دائیں بائیں زیادہ دھیان نہ دے، پہلی نظر سے بچتے ہوئے اپنی نظر قدموں پر ہی رکھے، چلتے ہوئے بھی ذکر میں مصروف رہے، جو اِسے سلام کرے اُسے جواب دے اور کسی کے پاس کھڑا نہ ہو جائے، کسی سے حال احوال نہ پوچھے، اِن امور سے بچے، اور ہمارے نزدیک یہ کام مشکل ہے۔

راستے سے ہر تکلیف دہ چیز مثلاً پتھر، کانٹے اور گندگی وغیرہ ہٹائے، اگر زمین پر کوئی کاغذ کا ٹکڑا پائے تو اسے اوپر کسی دیوار پر رکھ دے، اسے پاؤں میں روندا جانے کے لیے نہ چھوڑے۔ بھٹکے ہوئے کو راہ دکھلائے، کمزور کی مدد کرے اور ناتوانوں کے بوجھ اٹھائے، یہ سب مرید پر واجب ہے۔ جب اسے سلام کیا جائے تو اِسے چاہیے کہ زمین و آسمان میں موجود اللہ کے ہر عبدِ صالح کو سلام پہنچائے، اسی مقام سے تجھے جواب دیا جاتا ہے۔ اپنی چال میں تیزی مت دکھا، تیری چال میں خود پسندی نہیں بلکہ وقار ہونا چاہیے؛ کیونکہ ایسی چال تیری توجہ کو قائم رکھے گی، اور اگر تو کوئی چیز اٹھائے ہوئے ہو اور تھک کر رکنا چاہے تو راستے سے ہٹ کر رک اور لوگوں پر راستہ تنگ نہ کر۔

سماع کے آداب

سماع کی محفلوں میں ہرگز مت جا، لیکن اگر تیرا مُرشد تجھے جانے کو کہے تو جا، پر سماع مت سن بلکہ ذکرِ الٰہی میں مصروف رہ، کیونکہ تیرا ذکرِ الٰہی کو سننا شعر سننے سے بہتر ہے، اور خاص طور پر قوال زیادہ تر محبت اور شوق کے بند باندھتے ہیں جن سے نفس بد مست ہو جاتا ہے اور باطل دعوے کی راہ ہموار کرتا ہے۔ اگر قوّال موت کا ذکر کرے، یا تجھے خوف، قبض، غم ناکی، یا ذکر جہنم میں گریہ زاری، زندگی کے ختم ہو جانے اور موت کی سختیوں یا حساب و کتاب اور مقام محشر کی کیفیات پر غور کی طرف لے جائے تو اس کی باتوں پر کان دھر، سوچ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اگر اس دوران تیرا حال تجھ پر ایسا غالب ہوا کہ تیرا

احساس جاتا رہا، اور تو اٹھ کھڑا ہوا؛ تو تیرا کھڑا ہونا تیرے اپنے بس میں نہیں، بلکہ تجھے تیرے وارد (یعنی حالت) نے اٹھایا ہے۔

لہذا جب بھی اپنے ہوش و حواس میں واپس آ، فوراً بیٹھ جا اور اپنی اعتدال والی حالت پر واپس آجا، کیونکہ سماع کی حرکت راہِ اعتدال سے انحراف ہے، اور اس (حرکت) کے احوال قصد کرنے والے کی طرح متنوع ہیں۔ اگر تو نے حرکت کی اور اِسے محسوس بھی کیا تو تیری حرکت نیچے کی طرف ہے، جیسے کوئی اوپر سے نیچے اتر رہا ہو یہاں تک کہ سجین میں جا ٹھہرے، اس سے اللہ کی پناہ۔ لیکن اگر تُو نے حرکت کی اور اس (حرکت) میں اپنی ذات اور احساس سے بے پروا رہا، اگر تو اللہ میں فنا ہوا کہ اُس کی عظمت تیرے دل کو تھامے ہوئے تھی، یا پھر جنت اور دوزخ میں فنا ہوا تو تیری حرکت عُلوی ہے، یہاں تک کہ تو علیین میں جا ٹھہرے گا۔ لیکن اگر تو اپنی معشوقہ ؛کسی لڑکی یا محبوب چیز (جیسے کہ مال و متاع) میں فنا ہوا تو تیری حرکت جہنم میں سجین کی طرف ہے، حالانکہ تیرا فنا ہونا درست حال پر مبنی ہے، لیکن غلط کام میں ہے، اور لوگ یہ خیال کر رہے ہیں کہ تو حق تعالیٰ میں فنا ہے۔ لہذا مجالس سماع میں شرکت سے گریز کر۔

اہل اللہ کی تلاش

اگر تجھے لازما کسی کی صحبت اختیار کرنی ہو تو عبادت گزاروں اور اہل معاملہ میں سے مجتہدین کی صحبت اختیار کر، یہاں تک کہ تو اپنے مُرشد تک پہنچ جائے، اگر یہ لوگ تجھے شہروں میں (ڈھونڈنے سے بھی) نہ ملیں تو ساحلی علاقوں، پرانی مسجدوں، پہاڑوں کی غاروں اور وادیوں کے دامن میں تلاش کر کیونکہ یہ لوگ انہی راستوں پر ہوتے ہیں۔ اگر تو خود بھی اِن جیسا بننا چاہتا ہے تو نماز کا کوئی ایسا وقت نہیں ہونا چاہیے جس میں تو مسجد میں نہ ہو، مریدین میں سے کوتاہی کے مرتکب وہ لوگ ہیں جو اس وقت نماز میں شامل ہوں جب نماز شروع ہو چکی ہو۔ اگر تو اس وقت مسجد پہنچا جب نماز شروع ہو چکی تھی تو تُو نے کوتاہی

کی انتہا کر دی اور تو اِن لوگوں میں سے نہیں، اگر تیری تکبیر تحریمہ یا امام کے ساتھ ایک رکعت بھی چھوٹ گئی تو ایسے شخص کی بات کرنا ہی فضول ہے؛ کیونکہ یہ تو عوام کا رویہ ہے جن کا ایمان بھی پوری طرح درست نہیں ہوتا، لہذا اللہ سے توبہ کر اور (میری نصیحتوں پر عمل) دوبارہ سے شروع کر، اور ہرگز کسی ایک مسجد، ایک صف اور مسجد میں کسی ایک جگہ کو خود سے مخصوص نہ کر۔

خواطر

جان لے اگر تجھے فقیروں کا ساتھ اور ان کی خدمت کرنا میسر آئے تو اپنے دل میں گزرے اِن کے فائدے اور خدمت کے خیالات کو رد نہ کر؛ کیونکہ ان کے خواطر (یعنی ان کی طرف سے تیرے دل میں آنے والے خیالات) ہی تیری طرف اِن کے پیامبر ہیں۔ لہذا جس قسم کے (خواطر) خیالات - مثلاً اِن کے کپڑے دھونا، ان کے لیے کھانا پکانا وغیرہ جس میں ان کا بھلا ہو - تیرے دل میں تو آئیں وہ کام کر۔ کیونکہ سچے فقیروں کو (خواطر) خیالات تو آتے ہیں، لیکن اِن کا مجاہدہ انہیں بیان سے روکتا ہے کہ کہیں وہ اپنی نفسانی شہوات کی تکمیل میں کوشاں نہ ہو جائیں، جبکہ اللہ تعالی اِن کے صدق کے سبب ان کے لیے دونوں معاملات جمع کرنا چاہتا ہے، لہذا وہ ان کے خیالات تیرے دل میں ڈالتا ہے۔ (ایسا خیال آتے ہی) فوراً اٹھ اور یہ کام کر کے ان کے پاس جا، یوں انہیں مجاہدے کا درجہ بھی ملے گا اور مقصد بھی پورا ہو گا، اور تو خیالات کی سچائی سمجھ پائے گا، یہ اُس اجر کے علاوہ ہے جو تجھے اِن کی خدمت میں ملے گا۔

نیکی کے کسی عمل کو حقیر مت جان، کیونکہ یہ نفع کا راستہ ہے، اور یہاں صرف وہی برباد ہو سکتا ہے جو خود اپنی بربادی کا خواہاں ہو۔ چار چیزیں ایسی ہیں جس کسی نے ان کو خود پر لازم کر لیا اِسے تمام بھلائیاں میسر آ گئیں: ۱- فقیروں کی خدمت، ۲-سینہ صافی، ۳-پیٹھ پیچھے مسلمانوں کے لیے دعا گوئی، ۴- ان کے ساتھ اور اپنے نفس کے خلاف ہونا۔

ابتدائے حال میں مرید شاذونادر ہی ہر جانب - یعنی جانبِ حق اور جانبِ خلق - سے تعلق رکھنے والے بُرے خیالات سے بچ سکتا ہے۔ مرید پر لازم ہے کہ وہ لوگوں کو اپنے دل میں پیدا ہونے والی بد گمانیوں سے بچائے۔ چاہے وہ ان گمانوں میں تجربے اور عادت سے ٹھیک خیالات اور کشف والا ہی کیوں نہ ہو، کہ تجھے کسی ایک کے بارے میں بُرا خیال آئے اور وہ ویسا ہی ہو؛ جان جا کہ یہ (خاطر) شیطان کی طرف سے ہے، اس (خاطر) پر اللہ سے توبہ استغفار کر، اور دعا کر کہ وہ تیرے باطن کو مخلوقات کے تعلق سے آزاد کر دے، جبکہ تو تُو ان کی برائیوں کی کھوج میں لگا ہے، شیطان تجھے دھوکا دینا چاہتا ہے، وہ تیری تصدیق کرتا ہے تاکہ بعد میں تجھے جھٹلائے، اور تیری تکریم کرتا ہے تاکہ تجھے رسوا کرے، لہذا اس سے بچ۔ (شیطان کا یہ وار) ذکر سے ختم ہو جاتا ہے، اور تیرے دل میں حق تعالی کی جناب میں لاحق بدگمانیاں علم سے ختم ہوتی ہیں۔

ہدایات شیخ سخی چن پیر بادشاہ سرکار قادری رزاقی گیلانی

تمام مریدین پر اپنے پیر کی بات ماننا واجب ہے لہذا سب پیر بھائی مرشد سے فیض یافتہ ہونے کے لیے اِن ہدایات پر پابندی سے عمل کریں۔

- مرید کو چاہیے کہ یہ چار چیزیں اپنانے کی کوشش کرے۔
  - کم بولنا
  - کم کھانا
  - کم سونا
  - لوگوں سے کم ملنا
- مرید ہر حالت میں سچ بولے، چاہے کتنی بڑی مصیبت ہی کیوں نہ آن پڑے۔
- نماز باجماعت ادا کرنے کی کوشش کرے۔
- ظاہری پیشہ ضرور اختیار کرے، چاہے نوکری ہو یا تجارت اس کے بعد اللہ پر بھروسا رکھے۔
- قرآن کریم کی تلاوت باعث خیر و برکت بھی ہے اور علم میں اضافے کا سبب بھی۔
- ریاضت عبادت سمجھ کر کرے اور کسی فائدے کا حصول اس کا مقصد نہ ہو۔
- ہر حال میں اپنے پیر کی پیروی کرے اور آپ کے حکم پر لبیک کہے۔
- عاجزی مرید کا وصف ہونی چاہیے، ہمیشہ خود کو لوگوں سے کم تر سمجھے۔

- اپنے پیر و مرشد سے رابطہ استوار رکھے، جس قدر وہ مرشد کی بات مانے گا اسی قدر مرشد کے دل میں جگہ پائے گا۔
- مرشد سے محبت یہ ہے کہ اس کی بات مانی جائے، یہ نہیں کہ اپنی بات منوائی جائے۔
- فضول بحث و مباحثے سے اجتناب کرے، اور مرشد کی باتوں پر عمل پیرا ہونا ہی اپنا اولین مقصد سمجھے۔
- موت کو کثرت سے یاد کرے کیونکہ یہ یاد اس کے دل کو زندہ رکھے گی۔
- کوشش کرے کے ہر وقت باوضو رہے، اور وضو کرنا بھی ایک مستقل عبادت ہے۔
- اگر کسی مرید سے نماز جمعہ رہ گئی تو اس نے غفلت کی انتہا کر دی۔
- جب مرشد کی زیارت کو جائے تو اس کا مقصد تقوی کا حصول اور نفس پر غلبہ پانا ہو، حتی الامکان کوشش کرے کہ مرشد کے سامنے کوئی ایسی ویسی دنیاوی بات نہ کرے۔
- اللہ سے دعا ہے کہ وہ سب مریدین کو اپنے مرشد کی سچی محبت عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

درود شریف

اللهم صل علىٰ سيدنا محمد وعلىٰ آل سيدنا محمد كما صليت علىٰ إبراهيم وبارك علىٰ محمد وعلىٰ آل محمد كما باركت علىٰ إبرهيم وعلىٰ آل إبرهيم وسلم تسليما كثيرًا.

اللهم صل علىٰ سيدنا محمد طب القلوب ودوائها، وعافية الأبدان وشفائها، ونور الأبصار وضيائها، وقوت الأرواح وغذائها، وعلىٰ آله وصحبه وسلم، في كل لمحة ونفس وعدد ما وسعه علم الله.

اللهم صل علىٰ سيدنا محمد صلاة ترضيك وترضيه وترضى بها عنا يا رب العالمين، في كل لمحة ونفس عدد ما وسعه علم الله .

اللهم صل علىٰ سيدنا محمد الرحمة المهداة، وعلىٰ آله وصحبه وسلم في كل لمحة ونفس وعدد ما وسعه علم الله.

اللهم صل علىٰ سيدنا محمد الحبيب المحبوب، شافي العلل ومفرّج الكروب، وعلىٰ آله وصحبه وسلم.

اللهم صل علىٰ سيدنا محمد النبي الأمي، الحبيب العالي القدر العظيم الجاه، وعلىٰ آله وصحبه وسلم تسليما كثيرا.

اللهم صل علىٰ سيدنا محمد الحبيب البشير الشفيع النذير، الذي أخبر عن ربه بأن له في كل نفسٍ مائة ألف فرجٍ قريب، وسلم تسليما كثيرا.

اللهم صل علىٰ سيدنا محمد كلما ذكره الذاكرون وغفل عن ذكره الغافلون، وعلىٰ آله وصحبه وسلم في كل لمحة ونفس وعدد ما وسعه علم الله.

اللهم صل علىٰ سيدنا محمد صلاة تملأ خزائن الله نورًا، وتكون لنا فرجًا وفرحاً وسرورا.

اللهم صل علىٰ سيدنا محمد وعلىٰ آل سيدنا محمد صلاة تكون لك رضاءً ولحقه أداءً وأعطه الوسيلة والمقام المحمود الذي وعدته، وقال رسول الله صلىٰ الله عليه وسلم: "من قالها وجبت له شفعتي".

اللهم صل علىٰ روح سيدنا محمد في الأرواح وعلىٰ جسده في الأجساد وعلىٰ قبره في القبور وعلىٰ موقفه فى المواقف وعلىٰ مشهده في المشاهد.

اللهم صل علىٰ سيدنا محمد عبدك ونبيك ورسولك النبي الأمي وعلىٰ آله وسلم عدد خلقك ورضا نفسك وزنة عرشك ومداد كلماتك.

اللهم صل علىٰ سيدنا محمد ما اتصلت العيون بالنظر وتزخرفت الأرضون بالمطر وحج حاج واعتمر ولبَّىٰ ونحر وطاف بالبيت العتيق وقبَّل الحجر .

اللهم صل علىٰ سيدنا محمد عدد من صلىٰ عليه، وصل عليه عدد من لم يصل عليه، وصل عليه كما أمرتنا بالصلاة عليه، وصل عليه كما يجب أن يصلىٰ عليه.

اللهم صل علىٰ محمد و علىٰ آل محمد حتىٰ لا يبقىٰ من الصلاة شيء وارحم محمداً و آل محمد حتىٰ لا يبقىٰ من الرحمة شيء وبارك علىٰ محمد وعلىٰ آل محمد حتىٰ لا يبقىٰ من البركة شيء وسلم علىٰ محمد وعلىٰ آل محمد حتىٰ لا يبقىٰ من السلام شيء.

اللهم صل علىٰ سيدنا محمد عدد ما أمطرت السماء منذ بنيتها وصل علىٰ محمد عدد ما أنبتت الأرض منذ دحوتها وصل علىٰ محمد عدد النجوم في السماء فإنك أحصيتها وصل علىٰ محمد عدد ما تنفست الأرواح منذ خلقتها وصل علىٰ محمد عدد ما خلقت وما تخلق وما أحاط به علمك و أضعاف ذلك .

اللهم صل عليهم صلاةً دائمةً مستمرة الدوام علىٰ مر الليالىٰ والأيام متصلة الدوام لا انقضاء لها ولا انصرام علىٰ مر الليالىٰ و الأيام عدد كل وابلٍ وطلٍ .

اللهم صل علىٰ محمد وعلىٰ آل محمد الذي نوره من نور الأنوار وأشرق بشعاع سره الأسرار.

اللهم صل علىٰ محمد وعلىٰ آله بحر أنوارك ومعدن أسرارك ولسان حجتك وعروس مملكتك وإمام حضرتك، وطراز مُلكِك، وخزائن رحمتك، وطريق شريعتك، المتلذذ بمشاهدتك، إنسان عين الوجود والسبب في كل موجود، عين أعيان خلقك المتقدم من نور ضيائك، وخاتم أنبيائك صلاة تدوم بدوامك وتبقىٰ ببقائك صلاة تحل بها عقدتي، وتفرج بها كربتي، صلاة ترضيك وترضه وترضى بها عنا يا أرحم الراحمين، عدد ما أحاط بع علمك وأحصاه كتابك وجرىٰ به قلمك وعدد الأمطار والأشجار وملائكة البحار، وجميع ماخلق مولانا من أول الزمان إلىٰ آخره والحمد لله وحده .

اللهم صل علىٰ سيدنا محمد وعلىٰ سيدنا محمد عدد ما أحاط به علمك وجرىٰ به قلمك وسبقت به مشيئتك وصلت عليه ملائكتك صلاة دائمة بدوامك باقية بفضلك وإحسانك إلىٰ أبدِ الأبدِ أبداً لا نهاية لأبديته ولا فناء لديموميته .

اللهم صل علىٰ سيدنا محمد وعلىٰ آل سيدنا محمد عدد ما أحاط به علمك و أحصاه كتابك وشهدت به ملائكتك وارض عن أصحابه وارحم أمته إنك حميد مجيد.

اللهم صل علىٰ سيدنا ومولانا محمد عدد قطر الأمطار، وصل عليه عدد أوراق الأشجار، وصل عليه عدد دواب القفار، وصل عليه عدد دواب البحار، وصل عليه عدد مياه البحار.

اللهم صل علىٰ سيدنا ومولانا محمد عدد ما أظلم عليه الليل وأضاء عليه النهار، وصل عليه بالغدو والآصال، وصل عدد الرمال، وصل عليه عدد النساء والرجال .

اللهم صل علىٰ سيدنا محمد علىٰ قدر حبك فيه وزدني ياMولاي حباً فيه وبجاهه عندك فرج عني ما أنا فيه، إلهي لا أسألك رد القضاء بل أسألك اللطف فيه وعلىٰ آله وصحبه وسلم .

اللهم صل علىٰ سيدنا محمد الذىٰ ملأت قلبه من جلالك وعينه من جمالك فأصبح فرحًا مؤيدًا منصورًا وعلىٰ آله وصحبه وسلم تسليما.

اللهم صل علىٰ سيدنا ومولانا محمد عدد ما كان وعدد ما يكون وعدد ما أظلم عليه الليل وأضاء عليه النهار.

اللهم صل علىٰ محمد عدد حلمك، وصل علىٰ محمد عدد علمك، وصل علىٰ محمد عدد كلماتك، وصل علىٰ محمد عدد نعمتك، وصل علىٰ محمد ملء سمواتك، وصل علىٰ محمد ملء أرضك، وصل علىٰ محمد ملء عرشك، وصل علىٰ محمد عدد ماجرىٰ به القلم فىٰ أم الكتاب، وصل علىٰ محمد عدد ماخلقت فىٰ سبع سمواتك، وصل علىٰ محمد عدد ما أنت خالقه فيهن إلىٰ يوم القيامة فىٰ كل يوم ألف مرة.

اللهم صل علىٰ سيدنا محمد النبي الأمي وعلىٰ جميع الأنبياء والمرسلين صلاة تصل اليهم أينما كانوا وكانت أجداثهم وأينما حلوا وحلت أرواحهم، واجعلنا من الذين تجري من تحتهم الأنهار في جنات النعيم ، دعواهم فيها سبحانك الله وتحيتهم فيها سلام وآخر دعواهم أن الحمد لله رب العالمين.

شجرہ شریف

خاندان عالیہ قادریہ رزاقیہ بدر الدین پیر سید لعل حسین شاہ بادشاہ قادری رزاقی گیلانی
بدر الاولیاء حضور سید سخی چن پیر بادشاہ قادری رزاقی گیلانی
سید عازب لعل گیلانی (المعروف بادشاہ سرکار)

لکھ لکھ حمد خدا کریم توں ہیں بخشن ہار قدیم

صدقہ حضرت محمد مصطفی سرور صدقہ حضرت حیدر و صفدر

صدقہ امام زین العابدین قاری کر دے دور گناہ بیماری

صدقہ حضرت امام باقر تے امام جعفر شاہ دا امام موسی کاظم تے علی رضا دا

صدقہ حضرت معروف کرخی تے سری سقطی دور کریں یا مولا سختی

صدقہ حضرت جنید بغدادی دا صدقہ ابو بکر شبلی دا

صدقہ سید عبد الواحد تمیمی دا، منہ نہ ویکھاں بد امنی دا

صدقہ سید حسن ہنکاری، صدقہ ابو سعید دا باری

صدقہ حضرت غوث الاعظم عبد القادر جیلانی دا

جیڑھے ہین پیراں دے پیر تے میراں محبوب سبحانی دا

صدقہ سید عبد الرزاق تے ابو صالح دا

صدقہ حضرت شہاب الدین تے شاہ اشرف دین پیارے دا

صدقہ شاہ شمس الدین تے شاہ علاؤ الدین ہادی دا

جیڑا کر سی دل روشن وچ پاسی نور اس ازلی دا

صدقہ سید بدر الدین تے شاہ محی الدین گیلانی دا

صدقہ شاہ شرف الدین تے شاہ شمس الدین گیلانی دا

صدقہ سید شاہ محمد تے فرج اللہ شاہ پیارے دا

صدقہ شاہ محمود دا کر دے جیڑا رہ نما ہے سارے دا

صدقہ سید عبد الرزاق تے سید عبد القادر پیارے دا

صدقہ سید سلطان تے عبد القادر شاہ نوری دا

صدقہ سید عبد اللہ شاہ تے عبد القادر مرد حضوری دا

صدقہ سید مصطفی دا جیڑے والی ہے تخت میراں دا

صدقہ سید شرف الدین دا بخشیا فیض جیلانی دا

صدقہ سید لعل حسین دا جنہاں لایا بوٹا وچ دلاں دے

صدقہ سخی چن پیر بادشاہ دا جنہاں چاڑھیا رنگ ہریالی دا

صدقہ سید عازب بادشاہ دا جیڑا وارث ہے اس کھیتی دا

صدقہ سید مدثر حسین شاہ دا جس نبھایا عشق مرشد دا

اوراد و وظائف

بعد ذکر فاتحہ و دعا یہ التجا پڑھیں

اے خدا میرا مبارک یہ مقدر کر دے
نور ایماں سے مرے دل کو مسخر کر دے

نہ بنا طالب دنیا کہ مونث ہو لقب
اپنا ہی عشق عطا کر کے مذکر کر دے

عقل وہ بخش تمیز حق و باطل ہو جسے!
نفس باغی کو جو سرکش ہے منور کر دے

علم وہ بخش کہ جس سے میں تجھے پہچانوں
قلب کو صیقل رحمت سے مطہر کر دے

دل تیرے شکر میں ہر وقت رہے سر بسجود
روح کو اصل پہ مائل میرے داور کر دے

نشہء ذوق سے ہر وقت رہے دل مسرور
فانی اشیائے جہاں سے مجھے متنفر کر دے

قید جہاں اور جہاں سے بھی رہائی ہو نصیب
اپنی ہی دُھن میں تو گم اے خالق اکبر کر دے

خود نظر نہ آؤں میں، تو ہی نظر آئے مجھے
آنکھ اور دل کو مرے ایسا منور کر دے

ملتجی ایک غنی ہی نہیں پر ساتھ ہیں دوست
میرے مولا جو عنایت کرے سب پر کر دے

ذکرِ نورانی

حسبی ربی جل اللہ مافی قلبی غیر اللہ نور محمد صلی اللہ

لَا اِلٰہ اِلّا اللہ لَا اِلٰہ اِلّا اللہ

اول آخر ہے اللہ باطن ظاہر ہے اللہ حافظ و ناصر ہے اللہ

لَا اِلٰہ اِلّا اللہ لَا اِلٰہ اِلّا اللہ

کون و مکاں میں ہے اللہ، دونوں جہاں میں ہے اللہ، جسم و جاں میں ہے اللہ

لَا اِلٰہ اِلّا اللہ لَا اِلٰہ اِلّا اللہ

ذات ہے اسکی لاثانی، اس کی صفت ہے نورانی، سِتر کلام ربانی

لَا اِلٰہ اِلّا اللہ لَا اِلٰہ اِلّا اللہ

دیکھا اسے جہاں دیکھا، ظاہر اور پنہاں دیکھا، اس کو عین عیاں دیکھا

لَا اِلٰہ اِلّا اللہ لَا اِلٰہ اِلّا اللہ

حسبی ربّی جس نے کہا، فیض کے دریا کو پایا، گوہر مقصود ہاتھ آیا

لَا اِلٰہ اِلّا اللہ لَا اِلٰہ اِلّا اللہ

مرشد کامل کا ہے راز، دین نبی کا ہے اعجاز، امتِ احمدؐ کا ہے راز

لَا اِلٰہ اِلّا اللہ لَا اِلٰہ اِلّا اللہ

افضل ذکر یہی تو ہے، اکمل ذکر یہی تو ہے، اصل فکر یہی تو ہے

لَا اِلٰہ اِلّا اللہ لَا اِلٰہ اِلّا اللہ

لا محبوب اِلّا اللہ، لا مشہود الا اللہ، لا موجود اِلّا اللہ

لَا اِلٰہ اِلّا اللہ لَا اِلٰہ اِلّا اللہ

لَا اِلٰہ اِلّا اللہ لَا اِلٰہ اِلّا اللہ

لَا اِلٰہ اِلّا اللہ لَا اِلٰہ اِلّا اللہ

پھر اللہ ھو متعدد بار ذکر کریں، اس کے بعد چار بار

لَا اِلٰہ اِلّا اللہ لَا اِلٰہ اِلّا اللہ

لَا اِلٰہ اِلّا اللہ لَا اِلٰہ اِلّا اللہ محمد رسول اللہ

اس کے بعد دعا مانگیں۔

الاوراد القادریه ورد أسماء الله الحسنى

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ، وَ لِلّٰهِ الأَسْمَاء الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا، اللّٰهمَّ إنِّي أعوذ بِك و أتوسّل إلَيْك، و أتوجّه إلَيْك و أتضرَّع إلَيْك بأسمائك الحُسْنى، يا مَنْ هُوَ الله الَّذي لا إله إلاَّ هُوَ جلَّ جلاله، الرَّحْمَنُ جلَّ جلاله، الرَّحِيمُ جلَّ جلاله، المَلِكُ جلَّ جلاله، القُدُّوسُ جلَّ جلاله، السَّلامُ جلَّ جلاله، المُؤمِنُ جلَّ جلاله، المُهَيْمِنُ جلَّ جلاله، العَزِيزُ جلَّ جلاله، الجَبَّارُ جلَّ جلاله، المُتَكَبِّرُ جلَّ جلاله، الخَالِقُ جلَّ جلاله، البَارِئُ جلَّ جلاله، المُصَوِّرُ جلَّ جلاله، الغَفَّارُ جلَّ جلاله، القَهَّارُ جلَّ جلاله، الوَهَّابُ جلَّ جلاله، الرَزَّاقُ جلَّ جلاله، الفَتَّاحُ جلَّ جلاله، العَلِيمُ جلَّ جلاله، القَابِضُ جلَّ جلاله، البَاسِطُ جلَّ جلاله، الخَافِضُ جلَّ جلاله، الرَّافِعُ جلَّ جلاله، المُعِزُّ جلَّ جلاله، المُذِلُّ جلَّ جلاله، السَّمِيعُ جلَّ جلاله، البَصِيرُ جلَّ جلاله، الحَكَمُ جلَّ جلاله، العَدْلُ جلَّ جلاله، اللَّطِيفُ جلَّ جلاله، الخَبِيرُ جلَّ جلاله، الحَلِيمُ جلَّ جلاله، العَظِيمُ جلَّ جلاله، الغَفُورُ جلَّ جلاله، الشَّكُورُ جلَّ جلاله، العَلِيُّ جلَّ جلاله، الكَبِيرُ جلَّ جلاله، الحَفِيظُ جلَّ جلاله، المُقِيتُ جلَّ جلاله، الحَسِيبُ جلَّ جلاله، الجَلِيلُ جلَّ جلاله، الكَرِيمُ جلَّ جلاله، الرَقِيبُ جلَّ جلاله، المُجِيبُ جلَّ جلاله، الوَاسِعُ جلَّ جلاله، الحَكِيم جلَّ جلاله، الوَدُودُ جلَّ جلاله، المَجِيدُ جلَّ جلاله، البَاعِثُ جلَّ جلاله، الشَهِيدُ جلَّ جلاله، الحَقُّ جلَّ جلاله، الوَكِيلُ جلَّ جلاله، القَوِيُّ جلَّ جلاله، المَتِينُ جلَّ جلاله، الوَلِيُّ جلَّ جلاله، الحَمِيدُ جلَّ جلاله، المُحْصِي جلَّ جلاله، المُبْدِئُ جلَّ جلاله، المُعِيدُ جلَّ جلاله، المُحْيِي جلَّ جلاله، المُمِيتُ جلَّ جلاله، الحَيُّ جلَّ جلاله، القَيُّومُ جلَّ جلاله، الوَاجِدُ جلَّ جلاله، المَاجِدُ جلَّ جلاله، الأَحَدُ جلَّ جلاله، الصَّمَدُ جلَّ جلاله، القَادِرُ جلَّ جلاله، المُقْتَدِرُ جلَّ جلاله، المُقَدِّمُ جلَّ جلاله، المُؤَخِّرُ جلَّ جلاله، الأَوَّلُ جلَّ جلاله، الآخِرُ جلَّ جلاله، الظَاهِرُ جلَّ جلاله، البَاطِنُ جلَّ جلاله، الوَالِي جلَّ جلاله، المُتَعَالِ جلَّ جلاله، البَرُّ جلَّ

جلاله، التَوّابُ جلَّ جلاله، المُنتقِمُ جلَّ جلاله، العَفُوُّ جلَّ جلاله، الرَّؤُفُ جلَّ جلاله، مَالِكُ المُلكِ جلَّ جلاله، ذوالجَلالِ والإكرَامِ جلَّ جلاله، المُقْسِطُ جلَّ جلاله، الجَامِعُ جلَّ جلاله، الغَنِيُّ جلَّ جلاله، المُغْنِى جلَّ جلاله، المَانِعُ جلَّ جلاله، الضَّارُّ جلَّ جلاله، النَّافِعُ جلَّ جلاله، النُّورُ جلَّ جلاله، الهَادِى جلَّ جلاله، البَدِيعُ جلَّ جلاله، البَاقِى جلَّ جلاله، الوَارِثُ جلَّ جلاله، الرَّشِيدُ جلَّ جلاله، الصَّبُورُ جلَّ جلاله،

هُوَ الله الواحد الأحد الفرْد الصَّمد، الَّذي لمْ يتَّخذْ صاحبةً و لا ولدًا، و لمْ يلدْ و لَم يُولدْ و لمْ يكنْ له كُفوًا أحدٌ، له الأسْماء الحُسْنى و الصِّفات العُلْيا،

کتابیات

۱. عبد القادر الجیلانی باز اللہ الاشہب از یوسف محمد طه زیدان، دار الجیل بیروت، ۱۹۹۱۔

۲. الفتح الربانی از شیخ عبد القادر الجیلانی، دار الریان للتراث۔

۳. التدبیرات الالہیہ فی اصلاح المملکہ الانسانیہ از شیخ اکبر محی الدین محمد ابن العربی، ابن العربی فاؤنڈیشن۔

۴. شجرہ شریف بسلسلہ خاندان عالیہ قادریہ با اجازت پیر سید لعل حسین شاہ گیلانی۔

۵. انوار قمر از پیر سید خالد حسین شاہ قادری۔

۶. سروس بک سید لعل حسین شاہ صاحب۔

تصاویر

تمام تاریخی تصاویر سید رفاقت حسین شاہ صاحب، سید عازب لعل گیلانی اور مولوی خداداد صاحب سے حاصل کی گئی ہیں۔

قلمی نسخہ جات

پیر سید لعل حسین شاہ صاحب کے ہاتھ سے لکھے قلمی نسخہ جات کی فوٹو کاپی سید رفاقت حسین شاہ صاحب سے حاصل کی گئی، جس میں آپ کا تمام منظوم کلام شامل ہے۔

ابن العربی فاونڈیشن

ابن العربی فاونڈیشن کا قیام شیخ اکبر محی الدین محمد ابن عربی الحاتمی الطائی الاندلسی کے یوم ولادت ۱۷ رمضان المبارک سن ۱۴۲۸ھ بالمطابق سن ۲۰۰۷ میں شیخ رفاقت حسین شاہ صاحب (المعروف سید سخی چن پیر بادشاہ قادری رزاقی گیلانی) کی روحانی سرپرستی میں عمل پذیر ہوا۔ اس قیام کا بنیادی مقصد شیخ اکبر کے علوم پر ازسر نو تحقیق کی راہ کو ہموار کرنا اور آپ کی کتب و رسائل کو بین الاقوامی معیار کے مطابق سہل اور معاصر اردو میں ترجمہ کر کے شائع کرنا ہے۔ اب تک مندرجہ ذیل کتب مستند عربی متن، سلیس اردو ترجمے اور بین الاقوامی معیار طباعت کے مطابق منظر عام پر آچکی ہیں۔

۷. رسائل ابن العربی

۸. ۱۰۱ احادیث قدسی

۹. روحانی اسفار اور ان کے ثمرات

۱۰. اصلاح نفس کا آئینہ حق

۱۱. اصلاح انسان کی خدائی تدبیریں

ان کتب کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب اور رسائل پر کام جاری ہے جو اللہ کے کرنے سے وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہیں گی۔

۱. کتاب الباء

۲. کتاب الھو

۳. الجلال والجمال

۴. القسم الالہی

۵. کتاب الحجب

۶. مختصر الدرۃ الفاخرۃ

۷. کتاب الازل

۸. نقش الفصوص

۹. فتوحات مکیہ

۱۰. جامع اصطلاحات ابن العربی

۱۱. کتاب الجلالہ

۱۲. انشاء الدوائر

۱۳. کشف المعنی عن سر أسماء اللہ الحسنی

۱۴. فصوص الحکم

۱۵. فتوحات مکیہ

اللہ سے دعا ہے کہ وہ اس نیک عمل کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اس کام کا حقیقی سہرا ہمارے مرشد سید رفاقت حسین شاہ صاحب کے سر ہی ہے، اگر آپ کی نظر کامل نہ ہوتی تو اس کام کا ہونا ممکن نہ تھا۔

ابرار احمد شاہی، ملک ہمیش گل

www.ibnularabifoundation.com